ما خاب من اناب آں چارہ گر بیچارگاں و راہ نماے آوارگاں بجالب خود طلبد ' ومن دیوانہ را سلسلۂ شوق درگردن افگندہ سوے خود کشد ' کہ دست امید بلند ست ' و پایۂ یقین ارجمند !

کانت لنفسي اھـواء مفـرقــة فاستجمعت ' اذ رأتک العین اھوائي
فصار یحسدني من کنت احسدہ و صرت مولی الوری اذ صرت مولائي
ترکت للنــاس دنیاھــم و دینھم شغلاً بحبک یا دیني و دنیائي !

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین !

بھي آگئي - انکے سوا کوئي کتاب پیش نظر نہیں رھي ھے - جو کچھہ لکھا ھے ' صرف اپنے حافظہ کے اعتماد پر لکھا ھے - حالانکہ سچ یہ ھے کہ شائستۂ اعتماد نہ تھا - جا بجا ضمني مباحث فقہ وحدیث اور تاریخ وسایر کے آگئے ھیں جنکي تنقیح بغیر رجوع کتب مشکل تھي - علی الخصوص احادیث کي تخریجات و اسناد کہ اسمیں سب سے زیادہ احتیاط مطلوب و لازم ھے - لیکن افسوس کہ کتابیں موجود نہیں ' اور نہ اسکي مہلت کہ اب ایک ایک حوالہ کي تصحیح اور ایک ایک حدیث کي تخریج کیلیے کتابوں کے منگوانے کا سر و سامان کروں - بس جو کچھہ حافظہ میں محفوظ تھا ' حوالۂ قلم کردیا - بعض احادیث کے الفاظ کي نسبت حافظہ نے کمزوري دکھلائي تو وھاں اسکا اشارہ کردیا گیا ھے - اور شاید ایک دو جگہ تخریج کي جگہ خالي بھي چھوڑ دیني پڑي - با ایں ھمہ اللہ تعالی کے لطف و کرم سے اسقدر توقع ضرور ھے کہ جہاں جہاں سند و تخریج درج کردي ھے' شاید تحقیق سے غلط نہ نکلیگی - آیات قرآنیہ کے اندراج میں ابتک یہ عادت رھي ھے کہ ھنگام تحریر جو آیات یاد آجاتي ھیں' درج کردیتا ھوں' اور پھر پروف کي تصحیح میں مراجعۃ کے بعد سور و آیات کے نمبر بھی درج کردیے جاتے ھیں - لیکن فلوگل (۱) والا نسخہ جسمیں نمبر ھیں' ساتھہ نہیں' اور نہ طبیعت مزید صرف وقت پر مائل - اسلیے محض حافظہ کی بنا پر سورتوں کا حوالہ دیدیا ہے - امید ھے کہ اکثر حالتوں میں صحیح ھوگا - سردست محض ایک عزیز کی خواھش کی تعمیل پیش نظر ھے - انطباع و اشاعت مقصود نہیں - زمانے نے اگر مہلت دي تو نظر ثانی کے وقت مزید تصحیح و تہذیب ھو جائیگی - معہذا :

اذا احسست فی لفظی قصوراً | وحفظی والبراعۃ والبیان
فلا تعجل الی لومی ' فرقصي | علی مقدار ایقاع الزمان

دست از ھمہ کار شستہ ام ' و چشم و گوش از عالم و عالمیاں بستہ ' و بر در دل نشستہ ' تا چہ پیش آید و کدام در بکشایند - عجب نیست کہ بحکم

(۱) ایک جرمن اورینٹیلسٹ (Orientalist) کا نام -

اور علی الخصوص اُس عزیز کے طلب صادق اور استعداد کامل سے توالی جلد
در جلد امیدیں وابستہ تھیں - افسوس ملتۂ حوادث نے اسکو بھی نہ چھوڑا -
مجھے اس سے کب انکار تھا کہ میرے پاؤں میں ایک کے بدلے دس زنجیریں
ڈالدی جائیں، لیکن دوسروں کو اسمیں کیوں شریک کیا جاتا ہے؟ بظاہر
عزیز موصوف کا اسکے سوا کوئی جرم نہیں کہ مجھ خانماں خراب سے رسم
و راہ رکھتے ہیں - سبحان اللہ! اہل آسماں پروری اور دوست نوازی بھی
قابل تماشا ہے! جب تک کوئی اپنا دشمن نہ بن جائے ہمارا دوست ہی
نہیں ہوسکتا!

اے ہم نفسان! آتشم! از من کنارہ بہ
ہرکس کہ شد ہمرہ ما دشمن خویش ست!

پرسوں ایک عزیز کو خط لکھتے ہوئے یہ رباعی ذہن میں آئی تھی

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی! اب زندہ دلی کہاں ہے باقی ساقی!
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا مے شیشۂ میکش رہا نہ ساقی ساقی!

فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا انہ ہو العلیم الحکیم!

* * *

یہ اوراق پریشاں کہ دوست عزیز مسٹر فضل الدین احمد کے بیحد اصرار
سے قلمبند ہوئے، انکی پریشانی طبع و برہمی خاطر کی یادگار ہیں - اگرچہ
کئی بار قصد کیا مگر جمعیۃ خاطر کا وقت اِسکے لیے بہم نہوسکا - ابتدا سے
ابتک یہ حالت رہی ہے کہ جب کبھی اپنے ضروری اشغال سے کچھ وقت
ملا، چند اجزاء لکھڈالے اور عزیز موصوف کو دیدیے - نہ پورا سلسلہ سامنے
رہا، نہ ربط و ترتیب اور تقسیم و تبویب کی مہلت ملی کہ شرط اصحاب
تصنیف و تدوین ہے - تمام کتابیں کلکتہ میں پڑی ہیں، بجز اپنے علمی
مسودات اور ایک نسخۂ مصحف کے اور کوئی کتاب ہمراہ نہیں -
جب یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا تو بعض حالات کیلیے صرف تذکرۃ الواصلین،
لطائف الاخیار اور طبقات اکبری، مسکرالی، اور بعد کو منتخب التواریخ

ابکے جلوں میں فاصلہ شاید نہ کچھہ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں !

جس مقام پر مقیم ہوں ' شہر یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ہے - رمضان المبارک میں جمعہ کے دن جامع مسجد گیا - چند صفوں سے زیادہ مجمع نہ تھا - لوگوں نے خطبۂ و امامت کیلیے سخت اصرار کیا - مجبوراً خطبہ دینا پڑا - ان بیچاروں نے ابتک خطبہ کے یہی معني سمجھے تھے ' کہ عربي کي کوئی چھپي ہوئی کتاب پڑھدی جاے - یہاں مسلمانوں کي تعداد اگرچہ اچھي خاصی ہے ' مگر ایک گمنام گوشے میں پڑ جانے کي وجہ سے حد درجہ تباہی و بد حالی میں مبتلا ہیں - نماز جمعہ کے بعد سے ایک قوي داعیہ قلب میں محسوس ہو رہا ہے ' کہ اگر حالات طول قیام کا باعث ہوے تو یہاں بھی اپنا کام شروع کردینا چاهیے - دنیا نے فراغ و آزادي کے زمانہ کے کاموں کا کچھہ نہ کچھہ نمونہ دیکھہ لیا ہے - بہتر ہے کہ جلا وطني و نظر بندی کے بند و قید میں کام کرنے کا بھي ایک نمونہ دکھلا دیا جاے ' کہ اصلي آزمائش گاہ عمل یہی ہے :

کچھہ ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھي امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر !

یہانتک لکھہ چکا تھا کہ ڈاک ملی ' اور اخبارات سے معلوم ہوا کہ عزیزي مولوي محي الدین احمد بي - اے - کو قصور میں تلاشي کے بعد گرفتار کیا گیا ہے - شاید نظر بندي کا معاملہ پیش آے - ان تمام ایام جلا وطنی میں یہ پہلا دن ہے کہ اِس واقعہ کے سبب سے دل کو مضطر اور دماغ کو پراگندہ پاتا ہوں :

درد مےکین نامہ مي کردم رقم   کان یجر الدمع ممزوجـا بدم

عزیز موصوف بلکہ اُن کا پورا خاندان اپنے خصائص ایماني و جوش اسلامي و ایثار للہ رضي اللہ کے اعتبار سے عہد سلف کے واقعات زندہ کرنے والا ہے -

دروازے کھلے ' اور اکثر ایسا ہوا کہ احکام بدلنے پڑے اور کتنے ہی پچھلے فیصلے معطل ہوگئے - جن کاموں کو آجتک خدا پرستی سمجھکر اپنی کامیابیوں پر نازاں ہے ' اب دیکھا تو وہ بھی بت پرستی سے خالی نہ ہے - طاق و دیوار اصنام پرستش سے خالی ہوگئے ' مگر جیب و آستیں کی کبھی خبر نہ لی !

تا نعمت ما هنر پنداشتم
عاشقی هم ننگ و عارے بودہ است !

رسالے کو کل تک جہاں پہنچانا چاہا تھا ' الحمد اللہ اب خود اُس سے بھی منزلیں آگے بڑھچکے ہیں اور گو ہمرہاں راہ ابتک اُسی منزل میں کمریں کھولے بیفکر پڑے ہیں مگر اپنا کاروان طلب اب کسی دوسری ہی منزل کے آثار سامنے دیکھہ رہا ہے

ملے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ بہ شیشہ ہاے دوش من ست !

اس اثناء میں حکم جلا وطنی کی منسوخی کیلئے احباب و مخلصین نے کوئی دقیقہ سعی و تدبیر کا اُٹھا نہ رکھا شاید اس قسم کی کوشش کی یہ پہلی مثال ہے کہ ساتھہ ہزار سے زیادہ دستخطوں کے ساتھہ میموریل بھیجا گیا بعض ارکان حکومت بنگال کے خطوط بچھلے مہینے آتے رہے اور معلوم ہوا کہ غلط فہمیوں کا اعتراف ہے حال میں ایک شخص سے ملاقات کرتے ہوے خود لارڈ کارمائیکل نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا حتیٰ کہ شملہ تک منسوخی حکم کے اجراء کی امید دلائی تھی ابتدا میں ان واقعات کا دل پر کچھہ نہ کچھہ اثر تو ضرور ہوا ' لیکن پھر دیکھا تو دل کی آسودگی اور طبیعت کی وارستگی پر یہ تاثر بھی سخت شاق تھا

دانم کہ شفقت اللہ طبیباں ہمگی ' لیک
مرہم کہ نہ معذرت نہد ' نشتر ریش ست !

بظاہر حالت مشیت الہی کچھہ اور ہی نظر آتی ہے ' اور شاید تکمیل کار کی ایک منزل ابھی باقی ہے

اور انجمنوں سے دل بے پروا ہوگیا - علی الخصوص عشرۂ اخیر کی شب ہائے تمنا اور روز ہائے انتظار کی بخششوں اور کامرانیوں سے دل نے جو جو سعادتیں پالیں، اور چشم و گوش نے لطف دید و ذوق سماع کی جو جو دولتیں لوٹیں، نہ دنیا کی کوئی زبان انکی ترجمانی کرسکتی ہے، نہ سامعہ استعداد سماع رکھتا ہے - البتہ حسرت رہی تو یہ رہی کہ کاش پوری زندگی کی وسعت کسی طرح ان دس راتوں میں آ جاتی، اور ساری عمر اسی عالم میں بسر کر جاتے :

شب وصال بہت کم ہے، آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑہ شب جدائی کا !

اس راہ کا ہر گوشہ ایک جدا گانہ کیفیت رکھتا ہے - بزم و صحبت کی ادب آموزیوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایک ایک گھونٹ کی لذت لیکر جام خالی کیجیے، تو مے پرستوں کی سیہ مستیاں چاہتی ہیں کہ کسی گوشے میں چھپکر پوری صراحی منہہ سے لگا لیجیے - بزم و انجمن کی پرسش نہانی و دزدیدہ نگاہی کا بھی ایک لطف ہے، اور خلوت و تنہائی کے راز و نیاز کا بھی ایک عالم ہے - اگرچہ اس دوسری حالت سے بھی طبیعت کو بیگانگی و نا آشنائی نہ تھی، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ معاملہ بہت کچھہ محتاج تکمیل تھا، اور توفیق الہی نے اب جلاوطنی کی منزل کو اسکا ذریعہ بنا دیا - الحمد للہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک نہ کوئی صدا ذوق سماع میں مخل ہے اور نہ کوئی منظر مشغولیت میں حارج - غالب وقت تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا ہے کہ تمام تر کتاب عزیز و سنۃ مطہرۃ کی شرح و تفسیر پر مشتمل ہیں - اس سے جسقدر مہلت نکلتی ہے، وہ بھی ضائع نہیں جاتی - میدان دور دور تک ہیں اور پہاڑ چاروں طرف :

و أخرج من بين البيـوت، لعلني
احدث عنک النفس فی السر خالیا !

عجب کار و بار ہے کہ سعی و طلب کام نہیں دیتی اور لطف و بخشش ہی کی ہر طرف حکمرانی نظر آتی ہے ! ان چند مہینوں کے اندر خود بخود کتنے ہی نئے

اسوقت کہ یہ غم نامۂ حسرت لکھہ رہا ہوں' راانچی میں شہر سے باہر مورابادی نامي ایک گانوں کے قریب تنہا مقیم ہوں

وبلدۃ ' لیس بہا انیس الا الیعافیر والا العیس

یہ تمام علاقہ ہندوستان کي وحشي اقوام کا مسکن ہے جو کول ' اراوں ' منڈا وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں شاید اسي مناسبت سے اہلي وحشت نے بھي یہي مسکن منتخب کیا

اس خانماں خراب نے ڈھونڈھا ہے گھر کہاں ؟

اس گانوں میں بھي تمام تر وحشي لوگ آباد ہیں صرف چار پانچ بنگلے چند بنگالیوں نے بنا لیے ہیں - کبھي کبھي گرمیوں میں آکر رہتے ہیں - انھي میں سر رابندر ناتھہ ٹیگور مشہور بنگالي شاعر کا خاندان بھي ہے اور ایک چھوٹي سي پہاڑي پر آباد ہے کارساز قدرت کي بھي کچھہ عجب کرشمہ سازیاں ہیں ! ایک مدت سے جس فراغ خاطر اور آرامي فکر و عمل کو طبیعت ڈھونڈھتي تھي مگر اشغال و علائق کی کثرت سے نہیں ملتي تھي ' حتی کہ اسکي وجہ سے صحت جسماني نے بھي جواب دیدیا تھا ' اب ملي بھي تو کس تقریب میں ؟ دنیا نے جلا وطني اور نظر بندي کي خبر سني' اور دل نے خلوت گزیني و گوشہ گیري کي دولت و سعادت پائي ! باطنه رحمة وظاهره من قبلة العذاب

بیگانۂ جہاں ہمیں عزلت نے کردیا
کچھہ کچھہ کسي کسي سے ملاقات رہگئي !

اسي اثناء میں رمضان المبارک کي برکات و نعائم کا ورود ہوا اگرچہ نماز جماعۃ کي کیفیت انجمن طراز اور جماعۃ تراویح و سماع تلاوۃ کي لذت دل نواز سے اپني عمر میں پہلي مرتبہ محرومي رہي ' اوراسلیے ابتدا کے دو ہفتوں یک گونہ انقباض و دل گرفتگي میں بسر ہوے - لیکن اسکے بعد ہی معاملہ خلوت و انزوا کي کیفیتوں اور انجمن در خلوت کي خود رفتگیوں کا عالم کچھہ اس طرح طاري ہوا کہ دنیا جہاں کی ساري صحبتوں

لیکن الحمد للہ کہ جو درد پہلے داغ اور پھر زخم بنکر رہا تھا ' اب ناسور بنکر نہاں خانۂ دل میں محفوظ ہے ' اور امید ہے کہ ہمیشہ محفوظ رہیگا .

الیس وعدتني یا قلب اني   اذا ما تبت عن لیلی تتوب

فہا انا تائب عن حب لیلی   فما لك كلما ذكرت تذوب ؟

فصل

۲۳ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ - کو گورنمنٹ بنگال نے ڈیفینس ایکٹ کی دفعہ ۳ - کی بنا پر حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں - ان الحکم الا للہ !

رونا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب ؟

دو آنسوؤں میں نوح کا طوفان آگیا !

۳۰ - مارچ کو کلکتہ سے کہ سالہا سال کے متصل قیام کی بنا پر بیجا نہیں اگر وطن کہوں ' نکلا - اور رانچی پہنچا :

نگہم دفت غمی رہ نہ نہاں خانۂ دل

مژدہ باد اہل ریا را کہ زمیدان رفتم !

اگرچہ اکثر احباب و اقارب آمادۂ ہمرہی تھے ' لیکن دل ہمت خواہ نے گوارا نہ کیا کہ اس منزل انقطاع کی عزت کو شرکت رفقا کے داغ نا تمامی سے لدہ لگاؤں - معلوم نہیں دنیا کو چھوڑنا مشکل ہے یا آسان ؟ لیکن الحمد للہ کہ ہم کو دامن جھاڑ کر اٹھہ کھڑے ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی - ہر چند دل کو ٹٹولا مگر کوئی علاقہ بھی دامنگیر نہ ہوا - اور یہ جو کچھ حال و دماغ قالب نے ایک امید کیلیے ساتھہ چھوڑا - کم سے کم انقطاع و تجرید کی ایک ادھوری سی مشق ہوگئی - شاید آگے چلکر کچھہ کام دے جاۓ

بود گدایان عار ہوس و عشق دگر

[illegible]

اور یہ جو کچھ کہا گیا، تو یہ نہ سمجھا جائے کہ اپنے عیبوں کو بھی ہنر بناکر دکھلانا مقصود ہے جس عالم میں ہنر کو بھی ہنر سمجھنا معصیت ہو، وہاں عیب کو حسن بنانے کا وہم بھی گزرے تو کفر سمجھا جائے مقصود صرف یہ تھا کہ

وکم للہ من لطف خفی یدق خفاہ عن فہم الذکی !

ہاں، یہ ضرور ہے کہ اگر کسی کو اول روز سے اپنے زہد و پارسائی کی خشک دامنی پر ناز ہو، تو ہم کو بھی اپنی اس رندی و ہوسناکی کی تردامنی کا کوئی شکوہ نہیں جس کو عین اکیس بائیس برس کی عمر میں (کہ جلوں شباب کی سرمستیوں کا اصلی موسم ہوتا ہے) دونوں ہاتھوں سے اسطرح نچوڑا کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا - کوئی صاف راہ پر دوڑتا گیا ہے تو یہ اسکی خوش نصیبی سہی - لیکن ہم بھی اسکو بد نصیبی نہیں سمجھہ سکتے کہ کتنی ہی دلدلوں سے پاؤں نکالے کتنی ہی جھاڑیوں سے دامن سنبھالا کتنی ہی زنجیریں توڑنی پڑیں ولولوں، امنگوں، امیدوں، تمناؤں کے کتنے ہی دفتر خود اپنے ہاتھوں جلانے پڑے جب کہیں جاکر اس کوچہ میں دم لے سکے، جہاں آج اپنے کو پا رہے ہیں

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو، آئے، کرے شکار مجھے !

اور سچ پوچھیے تو فیصلہ وہی ہے جو لسان الغیب نے کردیا

بیا، کہ رونق این کارخانہ کم نشود
ز زہد ہمچو توئی، یا بہ فسق ہمچو منی !

باوجودیکہ اس معاملہ پر کامل نو برس گزر چکے، اور رفتہ رفتہ یہ حالت پیش آئی کہ

فلم یبق منی الشوق، غیر تفکری
فلو شئت ان ابکی، بکیت تفکرا

الغرض توفیق الہي کي سینکڑوں راهیں هیں - هدایت و تربیت غیبي کے هزاروں بھیس هیں - سب سے زیادہ آسان و پر امن راہ یہ هے کہ رهنمایان طریق میں سے کسي صاحب ارشاد کي همت و صحبت حاصل هوجاے - لیکن میں صاف صاف کہتا هوں کہ اس بارے میں میري درماندگي و بیکسی کسي متعارف وسیلۂ هدایت و ارشاد کي رهین منت نہیں هے - حالات ابتدا سے جیسے اور جتنے رهے ' سب کے سب اُس حالت سے یکسر متضاد تھے جن تک بتدریج رسائي میسر آئي - قطع نظر اس معاملۂ خاص کے ' عقائد ' اعمال ' عادات ' خصائل ' فکر و نظر ' طرز و روش ' کوئي بات بھي تو اسي نہیں هے جسکو اپنے قدرتي حالات کے مطابق پاتا هوں - پس اپني شکستگي و خستگي نہ تو کسي هاتھہ کي ممنون هے ' نہ کسي زبان کي - نہ خاندان کی ' نہ تعلیم و تربیت ظاهري کی - جو کچھہ پایا هے صرف بارگاہ عشق سے پایا هے - جتنی رهنمائیاں ملیں صرف اسی مرشد فیض و هادی طریق سے ملیں - درد بنکر آیا تھا مگر درمان بنکر گیا - مرض بھي وهي تھا - شفا بھي اسی سے ملي :

تداویت من لیلی بلیلی عن الهوی
کما یتداوي شارب الخمر بالخمر ا

علم کا دروازہ اُسي نے کھولا - عمل کی حقیقت اُسی نے بتلائي - معرفت کے صحیفے اُسکي زبان بر تھے - حقیقت کے خزانے اُسکے دست کرم میں تھے - شریعت کے حقائق کا وهي معلم تھا - طریقت کے نشدب و فراز میں وهی رهبر تھا - قرآن کے بھید اُسي نے بتلائے - سنۃ کے اسرار اُسي نے کھولے - نظر اُس نے دي - دل اُس نے بخشا - کونسی مشکل تھی جو اُس سے حل نہ هوئی ؟ کونسا الجھاؤ تھا جو اُسکی ایک سلجھی هوئي نظر سے سلجھہ نہ گیا ؟ کونسی بیماری تھي جسکي دوا اسکے دار الشفاء سے نہ مل سکی ؟

شاد باش اے عشق خوش سوداے ما ! اے طبیب جملہ علتہاے ما !
اے دواے نخوت و ناموس ما ! اے تو افلاطون و جالینوس ما !

جلد گھڑیوں میں کیسے بن جاتا جو مدتوں کی زخم پروریوں کے بعد کہیں نصیب ہوتا ہے - اور وہ بھی ہر زخم اور ہر زخمی کو کہاں ؟

اک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھی ہے آج لذت زخم جگر کہاں ؟

پس الحمد للہ کہ آخر میں جو کچھ بنایا' اُسکے لیے ابتدا کا ہر کھونا کام آیا کوئی ہشیاری ایسی نہ ملی جسکے لیے اپنی کوئی نہ کوئی غفلت کام نہ آگئی ہو - چاک جب تک گریباں تک ہے' ناقص ہے - لیکن اگر وہی دامن تک پہنچ جائے تو اُسکے کمال میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ؟

تا دامن آکے چاک گریباں نے دم لیا
ہے دامن اور جیب میں رشتہ قریب کا !

جس حال میں رہے' نقص و ناتمامی سے دل کو ہمیشہ گریز رہا اور شیوۂ تقلید و روش عام سے پرہیز جہاں کہیں رہے اور جس رنگ میں رہے' کبھی کسی دوسرے کے نقش قدم کی تلاش نہ ہوئی اپنی راہ خود ہی نکالی' اور دوسروں کیلیے اپنا نقش قدم رہنما چھوڑا رندی و ہوسناکی کا عالم رہا' تو اُسکو بھی ناتمام نہ چھوڑا - عشق کی خود فراموشیاں رہیں' تو وہاں بھی کسی وادی اور کسی گوشے سے نا آشنا نہ رہے لمحوں کے اندر برسوں کے کام انجام پائے

کام یہ عشق میں بہت' پر میر   ہم تو فارغ ہوے شتابی سے !

اب جس حال و رنگ میں ہیں' تو یہاں بھی کمال ہی کی آرزو ہے' اور تمام کارکنانِ بیقراری' اور سارا معاملہ اُسی کارساز عشق کے ہاتھ ہے جس نے گو ہر راہ میں ڈالا' لیکن اٹکایا کہیں نہیں اور گو ہر وادی میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلیے سرگردانی ضرور ہوئی' لیکن یہ سرگردانی بھی ہدایت پانے سے خالی نہ رہی

تا دست رس برد زخم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم !

لختے بَرد از دل گذرد ہر کہ ز پیشم
من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم!

منزل عشق نمودار ہوئی تو اُس کا کیا پوچھنا؟ البتہ فرق اتنا تھا کہ پہلے ایک دل کے بہت سے ٹکڑے کردیتے تھے - اب دل ایک تھا تو گاہک بھی ایک ہی - بلکہ:

لیس الفواد محل شوقک وحدہ
کل الجوارح فی ہواک فواد!

پھر اسکے بعد جو آخری منزل پیش آئی، وہاں تو بجز متاع درد و دل باری اور جنس جاں سپاری و جاں فروشی کے اور کوئی شے مقبول ہی نہ تھی:

جئنا ببضاعۃ مزجاۃ فاوف لنا الکیل!

جز محبت ہر چہ بردم، سود در محشر نہ داشت!
دین و دانش عرض کردم، کس بہ چیزے برنہ داشت!

اِس منزل سے پہلے جو کچھ ہوچکا تھا، اُسکا ایک ایک معاملہ یہاں کام آیا - جیب و دامن کے ہر پرزہ نے اس طرح کام دیا، گویا خاص اسی لباس کی درستگی کیلیے قطع ہوا تھا - ہر عیب نے ہنر کی خوبرونی پائی - ہر نقص نے کمال سے بڑھکر ہمرہی کی - ہر جرکا جو نشتر ہوس نے لگایا تھا، ہر زخم جو کماندار عشق کے تیروں کا بے خطا نشان تھا، اور جسکو کیسی کیسی تمناؤں اور حاجتوں سے ہمیشہ سینے میں بچائے رکھا تھا کہ کہیں ناسور بننے کی جگہہ مندمل نہ ہوجائے:

پھر تسکیں دل کے لیے یہی ہے غنیمت جانکر
وہ جو وقت ناز کچھ جنبش تری ابرو میں ہے

اس راہ میں اسطرح کام آیا کہ خدا نکردہ اگر اس متاع زیان سے اپنا کیسۂ سود خالی ہوتا، تو نہیں معلوم بازار قدرشناسی میں کیسی محرومی و شرمندگی اُٹھانی پڑتی؟ مرہم بکتا جاتا تو بازار حکمت سے ملجاتا - زخم کہانسے لاتے؟ خون جگر کس سے مانگتے؟ اور دل بھی جاتی تو وہ کھویا ناسور

یارب کجاست محرم رازے کہ یک زماں
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید؟

غفلت ہر حال میں غفلت ہے۔ ایک لمحۂ غفلت کے معاوضے میں عمر بھر کا ماتم بھی کافی نہیں۔ تاہم جو کچھ ہو چکا ہے، اب دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کارخانہ کی ہر چیز کی طرح وہ سب کچھ بھی ضروری تھا، اور شاید ان میں سے ہر بات اس سفر کی ایک ناگزیر منزل تھی۔ اگر ہوس پرستی و رندی کی منزل پیش نہ آتی تو نہیں معلوم حقیقت پرستی کے کتنے ہی گوشے ہیں جن سے ہمیشہ بے خبر رہتے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ "اس عالم کی کسی بات کو بھی برا نہ کہو۔ برائی محض ایک اضافی شے ہے۔ اصل بجز خوبی اور اچھائی کے کچھ نہیں۔ اعتبار ہر حال میں ثمرات و نتائج کا ہے نہ کہ ظواہر و اوائل کا۔ کتنے ہی راہ میں ٹھوکر کھا کر گر پڑتے ہیں، اور کتنے ہی قدم ہیں کہ ٹھوکر نہ لگے تو انہیں تیزی و چالاکی بھی نہ آئے، اور راہ کے نشیب و فراز سے ہمیشہ غافل رہیں۔ کتنے ہی کفر ہیں جو وسیلۂ ایمان ہوئے؟ کتنے ہی ایمان ہیں جن کا خاتمہ کفر پر ہوا؟
"لو لم تذنبوا لذهب الله بكم وجاء الله بقوم آخرين يذنبون ويستغفرون"
(او كما قال، رواه مسلم) مولانا روم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

او ز قعر بحر گوہر آورد ۔۔۔ از زیانہا سود بر سر آورد
چوں قبول حق بود آں مرد راست ۔۔۔ دست او در کارہا دست خداست
ہر چہ گیرد علتے علت شود ۔۔۔ کفر گیرد کاملے، ملت شود
عیب شد نسبت بہ مخلوق جہول ۔۔۔ نے بہ نسبت با خداوند قبول
کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است ۔۔۔ چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

یہی فائدہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ دماغ کی خشکی اور دل کی بے دردی کا یہی بہترین علاج ہوگا، اور سودا درد مندی و دل فگاری کی تعلیم ابتدا ہی میں مل گئی۔ جب ہوس پرستی کی منزل میں تھے، تو وہاں بھی ہمیشہ دل کو پہلو کی جگہ ہتھیلی ہی پر رکھنا پڑا

نہ کانوں نے سننے میں - چشم و گوش نے جو کچھ بہم پہنچایا دل کی وسعت نے سب کو سمیٹ لیا - اس سے زیادہ اور کیا کہا جاے ؟

سخن عشق بدل درنہ و لب را مکشا
سراین شیشہ فروبند کہ بادے نہ خورد

اللہ اللہ دولت سعادت و قبولیت کی فراوانی ' اور سبحان اللہ بخشش و لطف غیبی کی بے پایانی ! سمندر اسکی وسعت فیض کا ایک قطرہ ' مگر یہ بھی گستاخی ہے - سورج اسکے انوار کرم کی ایک شعاع ' مگر یہ بھی نادانی ہے !

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند | و اندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند | بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند
چہ مبارک سحرے بود وچہ فرخندہ شبے | آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغان | خاک اوگشتم وچندین درجاتم دادند
ہاتف آن روز بمن مژدۂ این دولت داد | کہ ببارار عمت صبر و ثباتم دادند

دنیا کسی کے لیے کبھی نہیں بدل سکتی - لیکن اگر تم خود بدل جاؤ تو اسکو بھی یک قلم بدلا ہوا پاؤگے - تمہاری دنیا تمہارے میکدۂ شباب میں ایسی تو نہ تھی جیسی اب بڑھاپے کی پامالیوں میں نظر آ رہی ہے ؟ شام وصال میں تمہاری یہی ہر روز والی دنیا جو رعنائیاں رکھتی تھی ' صبح وداع کی اداسیوں میں کب باقی رہیں ؟

گویا نہ وہ زمیں ہے ' نہ وہ آسماں ہے اب !

جو اشارات کدے گئے ' اگر تمہارے مذاق سخن سنجی پر گراں گزرے ہوں ' تو نہ بدست انکار کے یہ بہتر ہوگا کہ انکو اسی حالت پر قیاس کرلو - ورنہ جو کچھ آنکھوں پر گذری اور جو کچھ دل کو پیش آیا ' خود اپنی ہی زبان و دماغ اس سے محرم نہیں - دوسروں کو کیا سنائدے ؟ اگر تجلی کی جگہ تبسم اور ستاروں کی جگہ افشاں کہکر عہدہ برا ہونا نہی چاہیں جب بھی سننے والے کس آسمان و زمین سے آئینگے ؟

اپنے ہر جلوہ سے آنکھوں کو، اپنے ہر نغمہ سے کانوں کو سرمستی و سر
شاری کی پیہم دعوتیں دی تھیں، اب اسکا کونہ کونہ، چپہ چپہ، ہشیاری
و بینش کا مرقع تھا، بصیرۃ و معرفت کا درس تھا ذرے ذرے کو گرم گفتار
پایا پتہ پتہ کو مکتوب و مسطور دیکھا - پھولوں نے زباں کھولی - پتھروں نے
اٹھ اٹھ کر اشارے کیے - خاک پامال نے اڑ اڑ کر پھر اشارتیں کیں آسمانوں
کو بارہا اترنا پڑا تاکہ سوالوں کا جواب دیں زمیں کو کتنی ہی مرتبہ اچھلنا پڑا
تاکہ فضاء آسمانی کے تارے توڑ لائیں فرشتوں نے تار و تھامے کہ کہیں لغزش
نہ ہو جائے سورج چراغ لیکر آیا کہ کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے سب نے نقاب
اتار دیے سارے پردے جھلملی ہوگئے سب کی انگلیوں میں اشارے تھے -
سب کی آنکھوں میں حکایتیں بھری تھیں - سب کے ہاتھ بخشش و قدولت
کیلئے دراز تھے بادل کو پکڑا تو ساز ہستی کا طنبورہ نکلا بجلی کو پاس
بلایا تو لب ہائے راز کا ایک تبسم آشکارا نکلی ہوا کے جھونکے مٹھیوں میں
آگئے مگر پھر بھی خالی رہیں - سمندر نے اپنی ساری موجیں خرچ کردیں
مگر پھر بھی ہمارے ہاتھ کا پیالہ نہ بھرا رات معدوم تھی ظلمت کی
بڑی ڈھونڈھ ہوئی مگر نہ ملی خواب و غفلت کا لاکھ پتہ پوچھا مگر
کسی نے نہ بتلایا جب کبھی آنکھیں بند کیں، سامنے دیکھے جب کبھی
کان بند ہوے، صداؤں اور نواؤں سے بھر گئے سورج نے کہا ۲ لاکھ میل
دور ہوں قطب شمالی سے روشنی اتری اور بولی ایک سکنڈ میں
ایک لاکھ نوے ہزار میل طے کرتی ہوں - مگر آنکھوں نے کہا یہ تو نار نگاہ کی
پہلی منزل ہے، اور دل ہنسا کہ اپنا پیام معلوم جب شرق کے پردوں پر آرہا ہے
تو پھر روشنی کی لنگ پالی کب اسکا ساتھ دیسکتی ہے؟ غرضکہ ہمہ حواس دہ
جاگ اٹھی اور دل رفتہ پھر نئی نئی طاقتوں اور نئے نئے سامانوں کے
ساتھ واپس آگیا عالم آفاق و انفس میں جو کچھ ہے، اس میں سے کوئی
بھی نہ بچا سکی ابرو پر گرہ یا آنکھوں میں غمزہ ہو سب کی زبانیں گویا،
سب کے اشارے آشکارا، سب کی سطریں ابھری ہوئی تھیں نہ کوئی
لب بند رہا نہ کوئی چہرہ مستور - نہ آنکھوں نے دیکھنے میں کمی کی

باقي رهگئي تهي که ایک دیگ اُتار کر دوسري چڑها دي جاے - یه کام عشق کي امیدوں سے نه هو سکا توکیا مضائقه ؟ عشق کي مایوسیوں نے تو پورا کردیا :

آں نافۂ مراد کہ میخواستم ز بخت
در چینِ زلفِ آں بتِ مشکیں کلالہ بود !

فصل

سبحان الله چارہ فرماے غیبي کي کارسازیاں ' اور رهنمائے آوارگان غفلت کي دستگیریاں ! جادۂ توفیق کب سے اپني طرف کهینچ رہا تها مگر غفلت کي درماندگي دامنگیر تهي - جمال حقیقت کب سے بے نقاب تها مگر پردۂ کجِ نظري حائل تها - کرشمۂ عنایت کب سے پکار رہا تها لیکن نفس کے هنگاموں میں دل غافل تها - ناکامي عشق نے آخري ضرب لگائي تو یکا یک آنکهیں کهل گئیں - دیکها تو ایک دوسرے هي عالم کي هوش رُبائیاں سامنے تهیں - نه وہ آسمان تها نه زمین تهي - نه وہ آفاق نه وہ انفس - جس هاتهه کی رهنمائي نے یہاں تک پہنچایا تها ' خود اُسکو بهي ڈهونڈها تو پته نه تها - گویا وہ ایک چراغ تها که جب تک رات کی تاریکي میں جلتے رہے ' دلیل راہ رہا - جب صبح هوگئي تو ضرورت نه تهي - بجها دیا گیا

نعرہ زد عشق ' دین ما بگریخت !
کفر نیز از کمین ما بگریخت !

آنکهوں کا تو یه حال تها - کان لگاے تو اندر اور باهر ' هر طرف سے صرف یهي ایک صدا اُٹهه رهي تهي :

ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت که دریں دامگه چه اُفتادست ؟

رهي دنیا جس کے میکدۂ خود فراموشي سے غفلت کے جام لنڈهاے تھے -

اے وضع احتیاط ! نہ فصل بہار ہے
گلبانگ سرو زمزمہ سنج فغاں نہ ہوا

اور معلوم ہے کہ شعلوں کی طرح بھڑکنا آساں ہے مگر تنور کی طرح اندر ہی اندر سلگنا اور حفظ و ضبط کے سارے آداب و شرائط سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے

عریاں تنی خوش ست، ولے زیب دیگرست
داماں چاک چاک و گریباں دریدہ را!

اگر نہ سچ ہے تو پھر نہ مجنوں کی دشت پیمائیوں پر رشک آتا ہے، نہ فرہاد کی شورش وکوہکنی پر اگر کسی نے عمر بھر دشت و صحرا میں نالہ و زاری کی ہو تو کی ہو یہاں ایک ایک گھڑی ایک ایک لمحہ ایسا گزر چکا ہے کہ سینکڑوں آہیں اندر ہی اندر بھٹکتی ہیں - ہزاروں سرزنشیں سینہ کے اندر ہی اندر جلتی ہیں آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی تو دل کے گوشے ہی میں طوفاں اٹھاتے رہے

انداز جنوں کونسا ہم میں نہیں مجنوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے!

اگرچہ اس معاملہ کا خاتمہ بظاہر ناکامی و مایوسی پر ہوا لیکن فی الحقیقت مقصد و مراد کی ساری شادمانی اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی اسی مایوسی سے امید کا دروازہ کھلا جو تاریکی اپنی سیہ بختیوں کی رات نظر آتی تھی، وہی صبح مقصود کے طلعت جہانتاب کا نقاب ثابت ہوئی گو قدم بتکدہ کی راہ پر تھے، مگر غبار مجاز دور ہوا تو کعبۂ حقیقت سامنے تھا

يخرج الحي من الميت و يخرج الميت من الحي و يحيي الارض بعد موتها و كذالك تخرجون! (روم)

کفر آوردیم و در عشق تو ایماں بردیم!

سارا کام پہلے تو ڈھونڈھتا تھا خرابا دنیں سے گرم تھا ہوس داری نے حنکاریوں کا نام دیا تھا عشق نے سے لے بھڑکایا پر صرف اتنی بات

عسق حوں بر سرکس حملۂ بیداد آرد
اولس مسوت نگرنختس ارپا بردد !

لیکن عجب نہیں کہ کسي کے بام بلند تک پہنچنے کیلئے بھي رنجیر کمند کا کام دے جاے - کتلے ھي راہ کے خوش مسمت ھیں جن سے سیڑھیوں کا ایک ایک زینہ نہیں گلوایا گیا کمند عشق نے ایک ھي جست میں قصر مطلوب تک پہنچادیا

بر و مطع منازلہا ' مں ریک لعرش دالے !

اور نہ یہ منزل عشق کے معاملات ھیں تجربہ کاراں راہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ اگر رندي و ھوس پرستي کی منزل میں بھي کچھہ دیر کے لیے دم لے لیا جاے تو فائدہ سے خالي نہیں کتني ھی شاہراھیں ھیں جو اسي خار زار سے نکلي ھیں

کعبہ را ویراں مکں اے عسق ' کانجا یک نعس
گہ گہے بس ماندگاں عشق منزل مي کلند !

البتہ یاد رہے کہ سعر کي کامیابي نہ تو منزلوں پر موقوف ہے نہ مختلف راھوں پر راہ کوئي ہو' قدم میں حرکت اور ھمت میں اقدام ہے تو کبھي نہ کبھي منزل مقصود تک پہنچ ھي جاؤگے خواہ راہ میں ھر درخت کے سائے تلے دم لو خواہ ھر سراے میں کمر کھولو لیکن ساري نامرادي و بے حاصلي اس کے لیے ہے ' جسکے لیے راہ و منازل کے نمایے اسطرح دامنگیر ہوگئے کہ وہیں ھمیشہ کیلئے بستر جمادیا

ہوگا کسي دیوار کے سایے کے تلے میر
کیا کام محبت سے اُس آرام طلب کو

ھوس و عسق پر کیا موقوف ہے ؟ کوئي دورمیتي منزل ہو اگر قدم آگے اٹھنے سے رک گئے ' تو وہي منزل بت ہے اور رہرو اسکا پرستار - تسنیم آزالي و دائی پرستي ھي کي منزل کہیں نہیں ' ھی شعلک عن اللہ مہو منلک - ھمیشہ ہی چلتے رہنے اور بڑھتے جانے کا نام ہے کہ

تنگ دیکھہ لیا دل سے ذ کیا خرس کم ہوے اور دل نکلے

رهــروان را خستگي راه نيست
عشق هم راهست وهم خود منزل‌ست !

گو اسکي گرفتاري بهي گرفتاري اور اِسکا اتکاؤ بهي اتکاؤ هے ' لیکن بهرحال یهی نفع کتنا بڑا نفع هے ' که اسکي بدولت کام بهت آسان و مختصر هوجاتا هے - اور آنے والي منزل کے سارے کاموں کي مشق پہلے هي سے هوجاتي هے - پہلے سو زنجیروں کو توڑنا تها تو اسکي بدولت اب صرف ایک هي زنجیر سے چهوٹنے کا معامله باقی رهگیا - پہلے هزاروں چوکهٹوں کي جبهه سائیوں سے پیشاني داغدار تهي - کس کس داغ کو مٹائیے ؟ کن کن پرستش گاهوں کو ڈهائیے ؟ اب خود بخود سب مٹ گئے - صرف ایک هي حرکت کا نشان سجده رهگیا - اور اصلي کام بهي یهی تها که پیشاني ایک هے تو سجده گاه بهي ایک هي هو - جب یہاں تک معامله پہنچ گیا اور ایک کیلیے سب کو چهوڑنے کا سبق ملگیا ' تو اس ایک کو بهي مسجود حقیقي کي خاطر چهوڑنا کیا مشکل هے ؟ ممکن هے که ایک هي جهٹکے میں یه رشتۂ آخری بهي ٹوٹ جاے ' اور پهر اس آزرکدۂ هزار پرستش سے خلیل وار صداے " انی وجهت وجهي للذی فطر السماوات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین " بلند هو :

بیفشان زلف و صوفي را بپازی و برقص آور
که از هر رقعۂ دلقش هزاران بت بیفشانی !

یہي وجه هے که اس سفرکی سب سے اقرب راه منزل مجازهي سے هوکرنکلي هے .

باده گر خام بود ' پخته کند شیشۂ ما !

اور بعض صورتوں میں تو بغیر اسکے چاره هي نہیں - گو وه خود بهي مرض هے لیکن هزاروں بیماریوں کا علاج بهي اسکے سوا کوئی نہیں

گرچه آشفتگی کار من از زلف تو بود
حل ایں عقده هم از روے نگار آخر شد !

مانا که گرفتاری عشق کی یه ایک زنجیر بهی پابندیوں کی هزاروں زنجیروں سے بوجهل هوتی هے ' اور اسکی ترکش کا پہلا تیر پاؤں هي پر لگتا هے - وحشی کرماني نے خوب کہا هے :

اُسکا دل چاروں طرف سے مدعا مسم کی کششوں کا نشانہ ہر رنجیر کے بندھن پر مرتا اور ہر علاقہ کی اُلفت میں اسیر رہنا چاھتا ہے زین للناس حب الشہوات من النساء و البنین و القناطیر المقنطرۃ من الذھب و الفضۃ و الخیل المسومۃ و الانعام و الحرث ذلک متاع الحیاۃ الدنیا (ال عمران)
پر اب اصلی کام یہ ھوا کہ یہ ساری بندشیں کٹیں اور پرستش ما سوی اللہ کی ساری رنجیریں ٹوٹیں - اسکے لیے صرف دو ھی صورتیں ھیں - یا تو کوئی ایسا طاقتور ھاتھہ آمادۂ عقدہ کشائی ھو کہ گن گن ایک ایک گرہ کھولتے ایک کے بعد ایک ' ساری رنجیریں کھلتی جائیں یا پھر ایک تلوار جسکے ایک ھی بھرپور ھاتھہ جسم زدن میں ساری بندشوں اور رنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھدے نہ ناخن گرہ کشا کی منت پذیری نہ رنجیروں کی حلقہ شماری کی انتظاری - ایک سوکھی لکڑی کے جلانے کیلیے ھزاروں تدبیریں کیجیے جب کہیں آگ سے دھواں اُٹھے - لیکن معلوم ہے کہ ھزاروں آشیانوں اور خرمنوں کیلیے بجلی کی ایک ھی نظر شعلہ بار کافی ھوتی ہے

گفتم چہ گونہ میکشی و زندہ می کنی ؟
از یک نگاہ کشت ' جوابے دگر نہ داد !

قطع علائق اور دفع موانع کی جتنی راھیں سعی و ھمت اور طلب و جستجو سے پیدا کی جاتی ھیں ' سب پہلی صورت میں داخل ھیں اور دوسری صورت جذب و عشق کی ہے یہ صرف مرشدۂ عشق کے سوا اور کسی کے ھاتھہ میں نہیں کہ ھزاروں دستوں کا کام ایک ھی وار میں پورا کردے

تو مسمند برد رھگذر عشق ' رلے
ھرکہ اس رہ نرود ' بے نہ خردل نبرد !

اسی لیے کسی مرد طریق نے کہا عشق کی بڑی سے بڑی گرفتاری بھی بے دردی و بے سوزی کی آزادی سے ھزار درجہ بہتر ہے ' اور اس راہ کی تا کامی بھی کام از قلم و مرور مندی نہیں

اور یہاں عشق سے مراد عشق محدود و ناقص یعنی مجاز ہے - نہ کہ علی الاطلاق ' کیونکہ اس اعتبار سے تو اول و آخر جو کچھہ ہے عشق ھي ہے - تمام کائنات ھستي میں بجز اسکے ہے اور کون ؟ آسمانوں کا ستون ہے تو یہي ہے - زمین کا مدار و محور قائم ہے تو اسي کے دم سے - دنیا میں جسقدر ظاهر ہے یہي ہے - جسقدر باطن ہے اسکے سوا کچھہ نہیں - یہ دوسري بات ہے کہ تمهاري نگاہ وحدت نا آشنا نے ایک ھي حقیقت کو طرح طرح کے ناموں سے موسوم کردیا ھو - کتنے ھي پردے ھیں جو اسي کم نظري و کثرت بیني نے جمال حقیقت یگانۂ و یک رنگ پر ڈال رکھے ھیں - ورنہ :

یک چراغ ست درین خانہ کہ از پرتو آن
ھر کجا مي نگري ' انجمنے ساختہ اند ا

بلاشبہ یہ بھي لغزش تھي - لیکن اُس لغزش کو کیا کہوگے جو محبوب کے قدموں پر گرادے ؟ مقصود تو ساری باتوں سے اُس تک پہنچنا ہے - اگر لغزش و مستي ھی رھنما بنجائے تو پھر کیوں نہ ھزار استقامتیں اُسپر قربان ھوں - لاکھوں ھشیاریاں اسپر سے نچھاور

گر طمع خواھد زمن سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد ازین ا

اصل یہ ہے کہ اس راہ کي کامیابي کا سارا دار و مدار قطع و وصل اور شکستگي و پیوستگي پر ہے ' اور قرب ایک منزل ہے جس تک پہنچنے کي راہ بعد ھي میں سے ھوکر نکلي ہے - یعني ایک سے ملنے کیلیے سب کو چھوڑنا اور ایک سے جڑنے کیلیے سب سے کٹنا - اس دروازہ کا کھلنا اسپر موقوف ہے کہ وہ تمام دروازے بند کردیے جائیں جو پہلے کھول لیے گئے تھے :

در قبول نظر عشق ھزاران شرط ست
اول از عادت رفتہ ندامت باشد ا

انسان کي محبوبات و مالوفات کے اتکاؤ ایک نہیں بے شمار ھیں - اسکي گردن الفتوں کي طوق کا بوجھہ ہے - اُسکے پاؤں علائق کي زنجیروں سے گرانبار -

اور اس راہ کے امرنگدوں کا کچھہ عجیب حال ہے

کہ علم سے خبر آمتاد و عقل سے حس سد !

ہرچند راہ ایک ہي ہے ' لیکن کرشمے بے شمار ہیں اور گو ہوش سب کھوئے ہیں مگر ایک ہي جلوہ سے نہیں

اے مرا تا ہر دلے رازے دگر ! ہر گدا را بر درت بارے دگر !

کوئي پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا کوئي بھاگتا ہے اور اسیر کمند ہوتے جاتے ہیں - قانون طلب و سعي سے انکار نہیں لیکن اگر وہ سے طلب دینا چاہے تو اس کا ہاتھہ پکڑنے والا کون ہے ؟ " ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات' الا فتعرضوا لہا "

کار زلف تست مشک افشاني' اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوے چیں بستہ اند !

غرضکہ اپني غفلت پرستیوں کا تو یہ حال تھا لیکن ادھر کار فرماے غیب کا فیصلہ کچھہ دوسرا ہي ہو چکا تھا

نہ دور گردیے من از غرور می خندد
حریف سخت کمانے کہ در کمیں دارم !

ناگہاں جاذبۂ توفیق الہي بردا عشق مجاز میں نمودار ہوا ' اور ہوس پرستی کی آوارگیوں نے خود بخود شاہراہ عشق و معرفت تک پہنچا دیا آگ لگتی ہے تو رفتہ رفتہ شعلے بھڑکتے ہیں سیلاب آتا ہے تو بتدریج پھیلتا ہے - یہ تو ایک بجلي تھي جو آنا فانا نمودار ہوئي چمکي اور دیکھا تو خاک کا ڈھیر تھا

مي گذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ ز کمیں
عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

اصل میں ماڑھیں تین ہي ہیں ہوس' عشق' حقیقت

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بدم ' پختہ شدم ' سوختم !

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی' ورنہ سدا
درِ قبول تو اس آرزو میں بار رہا!

بہتر یہ ہے کہ صاف صاف ہی کہدیا جاے۔

ہاں! بانگ بلند ست این' پوشیدہ نمی گویم!

گمراہی عمل کی آخری حد فسق ہے اور گمراہی اعتقاد کی الحاد - سو فسق و الحاد کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامۂ اعمال خالی رہا ہو' اور فسق خود بھی ایک کامل قسم کا عملی الحاد ہے۔

چو پرسش گنہم روز حشر خواہد شد
تمسکات گناہان خلق پارہ کنند!

قبل اسکے کہ ہم پر شہادت دی جاے' بہتر ہے کہ خود آپ ہی اپنے لیے شاہد بن جائیں۔ اقرء کتابک - کفی بنفسک الیوم لدینا رقیبا حسیبا - اور ہم شہادت دیں یا نہ دیں' خود ہمارا وجود ہی سر تاپا شہادت ہے - بل الانسان علی نفسه بصیرۃ و لو القی معاذیرہ - ہاتھہ پاؤں کی شہادت پر تعجب کیوں ہو؟ جب اس دنیا ہی میں دیکھہ رہے ہیں کہ اُسکا ہر لمحہ یوم الاشہاد کا حکم رکھتا ہے' اور خود ہمارا قرین بعل ہی دم بدم شہادت دے رہا ہے - لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ - البتہ ساری ہلاکت اسمیں ہے کہ ہنگامۂ غفلت و خود فراموشی میں نفس لوامہ کی صداے شہادت بہت کم کانوں تک پہنچتی ہے - اور پہنچتی ہے تو خود ہمارے ہی ہاتھہ سرشاری و بدمستی کے نقاروں پر اس زور سے پڑ رہے ہیں کہ اُنکے شور و غل میں یہ سرگوشی ملامت کب کام دیسکتی ہے؟ الا یہ کہ صیحۃ واحدۃ' واذا ہم خامدون! کی گھڑی سر پر آجاے۔

گوشت از بار درگران شدہ است
نشنوی نالۂ و فغان مرا!

لیکن دنیا کی ساری سچائیوں اور یقینوں سے بڑھکر یہ حقیقت ہے کہ:

کار ساز ما بفکر کار ما * فکر ما در کار ما آزار ما!

کیجئے انکے زنجیر ہو تو اُسکی کڑیاں گنیئے دل ایک تھا مگر تیر ہزاروں ھاتھوں میں تہ - نظر ایک تھی مگر جلوؤں سے تمام عالم معمور تھا ہر کشش نے اپنا تیر چلایا - ہر زلف نے اپنی کمند پھینکی ہر فسوں ساز نے اپنا افسوں محبت پھونکا ہر جلوۂ ہوس ربا نے صرف اپنے ہی دام الفت میں اسیر اور اپنی ہی فتراک اسیری کا نخچیر رکھنا چاہا

واے بر صید کہ یک ناسد و صیادے چند !

یہ بات نہ تھی کہ استقلال نے بالکل ساتھہ چھوڑ دیا ہو اور دیدۂ اعتبار یک لخت کور ہو گئی ہو نے بارہا چشمک کی ستاروں نے بھی کبھی کبھی پردۂ شب کی اوٹ سے جھانکا ' لیکن رات کی تاریکی اور طوفاں کی تیرگی ایسی نہ تھی جو ان چنگاریوں سے روشن ہوجاتی - وہ برابر بڑھتی ہی گئی

فرصت ز دست رفتہ و حسرت شمردہ ہاے

کار از دراگذشتہ و افسوس نہ کردہ کس !

کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا تو سر بلندی و سرفرازی کیلئے دل خوں ہوا کبھی سبزۂ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑگئی تو اپنے پندار و خود پرستی پر شرم آئی کبھی باد صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمائی - کبھی آب رواں کی بے قیدی و بے دغدغی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھہ ماتم کیا پھولوں کو جب کبھی مسکراتے دیکھا تو اپنی آنکھوں نے بھی رونے میں کمی نہ کی ' اور درختوں کو جب کبھی جلنس ہوئی شاخوں نے جھوم جھوم کر وجد کیا تو اپنی سنگدلی و بے حسی بھی ضرور یاد آگئی غرضکہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعداد بالکل مفقود تھی بجلیاں کوندتی رہیں بادل گرجتے رہے لیکن افسوس کہ نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پست غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی تھی

آنکھیں کھلیں تو عہد شباب کی صبح ہوچکی تھی ' اور خواہشوں اور ولولوں کی شبنم سے خارستان ہستی کا ایک ایک کانٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا - اپنی طرف دیکھا تو پہلو میں دل کی جگہ سیماب کو پایا - دنیا پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس صبح فریب کیلیے نہ تو سورونیش کی دوپہر ہے - نہ نا امیدی و ناکامی کی شام - نہ سارا شہرستان امید اور نگار خانۂ نظر فریب صرف ایک ہمارے ہی دیدۂ و دل کی کامجوئیوں کیلیے بنا ہے' اور گویا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ ہماری ہوسناکیوں کیلیے چشم براہ ہے - جس طرف کان لگایا ' یہی صدا سنائی دی - معلوم نہیں اپنی ہی گنبد غفلت اور ہنگامۂ ہوس کی گونج تھی - یا تو گرفتاران طلسم شباب کی ہوش ربائیوں کیلیے خود ساز ہستی کا نوائے فریب ہی یہی ہے '

شہریست پر زخوبان ' وز ہرطرف نگارے

یاران صلائے عام ست گرمی کنید کارے !

غفلت و مدہوشی نے افسوں پھونکا ' سرمستی و سرگرانی نے جام بھرے ' جنون شباب نے ہاتھہ پکڑا ' اور ولولوں اور ہوسوں نے جو راہ دکھلائی ' دل کی خود فروشیوں نے اسی کو منزل مقصود سمجھا - ہوش و خرد کو گو پہلے حیرانی ہوئی لیکن پھر اس نے بھی آگے بڑھکر اشارہ کیا - راہ ہے تو یہی راہ ہے اور وقت ہے تو اسی کا .

ساقیا مرہم ار من عالم جوانی ہا ست !

جس طرف نظر اٹھائی ' ایک صنم آباد الفت و پرستش نظر آیا جسمیں مندروں اور مورتیوں کے سوا کچھہ نہ تھا - ہر مندر جبین نیاز کا طالب - ہر مورتی دلفروشی و جانسپاری کیلیے وبال ہوش - ہر جلوہ برق تمکین و اختیار - ہر نگاہ بلائے صبر و قرار .

الفراق اے صبر و تمکین ! الوداع اے عقل و دین !

جس راہ میں قدم اٹھایا ' زنجیروں اور کمندوں نے استقبال کیا - جس گوشے میں پناہ لی ' وہی زندان ہوش و آگہی نکلا ایک قید ہو تو ذکر

همسایہ سنید نالہ ام ' گفت
" خاقانی را دگر سپ آمد ! "

ایک صبح امید تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی

همچو عیدے کہ در ایام بہار آمد و رفت !

ایک شام مایوسی تھی جسکی تاریکی کو امید کا کوئی چراغ روشن نہ کرسکا

بجھا ہے دل جب سے مجھ حزیں کا ' چراغ جلتا نہیں کہیں کا !

یا امید و حسرت کے دو دن ایک ہوس بعمر میں بسر ہوا ایک ماتم تقریب میں ایک دن دئے جلتے رہے دوسرے دن دیکھا توراکھہ کا ڈھیر تھا جس پر جوب جی بھر کے آنسو بہاے

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش ست !

اور طالب کلیم نے چار مصرعوں میں پوری سرانجام عمری لکھدی

بدنامی حیات دو روزے نہ بود بیش
آنہم کلیم با تو چگویم چساں گذشت ؟
یک روز صرف بستن دل شد باین و آں
روزے دگر بکندن دل زیں و آں گذشت !

اور در اصل اس سعدگاہ ہستی کی تیزی سے تیزی مہلتوں کا بھی یہی حال ہے لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحاھا اور قالوا لبثنا یوما او بعض یوم ! کلیم کو معلوم نہ تھا کہ اُس سے پہلے بھی مضمون زیادہ ایجاز بلاغۃ کے ساتھہ کہا جاچکا ہے

و متی یساعدنا الوصال ' و دھرنا
یومان ' یوم نوی و یوم صدود !

عہد طفلی ایک خواب عیش تھا
حیف صد حیف کہ ما زود خبردار شدیم !

یقولون هل بعد الثلاثین ملعباً ؟

فقلت و هل قبل الثلاثین ملعبا ؟

قریب ہے کہ چشم زدن میں یہ منزل بھی پیچھے رہجائے ' اور آگے کا حال کچھہ معلوم نہیں

کس نمی گویدم از منزل آخر خبرے

صد بیابان بگذشت و دگرے درپیش ست !

جتنی زندگی گزر چکی ہے ' گردن موڑ کر دیکھتا ہوں تو ایک نمود غبار سے زیادہ نہیں ' اور جو کچھہ سامنے ہے ' وہ بھی جلوۂ سراب سے زیادہ نظر نہیں آتا - قلم درماندہ تذکرۂ و نگارش سے عاجز ' اور فکر گم گشتہ حیران اظہار و تعبیر - اپنی سرگذشت و روئداد عمر لکھوں تو کیا لکھوں ؟ ایک نمود غبار و جلوۂ سراب کی تاریخ حیات قلمبند ہو تو کیونکر ہو ؟ دریا میں حباب تیرے ہیں - ہوا میں غبار اُڑتا ہے - طوفان نے درخت گرادیے - سیلاب نے عمارتیں بہادیں - عنکبوت نے اپنی پوری زندگی تعمیر میں بسر کردی - مرغ آشیاں پرست نے کوڑے کوڑے سے چنکر تنکے جمع کیے - خرمن و برق کا معاملہ - آتش و خس کا افسانہ - ان سب کی سرگذشتیں لکھی جاسکتی ہیں تو لکھہ لیجیے - میری پوری سوانح عمری بھی انہی میں مل جائیگی - نصف افسانۂ اُمید اور نصف ماتم یاس !

عاشق نہ شدی ' محنت اُلفت نہ کشیدی

کس پیش تو غم نامۂ ہجران چہ کشاید ؟

پہلے مجسم امید تھا - اب سرتا سر حسرت ہوں

مختصر حال چشم و دل یہ ہے

اِسکو آرام ' اُسکو خواب نہیں !

اس پر بھی اگر داستانسرائی کا شوق ہو تو اِن پورے تیس برسوں کی سرگذشت سن لیجیے - حکایت برق و خرمن کوئی افسانۂ دراز نہیں جسکے لیے پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑے - صرف ایک نالۂ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے

تو پھر نہ اس حرماں نصیبی کیلئے کبھی امید ہے نہ اِس ماتم حسرت کیلیے کبھی خاتمہ تخت اسکندری اور تخت جمشیدی بھی ہاتھہ آئے تو لیکر کیا کیجیے ؟

گر بدانم کہ وصال تو بدین دست دهد
دل و دین را همه در بازم و توفیر کنم !

آبائی وطن دہلی مرحوم ہے

سلام علی نجد ' و من حل بالنجد !

مگر وطن مادری سرزمین مطہر طیبہ ' ودار الهجرة سید الکونین وشہرستان نور و وحی ہے قبلۂ عبادت گذاران عشق ' وکعبۂ نماز مندان شوق - علی صاحبها الصلوٰۃ و التحیہ

دارم دلے گردان ' کہ من قبلہ نما میخوانمش
رو سوے ابرویش کند ' هرچند مي گردانمش

اور وطن حقیقی کي نسبت کیا کہیے کہ بحکم " کن في الدنیا کانک غریب " هم سب غربت سراے ارضي کے آوارۂ و مسافر تمام مسافران هستی ایک هی قافلۂ عدم کے رهسپار سب کو ایک هي مستقر و موطن درپیش البتہ کسي کیلئے ساءت مستقرا و مقاما میں داخل ' اور کسي حرص نصیب کیلئے حسنت مستقرا و مقاما

و ابـــرح ما یکـــون الشـــوق یوما
اذا دنت الخیـــام مـــن الخیـــام !

مولد و منشاء طفولیت " وادي غیر ذي زرع " عند بیت الله المحرم ہے یعنی مکۂ معظمہ زاد الله شرفاً وکرامۃ محلۂ قدوہ متصل باب السلام

بلاد بها نیطت علی تمائمي و اول ارض مس جلدي ترابها !

اسوقت کہ سنہ ۱۳۳۵ هجري قریب الاختتام ہے ' قافلۂ برق رفتار عمر منزل ثلاثین تک پہنچ چکا

والد مرحوم نے تاریخی نام ــ " فیروز بخت " رکھا تھا ' اور مصرعۂ ذیل سے ہجری سال کا استخراج کیا تھا :

" جوان بخت و جوان طالع ' جوان باد ! "

سبحان اللہ بخت کی فیروزی اور طالع کی ارجمندی ! نیمۂ عمر لغزشوں اور ٹھوکروں کی پامالی و درماندگی میں بسر ہوچکی - نیمۂ عمر جو شاید باقی ہے ' دم لینے اور سستانے میں ختم ہو رہی ہے - نہ منزل مقصود کا پتہ ہے - نہ شاہراہ منزل پر قدم - جب پاؤں میں تیزی اور ہمت میں جوانی تھی تو رہ نوردی و منزل طلبی کا دروازہ نہ کھلا - اب پامالیوں اور افتادگیوں سے نہ قدم میں پامردی رہی نہ ہمت میں کار فرمائی ' تو طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی - راہ دور اور نشان منزل گم - کیسۂ راہ خالی اور سروسامان کار ناپید - وقت جاچکا ' اور ہر آن و ہر لمحہ کاروانِ مقصود سے دوری اور منزل مراد سے مہجوری بڑھتی گئی - اب قدم کی تیزی اور ہمت کی چستی واپس بھی ملجائے ' پھر بھی وہ دولت وقت کب واپس ملسکتی ہے جو لٹ چکی ؟ اور وہ قافلۂ امید کب پس ماندگان غفلت کی خاطر لوٹ سکتا ہے جو جا چکا ؟

رفتم کہ خار از پاکشم ' محمل نہاں شد از نظر
یک لمحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد !

ساری فیروز بختی و جواں طالعی کا معاملہ آج نہیں کل فیصل ہونے والا ہے - یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ - اصلی فیروز مندی وہاںکی فیروز مندی ہے ' اور جواں بخت وہی ہے جو آس آنے والے دن کی آزمایش میں پورا اُترے - لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ ! - اگر وہاں روح و ریحان و جنت النعیم اور فوز عظیم کی فیروزی و کامرانی ہاتھہ آئی ' تو پھر بخت بخت ارجمند ہے اور طالع طالعِ بلند - لیکن اگر وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ ' ترہقہا قترہ اور لا بشری یومئذ للمجرمین کی رسوائی و مایوسی ملی '

فصل

گفتی کہ چرا احوال دل زار نہ گوئی؟
من خود کنم آغاز، بہ پایان کے رساند؟

ن اوراق پریشاں کی تالیف کا باعث ایک دوست عزیز کا اصرار تھا اب وہ مصر ھیں کہ خود اپنے حالات بھی قلمبند کروں اس تمام داستاں سرائی کے اھتمام سے انکا اصلی مقصد بھی تھا ھرچند معذرت کی مگر مسموع نہ ھوئی ناچار تعمیل فرمائش کیلیے مستعد ھونا پڑا - کئی سو صفحے ورق دلاں سلف کے تذکرۂ آثار و مناقب سے نورانی ھوچکے ھیں اب دو چار صفحے اپنی سیہ روزیوں اور سیہ بختیوں کے سواد تحریر سے بھی سیاہ کرتا ھوں کہ " تعرف الاشیاء باضدادھا "

در مجلس رندان همه کشتۂ مردان
چون دور بخسرو آمد می در سبو ماندہ !

نہ غرائب الدیار عہد وتا آشنائے عصر، بیگانۂ خویش، نمک پروردۂ ریش، معمورۂ تمنا، و خرابۂ حسرت، کہ موسوم بہ احمد و مدعو بابی الکلام ھے، سنہ ۱۸۸۸ع مطابق ذوالحجہ ۱۳۰۵ ھجری میں ھستی عدم سے اس عدم ھستی نما میں وارد ھوا، اور تہمت حیات سے متہم الناس نیام، اذا ماتوا انتبہوا

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ، غنودیم

نوٹ

اصل مسودہ میں اسکے بعد دوسرا باب حضرۃ شیخ محمد بن شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تھا اور اسپر انہوں نے اپنے والد مرحوم کے مادری سلسلے کا حال ختم کردیا تھا - اسکے بعد تیسرے باب میں انکے جد امجد حضرۃ شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ہیں ' اور پھر مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے - چونکہ بعض وجوہ سے اب کتاب کو دو حصوں میں شائع کرنا مناسب نظر آیا ' اسلیے پہلے حصہ کو یہیں ختم کردیا جاتا ہے - دوسرا حصہ باب دوم سے شروع ہوگا - اسی کے ساتھہ خود مولانا کے حالات کا حصہ بھی ملادیا جائیگا جو خاکسار نے مرتب کیا ہے - البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتمۂ کتاب کی ایک فصل جسمیں مولانا نے اپنے انداز خاص میں خود اپنے حالات کی طرف چند اشارات کیے ہیں اور جن سے اس تذکرہ کے زمانۂ تحریر کے حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے ' اسی حصہ کے آخر میں درج کردی جاے ' تاکہ اس جلد کا اختتام بھی بالا جمال مولانا ہی کے حالات پر ہو - اگرچہ ان شاعرانہ اشارات سے ان عقیدت مندوں کی پیاس نہیں بجھیگی جو آپکے مفصل حالات کے لیے تشنہ ہیں -

فضل الدین احمد

کي بات هے؛ اور کیوں ہم اسکو خلاف عقل سمجھیں؟ یہ ساري باتیں جنکا امکان انساني دماغ میں آسکتا هے عقل کے مطابق هیں اُن میں سے کوئي بھي خلاف عقل نہیں البته اسکا کیا علاج که خود تمهاري هی عقل راہ خلاف میں گم هے تم نے تو آجتک یہ موٹی سي بات بھي نه سمجھي که کسي بات کے ما وراۓ عقل هونے سے یہ لازم نہیں آتا که خلاف عقل بھي هو

سر روحانیاں داري ولے خود را نه‌بیني
بخواب خود درا تا قبلهٔ روحانیاں بیني ا

" العــاقبــة للمتــقین "
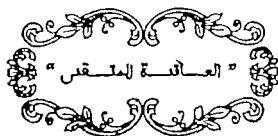
ظلم کا نتیجہ جلد یا بدیر تباہی ہے - لیکن چونکہ اسپر پورا یقین نہیں ' اسلیے کبھی تمھیں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ کسی ظالم کی نسبت جزم و تحدی کے ساتھہ دعوی کرسکو کہ ظلم کا زہر عنقریب رنگ لائیگا - حالانکہ اگر ایسا کرو ' تو اس قانون حق کا بنانے والا کبھی تمھیں جھوٹا ہونے نہ دے اور یہ بات بھی ویسی ہی سچی اور بدیہی نکلے جیسے زہر سے موت اور آگ سے جلنا - برخلاف اسکے جب ایک داناے محقق و صاحب ایمان و ایقان کبھی کدھار نکل آتا ہے ' اللہ اسکے دل کو نور یقین کامل و علم حقیقت سے معمور کر دیتا ہے - تو اسکو جسقدر یقین دن کی روشنی اور رات کی تاریکی پر ہوتا ہے ' اس سے کہیں زیادہ قانون حق و باطل و آئین صلاح و فساد پر ہوتا ہے - وہ حالات دیکھکر بلا تامل بتلا دیتا ہے کہ آج جو کچھہ ہو رہا ہے ' کل کو اسکا نتیجہ یہ نکلیگا - اگر اجتہاد میں اس سے غلطی نہ ہوئی ' تو دنیا دیکھہ لیتی ہے کہ ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ظہور میں آتا ہے - اسپر تم سب تعجب کرتے ہو - حالانکہ اگر ایمان کی طاقت سے کام لو اور قوانین الہی کو علم و نظر صادق کے ساتھہ حالات و حوادث پر منطبق کرو ' تو تم سب بھی ویسی ہی پیشین گوئیاں کرسکتے ہو جیسی ایک شخص خاص کرتا ہے ' اور الہام حق کا دروازہ ایمان کامل کا ہاتھہ تم سب پر کھولدے سکتا ہے - عرفی یہی حقیقت کہتا ہے :

هرکس نه شناسندهٔ راز ست ' وگرنه
ایں ها همه راز ست که معلوم عوام ست !

قرآن نے جابجا بتلا دیا ہے کہ مصلحین حق و آمرین بالمعروف کا قتل کسی جماعت کی تباہی کا سب سے آخری کام ہوتا ہے - و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس (نساء) اور ظلم کے ساتھہ کبھی فلاح جمع نہیں ہوسکتی انه لا یفلح الظالمون (یوسف)

هیچ قومی را خدا لعنت نکرد تا دل صاحب دلے نامد بدرد

مصلحین حق قتل ہو رہے تھے - ظلم کا بازار گرم تھا - یہ دیکھکر اگر حضرۃ شیخ داؤد نے آنے والے نتائج کی پہلے سے خبر دیدی تو کونسی اچھنبے

طوائف الملوکوں میں بسر ہوا ۔ بالاخر سیم علائی کے واقعہ کے چارسال بعد سنہ ۹۶۱ میں ہمایوں سیلاب کی طرح حیدر کی بلندیوں سے اترا ' اور دیکھتے ہی دیکھتے پٹھانوں کی حکومت خس و خاشاک بنکر بہہ گئی - انکی حکومت بہت سی خوبیاں بھی رکھتی تھی عدلی و سکندر آخر تک اسربیاں لڑاتے رہے ' مگر کوئی بات بھی کام نہ آئی شہیداں حق کا خون رنگ لے بغیر نہ رہا

چنداں امان نہ داد کہ شب را سحر کند !

ان معاملات کو صاحب تذکرہ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے چونکہ علم تاریخی واقعات ہیں ' اسلیے قلم انداز کرتا ہوں - باقی رہا حضرۂ موصوف کی پیشین گوئی کا معاملہ اور اسکا ظہور ' تو یہ بات اصحاب نظر کے لیے ذرا بھی تعجب انگیز نہیں اگر ایک تجربہ کار طبیب سال بھر پہلے کہدیسکتا ہے کہ مریض جانبر نہوگا ' اور اگر ایک جاہل مگر سالخوردہ دہقان ہوائیں دیکھکر اور موسم کے تدریجی آثار جانچکر بتلا دیسکتا ہے کہ بارش ہوگی یا نہیں ؟ تو پھر کیوں تعجب ہو اگر ایک طبیب امت اور موسم شناس عالم معنی و حقیقت حالات و علائم دیکھکر پکار اٹھے کہ حکومت مٹنے والی ہے ' اور امت کی نزع کا وقت آگیا ؟ یا موسم حلد بدلنے والا ہے ' اور قریب ہے کہ طوفان افق پر چھا جاے ؟ اور یہ مثال بھی اسلیے دی تاکہ تمہارے فہم کی نا رسائیوں پر گراں نہ گزرے ورنہ اصل حقیقت کا نقشہ اس سے بھی بلند تر کھینچا جاسکتا ہے اور جمال حقائق تمثیلوں کی حجاب آرائیوں کا متحمل نہیں عرفی نے خوب کہا ہے

تو حقائقی ' زیور مہ شناس نور حور میکس
ترا سود ایں بود ' گر لور حور بیلی زیاں تنی !

اس سے بھی آسان اور موٹی سی بات کہتا ہوں اللہ کے قوانین و سنن معنویہ اسی طرح اٹل ہیں جسطرح مادیہ اسکو تم مانتے ہو لیکن چونکہ اامر ویسا یقین نہیں رکھتے جیسا جسمانی قوانین مادہ پر ہے ' اسلیے جزم و قطع کے ساتھہ کبھی کوئی بات نہیں کہہ سکتے ہر شخص کہتا ہے کہ

مدرسین نے ملکر مرتب کیا ہے - اسمیں بہ تقلید ندوہ درجۂ تکمیل بھی رکھا ہے اور تکمیل اصول میں شرح اصول بزدوی منتخب کی ہے - لیکن اسکا نام یوں لکھا ہے "کشف للبزدوی" حالانکہ امام بزدوی کی "کشف" نامی کوئی کتاب سماء دنیا کے نیچے موجود نہیں - البتہ علاء الدین بخاری نے اصول بزدوی کی ایک شرح "کشف الاسرار" ضرور لکھی ہے اور قسطنطنیہ میں چھپ گئی ہے - غالباً حضرات محررین نصاب نے اسی کا ذکر کہیں سن پایا ہے- خود تو کتاب دیکھی نہ تھی - سمجھہ لیا کہ بزدوی کی کتاب ہی کا نام "کشف" ہوگا - جب یہ حال ایک مدرسہ کے تمام مدرسین کی مجموعی معلومات کا ہے، تو فرداً فرداً جو حال ہوگا اسکا کیا پوچھنا ؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس نصاب میں ایک خانہ دینیات شیعہ کا بھی ہے - کلام و عقائد میں سنیوں کیلیے شرح عقائد وغیرہ اور شیعوں کیلیے "تنزیہہ الانبیاء" رکھی ہے - گویا "تنزیہہ الانبیاء" مثل شرح عقائد وغیرہ کے شیعہ علم عقائد کی کوئی کتاب ہے - حالانکہ کتاب مذکور علامہ شریف علم الہدیٰ کی ہے۔ اور اسکا موضوع علم عقائد و توحید نہیں ہے، بلکہ عقائد کا صرف ایک مسئلہ - یعنی عصمت انبیاء -

فصل

صاحب تذکرہ لکھتے ہیں - سلیم شاہ کی درویش آزاریاں دیکھکر حضرۃ شیخ داؤد نے فرمایا تھا - اب پٹھانوں کے زوال و ہلاکت کا وقت آگیا - اس پیشین گوئی کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تھا - لوگوں کو اسقدر وثوق تھا کہ صبح شام اسکے ظہور کا انتظار کرتے تھے - چنانچہ بالاخر ایسا ہی ہوا - سلیم شاہ کے بقیہ دو سال حیات بڑی ہی بد حالیوں میں کٹے - موت ایک ایسے مرض سے ہوئی کہ کوئی حکیم تشخیص نہ کرسکا - پھر اسکا لڑکا فیروز قتل ہوا اور ہمیشہ کیلیے نسل منقطع ہوگئی - اسیطرح عدلی اور سکندر کا پورا زمانہ

هولي مدرے پاس موجود ہے شیخ رحیۃ گجراتي کي شرح بھي عرصہ تک دیار دکن و گجرات میں متداول رهي - مولانا منور الدین کے حالات میں پڑھوگے کہ اُنکے زمانے تک درسیات میں داخل تھي مولانا شمس الدین یحیی حضرۃ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مشہور خلفاء میں سے هیں شرح مشارق میں لکھتے هیں کہ میں مولانا ظہیر الدین بھکري سے اصول بزدوي پڑھتا تھا ایک دن خواجہ صاحب کي خدمت میں گیا تو پوچھا کیا پڑھتے هو؟ عرض کیا اصول بزدوي فرمایا - اس کتاب کے فلاں مقام کا مطلب کیا ہے؟ میں کچھہ جواب نہ دیسکا کہ وہ مقام خود میرے درس میں بھي صاف نہیں هوا تھا پھر خود انھوں نے نہایت عالمانہ تقریر کي اور اُس مشکل کو حل کردیا

بہرحال موجودہ عہد کے مقابلے میں وہ زمانہ پھر بھي غنیمت تھا کہ صرف شرح منار اور تلویح ہر تو قناعت نہیں کرلي تھي؟ اصول فقہ حنفي کو سب سے پہلے پانچ شخصوں نے مرتب و منظم کیا اور کتابیں لکھیں - امام کرخي (متوفي سنہ ۳۴۰) امام ابوبکر جصاص (سنہ ۳۷۰) امام دبوسي صاحب تاسیس (سنہ ۴۳۰) امام سرخسي (سنہ ۴۸۳) امام بزدوي (سنہ ۴۸۲) انکے بعد جسقدر کتابیں لکھي گئیں ' سب کي امہات یہي هیں پس متاخرین کي متعددات درسیہ کے مقابلہ میں امام بزدوي کي کتاب بدرجہا بہتر اور ارباب شروح کي تمام بدعات تعبیر و بیان سے پاک ہے یہ کتاب جب عام طور پر داخل درس تھي تو یقیناً همارے زمانے کے دماغ سوختگان نور الانوار و تلویح سے اس زمانے کا پایۂ علمي بلند تر هوگا اب تو اکثر مقامات میں بزدوي تلویح کا پڑھنا پڑھانا بھي متروک ہے حروف معاني کي بحث تک جسکے سبق هوگئے ' سمجھنے لگتا ہے کہ وقت کا اصولي اور فقہ کا امام هوگیا!

اصول بزدوی کا پڑھنا پڑھانا ایک طرف اب تو یہ حال ہے کہ بہتوں کو اسکا اور اُسکے مصنف کا نام بھي شاید معلوم نہیں اسي هفتہ ایک نیا نسخۂ نصاب تعلیم میرے پاس آیا ہے جسکو ایک مشہور مدرسہ کے تمام

" جامع معالی علم شریعت و طریقت - از اول عمر ، شغل حدیث و تقوی و صلاح ورزیده ، و از عصبیت [illegible] تعدیل علم [illegible] در تہذیب اخلاق و تبدیل صفات موفق شد - [illegible] [illegible] فصل الہی [illegible] طریق [illegible] حضرۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] " (۱)

حضرۃ شاہ عبد الحق محدث جس دور علم و تعلم کے بانی ہوئے ، اسکی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں کہ ملک کی عام زبان تھی ، تصنیف و تالیف کی بنیاد ڈالی - خود شاہ صاحب نے مشکواۃ وغیرہ " ترجمہ کیا - پھر انکے صاحب زادہ شیخ الاسلام نور الحق نے صحیح بخاری کا - لیکن تذکرۃ الواصلین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بھی مولانا جمال الدین ہی " شروع کردہ ہے - انہوں نے صحیح بخاری کی فارسی میں ایک شرح لکھی تھی جو کتاب الدعا تک مکمل ہوئی تھی ، اور اس زمانے میں نہایت مشہور و متداول تھی - انکی دوسری تصنیف اصول بزدوی کی شرح ہے - صاحب تذکرہ نے شاہ عبد الحق صاحب کا قول نقل کیا ہے " از تصنیفات اوست شرح اصول بزدوی کہ امروز در تمام دیار ہند مشہور است و در طلبہ [illegible] مقبول "

شاہ صاحب کے اس جملہ سے ، اور نیز دیگر موارد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں اصول بزدوی عام طور پر داخل درس تھی - اسی لیے متعدد علماء ہند نے اس عہدوں میں اسکی شرحیں اور حاشیے لکھے - قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بعض امر تک شرح لکھی تھی جسکو شیخ عیسی جونپوری نے پورا کیا - حضرۃ مولانا منور الدین کے قلم سے لکھی

---

(۱) شاہ صاحب کی یہ عبارت میں نے والد مرحوم کے رسالہ سے نقل کی ہے - والد مرحوم نے انکے مکتوبات کا حوالہ دیا ہے - لیکن مکتوبات کا جو مجموعہ " ارسال المکاتیب و الرسائل " کے نام سے متداول ہے ، اسمیں یہ عبارت نہیں ملی - شاہ صاحب نے اپنی تصنیفات کے تذکرہ میں متعدد مجموعہ ہائے مکاتیب کا ذکر کیا ہے -

یہ شہادت دیکھکر طبیعت کو نہایت درجہ خوشی ہوئی کہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ خیال کسدرجہ سرور قلب و کیف دماغ کا باعث ہوا کہ الحمد للہ علم حدیث و سنۃ کی خدمت و چاکری کی سعادت سے ہمیشہ یہ خاندان ممتاز رہا ہے' اور "برنگ مقدس" نور سنۃ اور "با اہل دنیا کارے نہ داشتن" کی دولت ابتدا ہی سے ہم خاک نشینان مقرو نامرادی کے حصے میں آئی ہے - عجب نہیں کہ یہ بادہ کہن وقت کی خمار آلودگیوں کے علی الرغم پھر جام و مینا کی گردش تک پہنچے' اور یہ سرمستی پارینہ دوبارہ سے ترکیب پا کر ہنگامۂ گذشتہ اور شورش رفتہ کی دست افشانیوں اور پاکوبیوں کا عالم پھر از سرنو تازہ کردے

نہ بدمستی سرو گرمتہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ پر دارد !

سبحان اللہ' عالم مقرو نامرادی کی عظمتیں' اور بوریائے استغناء و قناعت کی شہنشاہیاں ! اگر مولانا موصوف کے حالات میں ہم پڑھتے کہ وقت کے خانخاناں اور امیر الامراء ہیں' بلکہ تاج و تخت کے مالک اور ملکوں کے حکمراں ہیں' جب بھی نہ کیفیت و سرور کب حاصل ہوتا جو اس ایک جملہ میں موجود ہے کہ "با اہل دنیا کارے ندارد !" انکی دنیوی عظمتوں کی نامہ نگاری میں اگر دربار اکبری اور اکبر نامہ بھی ملجاتا تو وہ بھی اس ایک سہادت کے آگے ہیچ تہا - دنیا داری و حکومت پرستی کی ایک ایسی عالم آشوبی میں جیسی کہ انکے عہد میں تھی' اگر "با اہل دنیا کارے نہ داشتن" کا معاملہ رکھتے ہیں' تو صرف اس واقعہ کی یاد ہی ہماری سرگرانیوں کیلیے کفایت کرتی ہے - زمانہ کی ساری نامرادیوں اور بے مہریوں کے ساتھہ بھی ایک بدمست زندگی بسر کردینے کیلیے اس جام کہنۂ استغنا کا ایک جرعۂ عالم فراموش کافی ہے

هنيئاً لأرباب النعيم نعيمها ۔۔۔ وللعاشق المسكين ما يتجرع !

دوسری شہادت حضرۃ شاہ عبد الحق محدث کی ہے کہ انکے معاصر ہیں' اور انکی زندگی ہی میں لکھہ رہے ہیں

بھي نه چل سکي ' اور رفته رفته درسييات نے وہ شکل اختيار کرلي جو اب درس نظاميه کے نام سے تمام ملک ميں رائج ھے اور جسکا غالب حصه معقولات پر اور وہ بھي بطريق قدماء نہيں ' بلکه متون و شروح و حواشي متاخرين پر مشتمل ھے -

ليکن اس عام حالت ميں کبھي کبھي مستثنيات کے فلتات تبديلي بھي پيدا کرديتے تھے - شيخ رفيع الدين سلامي لودھيوں کے زمانے ميں ھندوستان آئے اور علامۂ دواني کي مصنفات کے ساتھه علم حديث کا ذوق بھي اپنے ساتھه لائے - انھي کے شاگرد مولانا جمال الدين بھي تھے - ان بزرگوں نے علم حديث کا ذوق علماء ھند ميں پيدا کيا - مولانا جمال الدين کے آخري عہد ميں شيخ عبد الحق حجاز سے واپس آئے - الله نے انکي عمر مبارک ميں بڑي برکت دي ' اور انکي تدريس و تصنيف نے ايک پورا سلسلۂ تعليم ملک ميں قائم کرديا - ايسي ھي مستثنى حالت ھندوستان کے ساحلي مقامات کي بھي رھي ھے - مثلاً گجرات وغيرہ جہاں شيخ علي متقي اور شيخ عبد الوھاب اور شيخ طاھر وغيرہ اصحاب حديث پيدا ھوے - شيخ عبدالحق انھي بزرگوں سے فيض ياب ھوے تھے -

مولانا جمال الدين کے ذوق حديث کي نسبت ابتدا ميں جو کچھه معلوم ھوا ' اسکی بنیاد صرف تذکرۂ الواصلين اور والد مرحوم کا رساله تھا - ليکن اب منتخب التواريخ ميں انکے حالات ديکھے تو پوري طرح اس بات کي تصديق ھوگئي - ملا بدايوني نے ايک خاص باب ميں صرف ان اکابر عہد کا ذکر کيا ھے جن سے وہ ملسکے ھيں اور تلمذ و اجازت حاصل کي ھے - اسي باب ميں مولانا کا ذکر اسطرح کرتے ھيں :

" علم حديث را خوب ورزيدہ - در صحبت اھل فقر و فنا رسيدہ - مدت مديدست که لذت آں وادي دريافته - و توفيق استقامت و استدامت براں رفيق او گشته - با اھل دنيا کارے ندارد - و بافادہ و افاضۂ طلاب علم مشغول ست " (جلد ۳ - صفحه ۱۱۳)

استاد وقت تسلیم کیے گئے علی الخصوص علم حدیث کے درس و اشاعت
میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے دھلی میں اسوقت صرف وھی ایک
بزرگ تھے جنکے یہاں محدثین کے طرز پر (۱) کتب صحاح کی تعلیم
ھوتی تھی طلباء دوسری جگہوں سے فراغت حاصل کرکے اُنکی خدمت
میں پہنچتے اور علم حدیث میں استفادہ کرتے اس امر کی اس سے
بھی تائید ھوتی ہے کہ مولانا ممدوح شیخ رفیع الدین سلامی شاگرد حافظ
سخاوی کے شاگرد تھے ' اور شیخ موصوف پہلے شخص ھیں جنکی وجہ سے
ھندوستان میں علم حدیث کے درس و نظر کا چرچا پھیلا

ھندوستان میں اسلامی علوم مغلوں کی حکومت کے ساتھہ آئے
مغلوں کا وجود ھی اسلامی تنزل کی پیداوار تھا اسلیے گویا یہاں علوم
اسلامیہ کے درس و تدریس کی بنیاد ھی تنزل سے پڑی اکبر کے عہد سے
پہلے تک تعلیم زیادہ تر فقہ و اصول میں محدود تھی اُن
وقتوں کے فقہی مناظرات وغیرہ سے معلوم ھوتا ہے کہ اُسکا پیمانہ
بھی چنداں بلند و وسیع نہ تھا اسی اثناء میں علامۂ تفتازانی کی
درسیات کی عام مقبولیت و اشاعت کی ھوا چلی اور ھندوستان
میں بھی گھر گھر پھیل گئی - نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے پہلے مفتاح
سکاکی بلاغۃ میں اور اصول بزدوی وغیرہ اصول میں پڑھی پڑھائی جاتی
تھیں اب وہ بھی چھوٹ گئیں سارا دار و مدار علامۂ موصوف کے مختصرات
و شروح پر آکر رھگیا علامۂ تفتازانی کی درسیات کی مقبولیت علوم درسیۂ
اسلامیہ کے تنزل کی سب سے بڑی بنیاد ہے پھر اکبر کے عہد میں ایران و ولایت
سے معقولات کا نیا سیلاب اُٹھا میرزا فتح اللہ شیرازی وغیرہ نئے نئے حاشیے اور
شرحیں آئے میرزا جان وغیرہ کی کتابوں کی اشاعت ھوئی یہ لوگ
امارت و وزارت کی حکمرانیاں بھی رکھتے تھے وقت کا دربار مذھبی چرچوں
سے بے میل تھا اسلیے معقولات کی گرم بازاری کے سامنے فقہ و اصول کی

---

(۱) اصل عبارت میں " بہ رنگ محدثین " ہے یعنی اُس عہد کے
عمدۂ علماء اور فقہاء کے طریقہ پر نہیں

مسلمانوں پر حلال ہوگیا - یہود و نصاری اور مشرکین کو مسلمانوں کی بستیوں میں امن ملسکتا ہے لیکن اُس بدبخت کیلیے کہیں پناہ نہیں - گھر سے بے گھر ہونا پڑا ' مردود و مطعون خلائق وہ بنے ' خدا کی عبادت گاہوں کے دروازے اُنپر بند کیے گئے ' گھر کے دیواروں تک سے خطا عتیوار انکے لیے حرکت میں آیا ' حکومت وقت کو انکے خلاف بھڑکایا گیا ' کفار نے نہیں ' خود مسلمانوں نے اُنکے خلاف سازشیں کیں - بغاوت کا الزام لگا کر کسی کی جان پھانسی کے تختے پر لی گئی ' اور کسی کو مدة العمر کیلیے کالے پانی بھجواکر مسلمانوں نے جشن کیے - حتی کہ جن مظلوموں نے جوار بیت اللہ و بیت الرسول کو من دخله کان امنا سمجھکر گھر بار سے ہجرة کی ' انکو وہاں بھی پناہ نہ ملی - کبوتروں کے غول مسجد حرام میں بے غم اڑتے ہیں اور جانوران صحرائی کو اس دار الامن نے شکاریوں کی صید افگنیوں سے محفوظ کردیا ہے - مگر افسوس کہ عشاق کتاب و سنت کیلیے وہاں بھی امن نہ تھا - وہی خود ساختہ مذهبی الزام اُنپر لگایا گیا - عین جوار حرم میں کسی مہاجر الی اللہ کے تازیانے لگائے گئے ' کسی کو قید کیا گیا ' کسی کا تمام مال و متاع مسلمانوں کیلیے مباح کردیا گیا - جن لوگوں نے کفر و ظلم کی آبادیوں سے نکلکر اللہ کے گھر میں پناہ لی تھی' انکو وہاں سے بھی نکالا گیا :

درون خانۂ چشم تو مردمان هستند
کہ درمیان حرم می زنند قافله را !

اور یہ سب کچھہ اسلیے ہوا کہ قرآن کے چاکر اور رسول و سنۃ رسول کے شیفتہ ہیں

تمنت سلیمی ان نموت بحبها
و اهون شي عندنا ما تمنت !

فصل

تذکرة الواصلین میں لکھا ہے کہ مولانا جمال الدین علم و طریقت اور ظاہر و باطن کے جامع تھے تمام علوم و فنون کے درس و تدریس میں

اُس زمانے کے الزام مہدویۃ کا اندازہ ہم اپنے زمانے کے بعض نام نہاد اور خود ساختہ مذہبی الزاموں سے کرسکتے ہو گذشتہ نصف صدی میں علماء سوء و دجاجلۂ آخرالزماں نے ان الزاموں کے ذریعہ کیسے کیسے مظالم و شدائد مصلحین امت و متبعین کتاب وسنۃ و داعیان دین الخالص پر نہیں کیے ہیں اور اس دنیا کی کونسی مصیبت ہے جو اُنپر نہیں ڈالی گئی ہے ؟ الحمد للہ کہ یہ فتنہ کچھہ کچھہ دب چلا ہے' لیکن گذشتہ ساٹھہ ستر برس کے اندر نہ صرف ہندوستان بلکہ اکثر بلاد اسلامیہ میں جو حالت رہچکی ہے' افسوس کہ تاریخ کا قلم ابتک اُس سے آشنا نہ ہوا ورنہ شاید پچھلے عہد فتن و مظالم کی کتنی ہی سرگذشتیں اُسکے سامنے ہیچ نظر آتیں اس فتنہ نے حق کی پامالی اور مصلحاء امت کے قتل و غارت کے سارے ہتھیار اکٹھے کر دیے ہیں جہاں کسی کو کتاب وسنۃ کا داعی اور بدعات و منکرات سے کنارہ کش دیکھا۔ جھٹ کہدیا کہ ملحد پھر مجرد اس الزام کے گویا اُس بدنصیب کا خون

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷۴]

کرنے لگے مگر دلوں کی عقیدت و ارادت نہ ملی ؟ یہ کیا اندھیر ہے کہ ایک فقیر بے نوا پھٹی کملی اوڑھکر کسی کھنڈر میں بیٹھہ جاتا ہے - ہدایہ کی چار سطریں سامنے رکھدیں تو ہوش و حواس گم ہوجائیں قدوری اور کنز بھی پوری نہیں پڑھی اسپر عالم گدڑیوں اور جہاں ستانیوں کا یہ عالم کہ لاکھوں دلوں کا مالک ! آبادیوں کی آبادیاں ہیں کہ سمٹی چلی آرہی ہیں ! افسوس ' ان بندگان نفس کو کون سمجھائے کہ کارخانۂ الٰہی کے تعزز و تذلل کا صرف وہی قانون نہیں ہے جو تم نے مولویت و مشیخت کی مسندوں پر بیٹھکر سمجھہ رکھا ہے - مدرسوں کی تمام سرکھنگیوں کے علاوہ بھی کچھہ کرنے کے کام ہیں' اور شاید سارا دار و مدار اُنھیں پر ہے اصلی طاقت عمل کی ہے نہ کہ مجرد علم کی - ابن ماجہ کی روایت یاد آگئی " ماترہم معالم الهدی یخرجون من کل غبراء مظلمۃ "

بندگی بنشینی نہ بتخت سلطانی اگر تو خدمت محمود حون ایاز کنی
ز ناز کی نہ برد ے منازل مقصود مگر طریق روش ار سرنیاز کنی
اگر بناز برانند ' مرو کہ اخر کار بصد نیاز بخوانند ترا و ناز کنی

ہے کہ اُس زمانے میں کسي عالم حق کے مہدوي ہونے کیلیے اس سے بڑھکر اور کونسي دلیل ہوسکتی تھي ؟ - شیخ عبد الحق محدث دہلوي کے ایک اشارہ سے بھي اسکی تصدیق ہوتي ہے - " شیخ قطب عالم مي گفت کہ چون بملازمت او رسیدم ' بجہت غلبۂ طریقۂ وعظ و نصیحت بخاطر خطور کرد کہ مگر شیخ طریقۂ مہدویہ دارد - بمجرد این خطور بے سابقۂ تقریبی سر برآوردہ و فرمود - مہدویہ مردۂ صالہ اند" (اخبار الاخبار - صفحہ ۱۹۹)

اصل یہ ہے کہ علماء دنیا کو فقراء حق کي اذیت و مخالفت کیلیے ہر عہد میں کسي نہ کسيَ آلۂ تضلیل و حیلۂ قتل کي تلاش رہتي ہے اور وہ ڈھونڈھہ ڈھانڈھکر نکال ہی لیتے ہیں - پھر جہاں کسيِ کو راہ حق و اصلاح میں سرگرم اور اپني نفس پرستیوں کي راہ میں مخل دیکھا - جہت رہي الزام اُسکے سر تھوپ دیا اور عوام و حکومت ' دونوں کا فتنہ اُسکے پیچھے لگادیا - ہر زمانے کے حالات اور عِوام کے میلانِ و اعتقاد کے مطابق یہ آلہ بھي ڈھلتا رہا ہے ' اور گو ہتیار بدلتے رہے لیکن کاٹ سب کي یکساں رہی - (۱)

---

(۱) صرف ہندوستان ہي کی تاریخ دیکھہ لی جاے - اوائل شیوع اسلام سے آخر تک - کوئی اہل حق ان فتنوں سے نہ بچا - حضرت خواجہ معین الدین اجمیري ' شیخ الاسلام ملتاني ' خواجہ بختیار کاکي ' خواجہ نظام الدین اولیاء (رضي اللہ عنہم) ان میں سے کوئی بھي ایسا نہیں ہے جِسکو وقت کے فقیہوں اور قاضیوں نے چین سے بیٹھنے دیا ہو - کسي پر کوئی الزام لگایا کسی پر کوئی الزام - خواجہ قطب الدین کاکی کے عہد کے شیخ الاسلام نے جب دیکھا کہ کچھہ نہیں چلتی اور خلق اللہ پروانہ ہو رہي ہے تو ایک فاحشہ عورت کو پانچ سو دینار کی لالچ دلاکر آمادہ کیا کہ بر سر دربار خواجہ صاحب پر زنا کا الزام لگاے - لیکن جب موقعہ آیا تو اُسکی ہیبت حق نے مہلت نہ دي - اور خود اُس عورت ہي نے اصلي واقعہ ظاہر کردیا - بڑي جلن ان لوگوں کو اس بات کی ہوتي ہے کہ ہم شریعت کے مالک ہیں - جب تک مسئلہ نہ بتلائیں نہ کسی کا غسل ٹھیک ہو اور نہ وضو - پھر کیا ہے کہ دنیا ہمیں چھوڑ کر دوسروں کي طرف جاتی ہے ؟ ہم نے بھیک کي روٹیاں کھا کر دنیا جہان کی کتابیں چاٹ لیں لیکن پھر رہي ملا کے ملا - شیخ الاسلام اور قاضي القضاۃ بھي ہوگئے تو کیا ہوا ؟ لوگ سہم کر

مذمت کررہے ہیں جانتے ہو اسکا سبب کیا تھا ؟ سبب یہ تھا کہ ملا مبارک نے انکے نام ایک خط لکھا تھا اسمیں ترک حضور جماعت مسجد پر ملامت کی تھی - یہ بات اُنپر سخت گراں گذری اور اسکو مہدویۃ پر محمول کیا - میر محمد نے کہا یہ استدلال تو اس مقدمہ پر مبنی ہے کہ شیخ امر بالمعروف کرتا ہے ' اور جو شخص امر بالمعروف کرے مہدوی ہے پس شیخ مہدوی ہے اور معلوم ہے کہ اسکا کذب ہی ممنوع ہے تا بہ نتیجہ چہ رسد ؟ (۳ - صفحہ ۶۸)

اُس عہد کے بہت سے واقعات ایسے ہیں ' جن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے ' اور یہ گمراہی و غفلت کی انتہا ہے کہ شیوۂ حق و صدق پر چلنا گمراہی کی علامت سمجھی جاے ' اور غفلت و ہوا پرستی نیکی و صداقت کی دلیل ہو عجب نہیں کہ حضرۃ شیخ محمد داؤد اور شیخ جمال الدین پر بھی مہدویۃ کا الزام اسی بنا پر لگایا گیا ہو

حسد تہمت ارادتی سرزم نگداخت
کس مرادیست کہ بر تہمت آں ہم حسدست

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تیغ بے نیام تھے انکی زندگی لا تخافون لومۃ لائم کی کامل تصویر تھی ظاہر

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۲]

سلہ کے رسائل میں لکھتے ہیں اب معاملہ یہانتک پہنچ چکا کہ جس نو روزی میں علماء ' صلحاء ' قاضی ' مفتی سب بادہ قدح نوشی میں لگلے - پھر دور کے جام اٹھاتے اور یہ کہکر تلچھٹ تک صاف کرجاتے کہ " یہ کوری دعا می جوریم

مشعت خر زعالم بے ہوسی آورد
اہل صلاح را بقدح نوشی آورد

ان حالات کے ساتھہ کیا ممکن تھا کہ اکبر کو اہل مذاہب سے حسن ظن باقی رہتا ؟ اور وہ سب کچھہ نہ ہوتا جو ہوتا رہا ؟ سیرۃ حضرۃ مجدد میں ان معاملات کی تفصیل ملیگی اور بدایونی جلد ۲ - صفحہ ۳۰۸ وغیرہا

شک ست ؟ اسد سید محمد میر عدل نے (۱) که مجلس میں حاضر تھے پوچھا - ملا مبارک کو مہدوي کیوں کہتے هیں؟ میں نے جواب دیا " بتقریب امر بالمعروف و نہي عن المنکر" یه سنکر میاں صاحب نے کہا - ایک دن میر عبد الحي (۲) صدر جہاں خانخاناں کے سامنے ملا مبارک کي سخت

---

(۱) سید محمد امروهي میر عدل اُس عہد کے اُن مخصوص علماء دولت میں سے هیں جنکے ورع و تقوی اور شیوهٔ حق پرستي پر ملا بدایوني تک شہادت دیتے هیں اور لکھتے هیں که اُنکا زمانهٔ میر عدلي عہد اکبري کا بہترین زمانهٔ احتساب شرع و عدالت تھا - اُنکے بعد " میر عدل " کا عہده محض براے نام رهگیا - جبتک دربار میں اُنکا اثر رها ' نئے نئے مجتهدوں اور آزاد خیالوں کي هوا نه بندهسکی - سنه ۹۸۳ میں جب نکاح متعه کو جائز کرنا چاها تو میر کو بھکر بھیجدیا که اُنکي موجودگی اسمیں مخل تھي - شیخ ابراهیم سرهندي که نئي نئی تحقیقات میں ابو الفضل وغیره کے هم زبان تھے ' ایک مرتبه انکے هاتھوں پٹتے پٹتے بچے - بدایوني سب سے بڑا کام انکا یه بتلاتے هیں که قاضی القضاة عہد تک کو " خیانت و خباثت " اور رشوت ستانیوں کي مہلت نه دي - گویا یه معامله قضاة کیلیے ایک معروف و مسلم معامله تھا ! " میر عدل " کے عہده سے مقصود صیغهٔ احتساب شرع کي افسري تھي (صفحه ۷۵ - جلد ۳ و ۲۱۰ - جلد ۲)

(۲) یه وهي بزرگ هیں جو کل ممالک محروسهٔ اکبري کی شیخ الاسلامي اور صدارت پر سرفراز هوے تھے - ابتدا میں دربار اکبري کي بدعات اور بے دینیوں کے سخت مخالف رهے - جب علماء دربار نے فتوی دیا که بادشاه کو سجده کرنا جائز هے تو پوری طرح مخالفت کی ' لیکن جب دیکھا که حمام میں سبھی ننگے هیں تو خود بھی کپڑے اتار دیے - بدایونی لکھتے هیں - اب مفتی کل بھي سجدهٔ طاعت بجا لاکر مقربان خاص میں داخل هوگئے هیں - پھر سنه ۹۹۰ کے حالات میں لکھتے هیں - مفتی ممالک محروسه کو دیکھا - سر تا پا ریشمیں کپڑوں میں ملبوس - پرسیدم مگر روایتے درین باب بنظر آمده ؟ شاید کوئي روایت اسکے جواز میں بھی نکل آئی هے ؟ (کیونکه وهاں تو نئے نئے فتوؤں کیلیے روز روایتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھکر نکالی جاتی تھیں) فرمایا - هاں - جہاں لباس حریر عام هوگیا هو وهاں مضائقه نہیں - گویا یه بھي ما یعم به البلوی میں داخل هے ! اسي

کا یہ حال تھا کہ صرف اپنی نفس پروریوں اور حکمرانیوں کی فکر رکھتے
ہیں هدایت و تذکیر امت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ولولہ باقی
نہ رہا تھا حضرة شیخ محمد جونپوری اور اُنکے پیروؤں نے اپنی دعوة کی
بنیاد اسی رکن اعظم شریعت کے احیاء پر رکھی' اور وقت کا مقتضی دیکھکر
ساری طاقتیں اسی میں خرچ کردیں اُنکے طریقہ کی پہلی شرط یہ تھی
کہ جس حال میں ہو اور جہاں ہو' برائی کو روکو اور شریعت کے احکام
کی تبلیغ کرو چونکہ عام علماء کا حال اس سے بالکل برعکس تھا' اسلیے
رفتہ رفتہ یہ جز مہدویہ کی ایک بہت بڑی پہچان هوگئی جس کام کو
سب نے چھوڑ رکھا ہو ایک هی جماعت کرنے لگے تو قدرتی طور پر وہ
اسکی علامت اور خاصہ بن جائیگا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مصلحین حق کی
اذیت و مخالفت کیلیے یہ معاملہ ایک بے خطا هتیار کا کام دینے لگا -
جس عالم حق کو علماء سوء نے اپنی هوا پرستیوں کا مخالف اور دعوة حق
میں مستعد پایا اور خلق اللہ کا رجوع دیکھا ' جھٹ اُسپر الزام لگا دیا کہ
مہدوی ہے اور دلیل یہ پیش کردی کہ اگر مہدوی نہ هوتا تو اس سختی
اور استقامت سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیوں کرتا ؟ اور حق پرستی کی
راہ میں فقر و فاقہ کیوں گوارا کرلیتا ؟ ملا مبارک (پدر ابوالفضل و فیضی) پر
جسقدر آفتیں آئی گئیں ' بنیاد اُنکی بھی یہی الزام مہدویہ تھا ' اور دلیل
یہی بتلائی گئی تھی کہ دنیا پرستی اور حق فراموشی کے شیوہ میں علماء
دولة کا هم آهنگ نہیں امر بالمعروف میں بے خوف و بیباک
ہے اُس عہد کے اساتذہ علم میں سے ایک مشہور بزرگ میاں
حاتم سنبهلی ہیں اور علم و عمل میں استاد الاساتذہ تسلیم کیے جاتے
ہیں ملا عبد القادر بدایونی لکھتے هیں کہ ایک مرتبہ ملا مبارک کا
اُنکی مجلس میں ذکر آیا میں نے اُنکے علم و تقوی کی تعریف
کی تو کہا هم نے بھی ایسا هی سنا ہے مگر کہتے هیں مہدویوں
کا طریقہ رکھتا ہے عرض کیا کہ وہ سید میر محمد کی بزرگی و ولایت کے
معترف هیں مگر اُنکی مہدویت کا اعتقاد نہیں رکھتے کہا بر کمالات میر محمد

بڑے انسان کیلیے انکے دل اور پیشانی نے سجدے کیے ۔ وہ شرک بھی جی بھرکر کرچکے جو " اخفی من دبیب النمل " تھا ، اور کھلا کھلا شرک بھی برسر عام ہوچکا - حتی کہ کفار و اعداء حق کی بھی پوجا ہر طرف ہوئی ، بادشاہوں اور حکومتوں کے طواغیت بھی ہر جگہ پوجے گئے ، اور مٹی اور پتھر کی پوجا کی منزل بھی کب کی گذر چکی - فو اللہ انہم اتبعوا سنن من کان قبلہم ، و سلکوا سبیلہم ، حذو القذة بالقذة و النعل بالنعل ، و غلب الشرک علی اکثر النفوس ، فصار المعروف منکراً و المنکر معروفا ، و السنة بدعة و البدعة سنة ، و طمست الاعلام ، و اشتدت غربة الاسلام ، و قل العلماء ، و غلب السفہاء ، و تفاقم الامر ، و اشتد الباس ، و ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس - و لکن لا تزال طائفة من العصابة المحمدیة بالحق قائمین ، و لا ہل الضلالة و البدع مجاہدین ، ینفون عن دین اللہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین - لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ و ہم غالبون - اولائک حزب اللہ الا ، ان حزب اللہ ہم المفلحون !

کسیکہ محرم بادصبا ست می داند
کہ باوجود خزان بوے یاسمن باقیست !

فصل

استدراک

حضرة مولانا جمال الدین رحمة اللہ علیہ کے متعلق چند باتیں رہگئیں :

اس عہد کے حالات پڑھنے کے بعد الزام مہدویة کی حقیقت واضح ہوگئی ہوگی - اس الزام میں انکے پیر حضرة شیخ داؤد بھی شریک تھے اور اسکا اصلی سبب وہی تھا جو بیان کیا جاچکا - لیکن اسکے علاوہ ایک اور سبب بھی ظاہر ہے - اس زمانے میں عام طور پر علماء دولة و مشائخ دنیا

اور یہ جو مسلم کی روایت حضرۃ عائشہ میں فرمایا " حتیٰ یعبد اللات و العزیٰ " یہاں تک کہ لات اور عزیٰ پھر پوجے جائیں - اور جسکے ظہور کیلئے لوگ کسی آنے والے وقت کا انتظار کر رہے ھیں ' تو پہلے اسکو سمجھہ لینا چاھیے کہ " لات " اور " عزیٰ " عرب جاھلیۃ میں کون ہے ؟ اور کیونکر انکی پرستش ہوتی تھی ؟ جو حال اُس " لات و عزیٰ " کا تھا وھی آخر امۃ کے " لات و عزیٰ " اور انکے پرستاروں کا بھی ھوگا - امام ابن جریر نے مجاھد سے افرا ئیتم اللات والعزیٰ کی تفسیر میں روایت کی ہے " کان یلت لھم السویق فمات فعکفوا علی قبــره " اور بخاری میں ابو الجوزاء حضرۃ ابن عباس سے روایت کرتے ھیں " کان اللات یلت السویق سویق للحاج " اور ایک دوسری روایت میں ہے " یطعم من تمر من الناس ' فلما مات عبدوه و قالوا ھو اللات " اور ابن خزیمہ نے کہا " و کذ العزیٰ " اور حافظ ابن قیم ھدی میں لکھتے ھیں " و کانت شجرۃ علیها بناء و استار بنخلۃ بین مکہ و الطائــف کانت قریش یعظمونها کما قال ابوسفیان یوم احد لنا العــزیٰ و لا عزیٰ لکم " پس عرب جاھلیۃ کے " لات و عزیٰ " کی حقیقت یہ تھی ' اور اسی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ آخــری زمانے میں پھر ایسا ھی ھوگا - سو اگر آنکھیں باقی ھیں اور بصیــرۃ معدوم نہیں ھوگئی تو دیکھلو' اسطرح کے " لات و عزیٰ " کی پرستش کب کی شروع ھو چکی ہے بلکہ حدیث میں تو دو ھی نام آئے ' انکو یہاں گوشے گوشے میں لات و عزیٰ ھیں اور جنے جنے پر پرستش کاھیں - مسلمانوں کی کوئی بستی اور آبادی نہیں جو ان تمام تقدیس گزیدوں کے ظہور و نمود کا مجسم نمونہ نہو - اور پرستش ما سوی اللہ کی کوئی قسم ایسی نہیں جو بیت پھر کر انہوں نے نہ کرلی ھو اور نہ کر رہے ھوں نفس کو وہ پوج چکے' رسم و رائے کی وہ پرستش کرچکے' جاندی سونے کو انہوں نے دوحانۃ الناس کی چوکھٹوں کی دھول اتھوانے چاتی' ہر پیسوا کو ارباب من دون اللہ انہوں نے بنایا ' اور ھر

اور انبیاء کرام کی پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے یہی معنی ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں، تو آغاز خلقت عالم سے لیکر آجتک نہ تو کوئی امت گمراہی میں پڑی، نہ کسی قوم نے کبھی توحید و ہدایت کو چھوڑا، نہ کسی رسول نے انسانوں پر انکی گمراہی و شرک کے بارے میں سچا الزام لگایا، اور نہ آجتک کسی نبی کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ یہودیوں نے کب کہا تھا کہ ہم مشرک ہوگئے، اور خدا ایک نہیں ہے بلکہ پتھروں اور مورتوں کے اندر بہت سے ہیں؟ اور یہ کہ تورات نامی کتاب کو ہم نہیں مانتے؟ عیسائیوں نے کب اسکا اقرار کیا تھا کہ ہم موحد نہیں، اور کب فرشتوں نے انکی پیشانیوں پر آگ اور خون کے حرفوں میں لکھدیا تھا کہ یہ بت پرست دوزخی ہیں؟ اور کب انہوں نے شرک اس معنی میں کیا کہ کسی پتھر یا مورت کو کہدیا ہو کہ یہی خدا ہے؟ اور پھر خود مشرکین عرب نے بھی بجز لیقولن اللہ اور ھا اولاء شفعاؤنا اور ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی کے یہ کب کہا تھا کہ ان پتھروں کے اندر فاطر السماوات و الارض بستا ہے؟ خود پتھر اور اسکی مورت کو تو کبھی کسی قوم نے الٰہ و معبود نہیں مانا۔ پوجا کی مورتیں بھی کسی نہ کسی انسان اور طاقت ہی کی ہوا کرتی تھیں۔ فما لہا اولاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا؟ سبحان اللہ! اس صادق و مصدوق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہو رہا ہے! یہ نرمی جہل و انتظار غفلت بھی نوعمن اسی پیشین گوئی کا ظہور ہے کہ "لتتبعن سنن من کان قبلکم" اور "یاتی علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" میری امت بھی وہ سب کچھ کریگی جو یہودیوں نے کیا۔ یہی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشین گوئیوں پر پیشین گوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتی کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں! فطال علیہم الامد فقست قلوبہم و کثیر منہم فاسقون!

هوگا اور شام کے وقت اسکي پيشاني پر قلم اور سياهي سے لکها هوگا که يه کافر هے ؟ يا ايمان وکفرکي بهي الگ الگ صورتيں هوتي هيں که صبح کو مومن کي صورت هوگي، شام کو کافرکي شکل ؟ يا اسکے يه معني هيں که صبح کو ايک شخص مومنوں کي بستي ميں هوگا ' شام کو اُسکا گهر يهوديوں کے محلے ميں خود بخود اُٹهه جائيگا ؟ يا وه خود سڑکوں اور گليوں ميں پکارتا هوا دوڑيگا که ميں يهودي هوگيا ' ميں يهودي هوگيا ؟ اور کيا مشرکين سے اتصال و التحاق کا وه يه مطلب سمجهے هوے هيں که مسلمانوں کي جماعتيں مردم شماري کے کاغذات ميں اپنا نام مشرکوں کے خانے ميں لکهوا دينگي ؟ يا خود اپنے منهه سے کهينگي که هم مشرک هوگئے ؟ اور کيا " تعبد الاوثان " کي پيشين گوئي کا اُسي وقت ظهور هوسکتا هے جبکه مسلمان کالي اور مهاديو کا بت اپنے هاتهوں سے تراسکر اُسکي پوجا شروع کرديں ؟ اورکيا اِسکے سوا اورکوئي بات بت پرستي کي نهيں هوسکتي ؟ اور پهر کيا " تعبد اللات و العزى " کے ظهورکيلیے وه يه چاهتے هيں که وه جو ايام جاهلية ميں پتهرکي مورتيں تهيں جنکو اسلام نے ٹکڑے ٹکڑے کرديا ' تو اب پهر اُن ٹکڑوں کو ڈهونڈهکر مسلمان جمع کريں اورکعبه کے طاقوں ميں دهرکر انکے آگے سجدے کرنے لگيں ؟ اور جب تک اسي " لات و عزى " کي پوجا نهوگي ' اُسوقت تک يه بات بهي پوري نه هوگي ؟ تو اگر ان لوگوں نے ان خبروں کا يهي مطلب سمجها هے اور اسي انتظار ميں هيں ' تو اُن کو معلوم هونا چاهيے که اُنکا انتظار کبهي پورا نهوگا - اور اگر کسي امت کي گمراهي اور هلاکت کا يهي مطلب هے ' اور موحدين کا شرک و بت پرستي ميں پڑ جانا بغير اسکے نهيں هو سکتا ' تو آجتک دنيا ميں نه توکوئي امت هدايت پانے کے بعد گمراه هوئي ' نه يهود و نصارى نے اس زمين پر کبهي شرک کيا ' اور نه اُن تمام الزاموں ميں سے ايک الزام بهي سچا هے جو قرآن حکيم نے مشرکين جاهلية اور يهود و نصارى پر لگاے هيں - بلکه يوں کهنا چاهيے که اگرگمراهي اور عبادة اوثان و التحاق بالمشرکين و ترک حق و ترجيح بغيراُن باتوں کے نهيں هوسکتي جنکا اِن بندگان غفلت و اوهام کو انتظار هے '

شور مچایا کرتے ہیں ؟ ہماری ہزار جانیں اور کروڑوں روحیں اس زبان حق پر قربان جس نے فرمایا تھا " بل انتم یومئذ کثیر" تم اُس وقت تعداد میں کم نہوگے - لیکن "غثاء کغثاء السیل" تمہارے دلوں میں " وہن " پیدا ہو جائیگا اسلیے کوڑے کرکٹ کی طرح بہہ جاؤگے - پھر " وہن" کے معنی بتلائے " حب الدنیا وکراہیۃ الموت " دنیا کی محبت اور عزت کی موت کو برا جاننا اور اُس سے بھاگنا - اس ایک لفظ میں قوموں کی موت و حیات کا سارا بھید بتلادیا ! اور یقیناً یہی وہ وقت تھا کہ " بطن الارض خیر لکم من ظاہرها " تمہارے لیے زمین کے اوپر سے اسکا اندر بہتر ہوگا - یعنے زمین کے اوپر تمہارے لیے عزت اور سعادت باقی نہ رہیگی - اسلیے مرجانا جینے سے بہتر ہوگا - تو یہ بھی تو ہوچکا ' اور اسطرح یقینی ہوچکا کہ اس سے زیادہ یقین نہ تو سورج کی روشنی میں ہے اور نہ چاند کے وجود میں - ہم اپنی آنکھوں سے دیکھہ رہے ہیں کہ زمین کے کیڑوں کیلیے زندگی میں عیش ہے اور جنگل کے درندوں کیلیے جینے میں راحت ' مگر ایک مسلمان کیلیے اب زمین کی پیٹھہ پر کوئی خوشی باقی نہ رہی - الا یہ کہ اپنی ذلتوں اور رسوائیوں کا بوجھہ اٹھاے اُسکے نیچے چلا جاے !

نہ گلم ' نہ برگ سبزم ' نہ درخت سایہ دارم '

ہمہ حیرتم کہ دھقان بچہ کار کشت ما را ؟

پھر کسقدر عقل سے کورے اور بصیرۃ سے محروم ہیں وہ بندگان غفلت جو ان روایتوں کو پڑھکر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانے کی نسبت ہیں جو قیامت سے چند برس پہلے دنیا پر آئیگا ' اور ابھی اسکی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہیے - ابتک نہ تو " یصبح مومنا و یمسی کافرا " ہوا ہے ' اور نہ " حتی تعبد الاوثان " اور نہ " حتی تعبد اللات و العزی " اور نہ وہ وقت کہ " بطن الارض خیر لکم من ظہرها " تو کیا وہ کسی ایسے وقت کے منتظر ہیں جب صبح کو ایک شخص مومن

اور ھلاکي ایسي نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھاچکي ہو' اور کوئي گمراھي نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امت میں بھي نہ پھیل چکي ہو اھل کتاب نے گمراھي کے چلنے قدم اٹھائے ہیں' گن گن کر مسلمانوں نے بھي وہ سب اٹھائے حتی کہ "لودخلوا حجرضب لدخلتموہ" کا وقت بھي گذرچکا اور آج ہم اپني آنکھوں سے سب کچھہ دیکھہ رہے ہیں - وہ وقت بھي کبھ کا آچکا کہ " یلحق قبائل من امتي بالمشرکین " اور " حتی تعبد من امتي الاوثان " اور " حتی تعبد اللات و العزی " ہماري جانیں اور ہماري روحیں اس صادق مصدوق پر قرباں کہ واقعي اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہوگئے اور دین توحید کا دعوا کرنے والوں نے بت پرستي کي ساري ادائیں اور حالتیں اختیار کرلیں' اور جس لات اور عزی کي پوجا سے دنیا کو نجات دلائي گئي تھي' اسي کي پوجا پھر سے شروع ہوگئي ! " عـــدتـم من حیث بدأتم ! " ہم اپني آنکھوں سے آن فتنوں کو کہ " کقطع اللیل المظلم " ہیں دیکھہ رہے ہیں فی الحقیقت ایسا ہي ہو رہا ہے کہ رات کو ایک انسان ایمان لیکر سوتا ہے اور صبح نہیں ہوتي مگر ایمان کھو چکتا ہے - " یبیع دینہ بعرض من الدنیا " حضرۃ حذیفہ نے ان فتنوں کا حال کہا تھا کہ " کالحصیر عوداً عوداً " مسلمانوں کے دلوں کیلیے فتنوں کي ایسي بھرمار ہوگئي' جیسے چٹائي بنتے وقت تیلے سے پرے آتے ہیں' سو آن فتنوں کي بارش بھي ہر طرف ہوچکي اور ہو رہي ہے وہ وقت بھي گذرچکا جب مومنوں کو کہنا تھا " ھذہ مھلکتي " اب تو وہ فتنہ درپیش ہے جسکے سامنے تمام پچھلے فتنے ماند ہوگئے - " فیقول المومن ھذہ ! ھذہ ! " کا عالم ہو رہا ہے - وہ بھي ترکیب کا ہوچکا کہ " تتداعي علیکم کما تتداعي الاکلۃ الی قصعتھا " دنیا کي ساري قومیں اکھٹي ہوکر تم پر حملہ کرینگي' اور تمکو ھلاک کرنے کیلیے باھم ایک دوسرے کو اسطرح بلائینگي جیسے بھوکے کھانے کي قاب پر ایک دوسرے کو دعوت دیں تو کیا یہ پکار اتنک بلند نہیں ہوئي ؟ اور کیا ایک قوم نے دوسري قوم کو بلانے کیلیے ٹھیک ٹھیک اسي طرح نہیں چلایا جسطرح بھوکے گدہ لاش دیکھکر

مطمئن ہوجائے کہ اب دنیا میں وہی ہے جس کی خبر آپ کا وجود تھا - سو کیا مبارک و خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے پہلی خبر کی تصدیق کی اور اسکا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ " وکنت فیمن افتتح کنوز کسریٰ - " اور کیسی بد نصیبی اور ہلاکی ہے ہمارے لیے کہ ان پچھلی خبروں کی تصدیق کرنے والوں میں اور انکا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں میں سے ہیں - بلکہ خود ہمارا وجود ہی ازسرتاپا ان خبروں کا ظہور اور ان میں سے ہر بات کی ٹھیک ٹھیک مجسم تصدیق ہے ' حضرت عدی بن حاتم نے اول امت میں وعدہ کی تصدیق کی تھی - ہم آخر امت میں وعید کی تصدیق کر رہے ہیں - انکے حصے میں بشارتوں کا دیکھنا آیا تھا - ہمارے حصے میں انذارتوں کا - انہوں نے بھی تصدیق کی اور ہم نے بھی - انہوں نے پاکر - ہم نے سب کچھ کھوکر - فصدق اللہ العلیم الحکیم ' وصدق رسوله الکریم ' ونحن علی ذلک من الشاهدین !

در مجلسے کہ یاراں شرب مدام کردند
چوں نوبتے بما شد ' آتش بجام کردند !

فصل

الغرض ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہوچکی - " بدء الاسلام غریباً و سیعود کما بدء " کا دور غربت کب کا شروع ہوچکا اور وہ سب کچھ ہوچکا جسکا حال اس حدیث کی شرح میں پڑھ چکے ہو - اب انتظار کرنے والوں کیلیے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہ رہا - یہودیوں کی مغضوبیت ' نصاریٰ کی ضلالت ' مشرکین کی بت پرستی ' ائمۂ مضلین کی کثرت ' دجاجلۂ فتن و دعاۃ بدعۃ کا احاطہ ' اقتداء بغیر سنۃ ' اهتداء بغیر هدی الانبیاء ' تفرق و تمذهب مثل یہود ' اور غلو و اطراء مثل نصاریٰ ' فتنۂ شبہات یونان ' اور فتنۂ شہوات عجم ' فتنۂ تماثیل عبدۃ الاصنام ' اور فتنۂ قبور عاکفین کنائس ' ان میں سے کوئی نحوست -

اور اسي ليے حضرۃ امیر اور اکثر صحابه أنهي لوگوں کو اسکا مصداق اول سمجھتے ہیں مسلم کي حدیث زید بن وهب اور صعصعہ و ابو داؤد کي روایت ابو سعید و ابن مدنی کو " آخر الزماں " کا لفظ نہیں ہے مگر حرف استقبال قرب و بعد دونوں پر جاري ' اور انبیاء کرام کیلیے سیکڑوں برس بعد ہونے والي باتیں بهي بوجه کمال یقین و مشاهدہ معلوم ایسی ہوتي ہیں ' جیسے ہمارے لیے صبح شام کي بات " ان الله زوي لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها " کے معاملات جہاں پیش آئے ہوں' اور " اني رجدها قریباً ان الکم بجدونها بعیدا " جہاں کي صداے علم ہو' وہاں کیلیے " سیکون " اور " کان " اور مستقبل و ماضی دونوں ایک هی حکم رکھتے ہیں قرب و بعد کا کیا سوال ہے ؟ حتی که بعض پیشین گوئیاں تو زباں نبوت پر بصیغۂ ماضي هي واقع ہوئیں مسلم کي روایت ابو ہریرہ میں عراق و شام کي نسبت فرمایا " منعت العراق قفیزها و منعت الشام مدیها " عالم یقین و حقائق میں ہمرۂ ماضی و استقبال نہیں ہوتا کیا نہیں دیکھتے که قرآن حکیم عالم آخرۃ و معاد کے معاملات ہر جگه بصیغۂ ماضي بیاں کرتا ہے ' لوگوں کو ساتھ برس بعد بابل برباد ہونے والا تها مگر یرمیاہ نبي نے یہ نہیں کہا کہ ہو جائیگا ' بلکه کہا که ہوچکا اور " شہروں کي دلہن کي اوڑھني اُسکے سر سے چھن لي گئي "

بہر حال جس صادق و مصدوق نے فرمایا تها کہ کسری کے خزانے کھل گئے اور یمن سے حضرموت تک اسلام پھیل گیا ' اور " و الله لیتمن هذا الامر و لکنکم تستعجلون " تو اسي نے یہ سب کچھ بھی فرما دیا تھا ' بلکه بقول حضرۃ حذیفه کے " ما ترک من قائد فتنة الی انقضاء الدنیا الا سماه لنا باسمه و اسم ابیه " کسي فتنے اور فتنه انگیز کو نہ چھوڑا سب کي ٹھیک ٹھیک خبریں دیدیں، یہی سننے والے ہر آن اور ہر گھڑي ان فتنوں کي دهشت اور خوف سے مضطر اور اداس رہتے تھے با ہمدگر ایک دوسرے سے پوچھا کرتے کہ وہ وقت تو نہیں آگیا ؟ حضرۃ عمر حذیفه سے بار بار کہتے اُس فتنه کي نسبت تو کہو " التي تموج کموج البحر " ؟ اور پھر یہ سنکر

شروع ہوگا تو پچھلے فتنے کو بھلا دیگا اور مومن پکار اٹھیگا کہ فتنہ تو یہ ہے! فتنہ تو یہ ہے! (یعنی پے درپے فتنے آئینگے - ہر پچھلا فتنہ پہلے سے سخت و اسد ہوگا - یہانتک کہ اُن میں سے ہر فتنہ کو دیکھکر ارباب حق و ایمان بول اُٹھینگے کہ سب سے بڑا فتنہ یہی ہے - حالانکہ پھر اسکے بعد وہ فتنہ آئیگا جسکا شر و فساد دیکھکر پچھلے فتنے بھول جائینگے!) رواہ مسلم -

اور یقیناً ایسے ہی وقتوں کی نسبت وہ خبر بھی تھی جس کو حضرۃ امیر علیہ السلام اپنے یاروں کے سامنے باربار فرمایا کرتے تھے ' اور یہ کہکر اپنی روایت کی صداقت پر یقین دلاتے تھے - " واللہ لان اخر من السماء احب الی من ان اقول علیہ ما لم یقل " قسم خدا کی! مجھے یہ پسند ہے کہ آسمان سے گرادیا جاؤں لیکن یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ کے نام سے ایسی روایت کروں جو انہوں نے نہیں فرمائی! " انی سمعت یقول : سیخرج قوم فی آخر الزمان حدثاء الاسنان ' سفہاء الاحلام ' یقولون من خیر قول البریہ ' یقرؤن القران ' لا یجاوز ایمانہم حناجرہم ' یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیہ " یعنی آنحضرۃ نے فرمایا - آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہوگی - نوخیز اور ناقص العقل لوگوں کی ' بظاہر اُنکی باتیں بڑے ہی اچھے لوگوں کی سی ہونگی ' قران پڑھینگے مگر ایمان انکے حلق سے نیچے نہ اُتریگا - دین سے اسطرح نکل جائینگے جس طرح تیر شکار پر سے نکل جاتا ہے - یعنی گو اپنے تئیں مسلمان سمجھینگے لیکن اُنمیں اسلام نہوگا - اخرجہ الشیخان و النسائی - کوئی وجہ نہیں کہ اس روایت کو صرف خوارج سے مخصوص کردیا جاے اور لفظ " آخر الزمان " کی تاویل کی جاے - صاف بات یہ ہے کہ اسمیں آخری زمانے ہی کے مبتدعین و اہل ہواء کی نسبت خبر دی گئی ہے - " سفہاء الاحلام " خاص طور پر اسلیے فرمایا کہ اُن لوگوں کو اپنی عقل و راے اور قیاس و درایۃ پر بڑا گھمنڈ ہوگا - کہینگے کہ ہم عقلاء و حکماء کی سی باتیں کرتے ہیں - " اعجاب کل ذی راے برایہ " ایسے ہی لوگوں میں پہلی بڑی جماعت خوارج کی بھی تھی جنہوں نے راے کو دین میں دخل دیا اور امام کی اطاعت سے باہر ہوگئے -

فرمایا ہاں مگر اس کے بعد خیر کا بھی ایک دور ہے ' لیکن " فیہ دخن " بے فعل خیر مثل خیر اول کے نہوگا کچھہ کدورتیں بھی ملی ہونگی - پوچھا وہ کدورت اور فعل کیا ہے ؟ فرمایا " قوم یستنون بغیر سنتی ' و یہتدون بغیر ہدیی ' یعرف منہم و ینکر " میری سنۃ چھوڑکر اوروں کے طور طریق پر چلینگے میری ہدایت سے ہٹ کر دوسروں کی چال اختیار کرلینگے کچھہ باتیں انکی اچھی پاؤگے کچھہ بری - پھر پوچھا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا ؟ فرمایا ہاں " دعاۃ علی ابواب جہنم " دوزخ کی طرف بلانے والے ! آخر میں بتلایا کہ راہ سلامتی کی اسوقت یہ ہوگی کہ جماعت اور امام کا ساتھہ دو اور جب وہ وقت آ جاے کہ جماعت بھی باقی نہ رہے اور مختلف فرقوں اور مذہبوں میں مسلمان بٹ جائیں ' تو " فاعتزل تلک الفرق کلہا ولو ان تعض باصل شجرۃ ' حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک ' ان تمام فرقوں سے الگ ہوکر رہو (یعنی صرف دین خالص و اول کے ہوکر رہو کہ اسلام ہے ' اور تمام اضافی فرقوں اور مذہبوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کرو ' کیونکہ فرقہ بندی اور تمذہب و تعین خود سب سے بڑا شر اور سب سے اشد بدعۃ ہے) اگرچہ ایسا کرنے میں تمہاری غربت اور بیکسی کا یہ حال ہوجاے کہ درخت کی جڑ چباکر وقت کاٹنا پڑے ' پھر بھی الگ ہی رہو یہانتک کہ موت آ جاے "
اخرجہ الشیخان

اور یہی وہ آنے والے پے در پے فتنے ہیں جنکا حال عبد اللہ بن عمرو العاص خانہ کعبہ کے سایے میں بیٹھکر بیان کیا کرتے تھے ' اور جن میں سے ہر پچھلا فتنہ پہلے فتنہ کو بھلا دینے والا تھا " وان ہذہ امتکم جعل عافیتہا فی اولہا وسیصیب اخرہا بلاء وامور تنکرونہا ' فتجئی فتنۃ فیرقق بعضہا بعضا ' فیقول المومن ہذہ مہلکتی ! ثم تنکشف وتجئی فتنۃ ' فیقول المومن ہذہ ! ہذہ ! " اس امت کی ابتدا میں عافیت ہے اور آخری عہدوں میں مصیبتیں اور برائیاں ایسا ہوگا کہ ایک فتنہ آئیگا اور مومن کہیگا کہ اسمیں میرے لیے ہلاکت ہے ' لیکن جب وہ دور ہو جائیگا اور دوسرا فتنہ

قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد - کیف انتم اذا امرتم بالمنکر و نہیتم عن المعروف ؟ قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد - کیف انتم اذا رئیدم المعروف منکراً و المنکر معروفا ؟ قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم "

اخرجہ .... " کیا حال ہوگا تمھارا جب تمھاری لڑکیاں مبتلاے فسق ہوں اور تمھاری عورتیں سرکش ؟ (یعنی جبکہ تمھارے گھر کے اندر کی زندگی بھی خراب ہو جاے اور عورتیں تک مبتلاے فسق و فجور ہوں) لوگوں نے عرض کیا - کیا یہ بات بھی ہونے والی ہے ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت - کیا حال ہوگا تمھارا جب تم بھلائی کا حکم نہ دوگے اور برائی سے نہ روکوگے ؟ لوگوں نے کہا - کیا ایسا بھی ہونے والا ہے ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی سخت - کیا حال ہوگا اسوقت جبکہ تم برائی کا حکم دوگے اور حق کو روکوگے ؟ عرض کیا - کیا یہ بھی ہوگا ؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ - کیا حال ہوگا اسوقت جبکہ تم نیک بات کو برا سمجھوگے اور برائی کو اچھا ؟ عرض کیا - کیا یہ بھی ہوگا ؟ فرمایا ہاں " یعنی قوموں کی ہلاکت کے بتدریج تین درجے ہیں - ہر پچھلا درجہ پہلے سے اشد - پہلا یہ کہ خود تو نیکی کا شوق باقی ہو ' لیکن دوسروں کو نیک بنانے کا ولولہ جاتا رہے - یہ ہلاکت کا بیج ہے - اسکے بعد دوسرا دور آتا ہے - اب ایسا ہوتا ہے کہ نہ تو خود نیک راہ چلتے ہیں نہ دوسروں کو چلنے دیتے ہیں ' اور حق کو علانیہ روکتے ہیں - یہ تخم فساد کے پھول پتے ہیں - اسکے بعد تیسرا دور آتا ہے - اب نیک و بد اور حق و باطل کا نظام بالکل الٹ جاتا ہے باطل کو حق سمجھا جاتا ہے اور حق کو باطل - یہ تخم فساد کا آخری پھل ہے ' اور اسکا زہر تمام قوم کو ہلاک کردیتا ہے -

اور پھر یہی وہ لوٹ لوٹ کر آنے والی نحوستیں اور رہ رہکر ابھرنے والی ہلاکتیں تھیں جنکی نسبت حضرت حذیفہ نے (کہ سب سے زیادہ فتنوں فسادوں کے جاننے والے تھے) پوچھا تھا " کنا فی جاھلیۃ و شر فجاءنا اللہ بھذ الخیر ' فھل بعد ھذا من شر ؟ " ہم جاھلیۃ کے شر میں مبتلا تھے - اللہ نے اسلام کی روشنی پھیلائی - پھر کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا ؟

آلگي یہانتک کہ پہرلات اور عزیٰ کي پوجا ہو- حضرة عائشه نے کہا جب یہ آیۃ اتري کہ لیظہرہ علی الدین کلہ (دین توحید اسلیے آیا تاکہ سارے دینوں پر غالب آ ے) تو میں نے خیال کیا تھا کہ اب دین توحید هي آخر تک رهیگا - پهر یہ بات کیونکر هوگي ؟ فرمایا هاں یہ رهیگا جب تک اللہ چاهیگا "

اور آپ نے یہ خبر بهي دیدي تهي " اذا کانت امراؤکم خیارکم ' و اغنیاؤکم سمحاءکم ' و امورکم شوری بینکم ' فظہر الارض خیر لکم من بطنہا ' و اذا کانت امراؤکم شرارکم ' و اغنیاؤکم بخلاءکم و امورکم الی نساءکم ' فبطن الارض خیر لکم من ظہرها " رواہ الترمذی " جب تک تم میں سے بہتر اور نیک لوگ تمہارے امیر هونگے ' اور تمہارے مالدار سخي' اور تمہارے معاملات حکومت باهم مشورہ سے انجام پائینگے (یعني عجمیوں کي سي شخصي حکومت و فرمانروائي نہوگی خلافۃ راشدہ کے منہاج نبوۃ پر حکومت شوری هوگي) تو زمین کا ظاهر تمہارے لیے بہتر هوگا آسکے باطن سے - یعني دنیا میں رهنا تمہارے لیے عزت و کامیابي کا موجب هوگا لیکن جب ایسا هو کہ تمہارے امیر بدترین لوگ هوں ' تمہارے مالدار بخیل هو جائیں 'اور تمہاري حکومت عورتوں کے اختیار میں چلی جاے' تو پهر زمین کا اندر تمہارے لیے زیادہ اچها هوگا بمقابلہ اسکی سطح کے " یعني زندگي میں عزت باقي نہ رهیگي - مرجانا هي بہتر هوگا " و امورکم الی نساءکم " سے یہ مقصود نہیں ہے کہ عورتیں پادشاہ هوں ' یہ نہ مقصد ہے کہ عورتوں کے مشورے سے کام انجام پائیں' بلکہ یہ اشارہ ہے شاهان نفس پرست اور امراء و عمال کي حرمسراؤں کي زندگي کي طرف - گویا سررشتۂ حکومت مجلس شوری اور اصحاب حل وعقد کي جگہ حرمسرا کے عشرت خانوں کے هاتهہ میں چلا جائیگا عورتیں جس حال خاهینگي چلائینگي -

اور پهر آپ کي لسان حق و صدق پر یہ پیشین گوئي بهي جاري هوئي تهي " کیف بکم اذا فسق فتیانکم و طغی نساءکم ؟ قالوا و ان ذلک لکائن ؟ قال نعم و اشد کیف انتم اذا لم تامروا بالمعروف و لم تنہوا عن المنکر ؟

کھڑی میں کچھ کھڑے میں کچھ - مسلم میں یہی حدیث بروایت ابوہریرہ ہے - " یمسي مومنا و یصبح کافراً - یبیع دینه بعرض من الدنیا " رات کو ایک آدمی مومن سوئیگا - صبح اٹھیگا تو کافر میں ملا ہوجائیگا - اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالیگا - " یبیع دینه " نے " یمسي مومناً و یصبح کافراً " کے معنی بتلا دئے -

اور آسی صادق و مصدوق کا فرمان تھا " یوشک ان تتداعی علیکم کما تتداعي الاکلة الی قصعتها - قال قائل من قلة نحن یومئذ ؟ قال لا ' بل انتم یومئذ کثیر و لکنکم غثاء کغثاء السیل ' و لینزعن الله من صدور عدوکم المهابة منکم ' و لیقذفن في قلوبکم الوهن - قیل و ما الوهن ؟ قال حب الدنیا و کراهة الموت " اخرجه ابو داؤد - " ایسا ہوگا کہ دنیا کی قومیں تم سے لڑنے کیلیے اکٹھی ہوجائینگی ' اور ایک دوسرے کو اس طرح بلالینگی جیسے بھوکے ایک دوسرے کو کھانے پر بلاتے ہیں - ایک شخص نے عرض کیا - یہ اسلیے ہوگا کہ ہم اسوقت تھوڑے ہونگے اور دشمن بہت ؟ فرمایا نہیں ' مسلمان تو اسوقت بہت ہونگے مگر ایسے ہوجائینگے جیسے دریا کے بہاؤ پر کا کوڑا کرکٹ - جس طرف بہ رہا ہے بہ جائیگا - تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکل جائیگی - تذهب ریحکم - اور تمہارے دلوں میں " وهن " پیدا ہو جائیگا - کسي نے پوچھا " وهن " کیا ہے ؟ فرمایا دنیا کا عشق اور راہ حق میں موت کو ناخوش جاننا اور اس سے بھاگنا "

اور آسي نے یہ بھي فرمایا تھا " ان من کان قبلکم من اهل الکتاب افترقوا علی ثنتین و سبعین ملة ' و ان هذه الامة ستفترق علی ثلاث و سبعین فرقة " اخرجه ابو داؤد و الترمذي - " یہود و نصاری ٹوٹ پھوٹ کر بہتر فرقے ہوگئے تھے - ضرور ہے کہ یہ امت بھي اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تہتر فرقوں میں بٹ جاے "

اور آسي کا قول تھا " لا یذهب اللیل و النهار حتی تعبد اللات و العزی - قلت ان کنت لاظن حین انزل لیظهره علی الدین کله ان ذلک تام ؟ قال انه سیکون من ذلک ما شاء الله " اخرجه مسلم او البخاری - " قیامت نہیں

اور حضرۃ ابو ہریرہ کی روایت میں ہے " قالوا کما صنعت فارس و الروم و اہل الکتاب ؟ قال فہل الناس الا ہم " و قال ابو ہریرہ " اقرؤا ان شئتم کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ " الخ یعنی صحابہ نے عرض کیا - کیا پچھلی قوموں کی چال چلینگے ؟ فارس و روم اور اہل کتاب کی ؟ فرمایا ہاں وہی لوگ ہیں اور کون ؟ حضرۃ ابوہریرہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن سے تطبیق دی ' اور کہا جی چاہے تو اس آیت کو اس موقعہ پر یاد کرلو " وہ قومیں جو تم سے پہلے گزرچکی ہیں اور بالآخر اپنی گمراہیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئیں ' حالانکہ تم سے کہیں زیادہ طاقتور اور متمدن تھیں " (۱) حاصل یہ کہ اس امت میں اہل کتاب کی مغضوبیت اور عجمی و رومی اقوام کے مہلک و گمراہ علوم و تمدن ' دونوں کی نقالی اور پوری پوری ریس ہوگی اور مسلمانوں کے اندر ضلالت کی ان دونوں قسموں سے پوری مشابہت و مماثلت پیدا ہو جائیگی (تفصیل اسکی رسالہ شرح حدیث عظمتین میں دیکھنی چاہیے)

اور آپکا ارشاد تھا " فتنا کقطع اللیل المظلم ' یصبح الرجل فیہا مومنا و یمسی کافرا " رواہ الترمذی و ابوداؤد " آخری زمانے میں فتنے ہیں ایسے جیسے اندھیری رات کی اندھیاری صبح کو ایک آدمی مومن ہوگا شام کو کافر " یعنی ایمان میں ثبات و استقامت باقی نہ رہیگی

---

(۱) عن ابن عباس (رض) فی ہذہ الآیۃ قال " ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ ؟ ہا اولاء بنو اسرائیل شبہنا بہم ' و عن ابن مسعود (رض) انہ قال " انتم اشبہ الامم ببنی اسرائیل سمتا و ہدیاً تتبعون عملہم حذو القذۃ بالقذۃ غیر انی لا ادری اتعبدون العجل ام لا ؟ " و قال سفیان بن عیینہ " من فسد من علمائنا ففیہ شبہ من الیہود ' و من فسد من عبادنا ففیہ شبہ من النصاری " اور یہ جو حضرۃ ابن مسعود نے فرمایا " یہودیوں کی ساری گمراہیاں اختیار کرلوگے البتہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ انکی طرح گوسالہ کی پوجا بھی تم میں ہوگی یا نہیں " تو افسوس کہ وہ بھی ہوچکا اور " حذو القذۃ بالقذۃ " کی پیشین گوئی ساری باتوں میں پوری ہولی -

اور خود هي اپنے آپکو دشمنوں کي طرح تباہ کرینگے - یعني ایک گروہ ان میں سے دوسرے گروہ کو قتل کریگا (و ذلک لکثرۃ اختلافهم و تفرقهم و تمذهبهم) اور آپنے فرمایا - مجھکو بڑا خوف گمراہ کرنے والے پیشواؤں سے ھے ' اور جب ایک مرتبہ میري امت میں باهمي خونریزي شروع هوگئي تو پھر قیامت تک نہ رکیگي - پھر فرمایا - ایسا هوگا کہ میري امت میں سے کئي گروہ مشرکوں سے جاملینگے ' اور ایسا هوگا کہ کئي گروہ بتوں کو پوجینگے - اور ضرور ھے کہ تیس جھوٹے مدعي نبوۃ کے پیدا هوں حالانکہ میرے بعد کوئي نبي نہیں - آخر میں فرمایا - با این همہ ایک جماعت اس امت میں همیشہ حق پر باقی رهیگي - مخالفین حق اسکو نقصان نہ پہنچا سکینگے - یہاں تک کہ امر الهي ظاهر هو -

اور اسي صادق مصدوق کا ارشاد تھا " لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذہ بالقذۃ (او حذو النعل بالنعل) حتی لو دخلوا حجر ضب لدخلتموہ - قالوا الیهود و النصاری ؟ قال فمن ؟ " اخرجاہ عن ابي سعید - " تم سے پہلے جو قومیں گذرچکی هیں ' ضرور ھے کہ تم اُنکے سارے طریقوں اور چالوں کي هو بہو پیروي کرو - یعني اُنکي ساري گمراهیاں اختیار کرلوگے - صحابہ نے کہا - کیا یہود و نصاری کي ؟ فرمایا هاں اور کون ؟ "

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵۵]

اسوقت تمام عالم اسلامی پر گذرا معلوم ھے - تاهم یہ تو نہ هوسکا کہ " یستبیح بیضتهم " - اٹھارویں صدي عیسوي سے یورپ کے استیلا و تسلط کا فتنہ شروع هوا ' اور جو کچھہ هورها ھے ' هم دیکھہ رھے هیں - تاهم ابتک " یستبیح بیضتهم " کي قدرت دشمنان اسلام کو نہیں ملی ھے ' اور اگر اللہ کا وعدہ سچا ھے تو کبھي نہیں ملیگی - تا آنکہ غربت ثانیہ کے بعد نشئۃ و علئۂ ثانیہ کا وقت موعود آجاے ' اور وہ وعدۂ الهی پورا هوکر رھے کہ لیظهرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون - اور وہ آخری عہد سعادت کہ " لا یدري اولها خیر ام اخرها " یعنی اس امت کی ابتدا اور انتہا ' دونوں کي برکتوں اور کامرانیوں کا یہ حال ھے کہ نہیں کہا جاسکتا - اُسکا اول زیادہ شاندار ھے یا آخر ؟

کس نمي گوید کہ از منزل آخر خبرے - صد بیابان بگذشت و دگرے در پیش ست

اور آسي كا ارشاد تها " ان ربي قال لي اذا قضيت قضاء فانه لا يرد ـ اني اعطيتك لامتك ان لا اهلكها بسنة عامة ' وان لا اسلط عليهم عدواً من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم ولو اجتمع عليهم باقطارها ' حتى يكون بعضهم يهلك بعضا ' ويسبي بعضهم بعضا وانما اخاف على امتي الائمة المضلين ' واذا وضع السيف في امتي لم يرفع عنها الى يوم القيامة ' ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتي بالمشركين ' وحتى تعبد قبائل من امتي الاوثان ' وانه سيكون في امتي كذابون ثلاثون ' كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النبيين ولا تزال طائفة من امتي على الحق (او قال ظاهرين على الحق) لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله " - " بعضهم بعضا " تك مسلم نے ثوبان سے روايت كيا هے ورواه ابو داؤد والبرقاني بتمامه عن ابي اسماء عن ثوبان رضي الله عنهما يعني ميں نے الله سے اپني امت كيلئے دعا كي تهي كه خود آنكے سوا اندر اور كوئي دشمن مسلط نهو' اور كوئي ايسي عام هلاكت نه چهائے كه قوم كي قوم هلاك هو جائے ' تو الله نے فرمايا ايسا هي هوگا تيري امت پر كبهي ايسي عام و همه گير هلاكت نه آئيگي ' اور نه كبهي اغيار كوئي دشمن اسطرح مسلط هوگا كه انكي بيخ و بنياد اكهاڑ ڈالے (۱) الا يه كه وه خود هي اپنے دشمن هونگے

---

(۱) اس حديث ميں اور اسكے بعض ديگر روايات ميں بهي " فيستبيح بيضتهم " كا لفظ آيا هے يعني مسلمانوں پر انكي بد حاليوں كي وجه سے دشمنوں كا تسلط اور غلبه تو هوجائيگا مگر ايسي حالت كبهي نهوگي جس پر " يستبيح بيضتهم " كا اطلاق هوسكے جوهري نے كها " بيضة كل شي حوزته و بيضة القوم ساحتهم " اور نووي نے لكها هے " مثل بتصتهم معظمهم وجماعتهم وان قلوا " پس " يستبيح بيضتهم ' كے معني يه هوے كه اگرچه اس امت پر دشمنوں كا غلبه و تسلط هوجائيگا مگر ايسا تسلط كبهي نهوگا كه مسلمانوں كي قومي هستي بالكل معادوم اور دنيا ميں ان كي قوميت كے نشو و نما كيلئے كوئي تلداد اور بعد ناقي نه رهے - چنانچه اسلك جو كچهه هوچكا هے' وه اس وعدهٔ الهي كي تصديق كيلئے بس كرتا هے تاتاريوں كا حمله ياجوج و ماجوج كا فتنه تها كه " من كل حدب ينسلون " اور جو كچهه

اور پھر مدینہ میں - بیچارگی کے بستر پر بیقراری کی کروٹیں بدلتے - حضرۃ ابوبکر کی زبان بخار کی شدت میں کھلنی نو نکارتے - بخاری میں بروایت حضرۃ عائشہ پڑھا ہوگا - وکان ابوبکر اذا اخذتہ الحمی یقـــول :

کل امرئ مصبـــح في اهلـــه والموت ادنی من شراک نعله (١)

آنحضرۃ یہ حالت دیکھتے اور دعا فرماتے " اللهم حبب الینا المدینه کحبنا مکه " خدایا ! پردیس میں ایسا جی لگادے کہ وطن بھول جائیں - ! طائف سے جب سرور عالم اس حالت میں لوٹتے' کہ قبیلۂ ثقیف کی سنگ باری سے پیشانی اقدس کا خون پائے مبارک کو رنگین کررہا تھا' تو بے اختیار یہ جملے زبان پر طاری ہوگئے " اللهم الیک اشکو ضعف قوتی و قلة حیلتی ". خدایا ! اور کس کے آگے کہوں ؟ تیرے ہی سامنے بیچارگی کی فریاد ہے اور بے سروسانی کا شکوہ !

تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست !

تو معلوم ہوا کہ ایسا ہی حال اس دوسری غربت میں بھی ہونے والا تھا جسکی اس حدیث میں خبر دی گئی - (٢)

---

(١) ہر آدمی کیلیے صبح اُسکے گھر والوں میں ہوتی ہے - اور موت تو اُسکے جوتیوں کے تسمے سے بھی قریب تر ہے -

(٢) یہ حدیث بھی منجملہ جوامع الکلم نبوۃ کے ہے - جس طرح اسمیں اوائل کا سارا حال کہدیا ' اُسی طرح اواخر کی بھی کوئی بات نہ چھوڑی - ان سطور کے لکھتے وقت خیالات میں بے اختیار جنبش ہوئی اور ایک مفصل شرح اسکی مرتب ہوگئی - حافظ ابن رجب نے بھی چند صفحوں میں ایک شرح لکھی تھی ' لیکن اسمیں صرف ایک ہی پہلو پر نظر ڈالی ہے - یہ شرح سو صفحوں سے زائد میں ختم ہوئی - شرح حال غربۃ ثانیہ ' و تفصیل اسباب غربۃ ' و بحث و تحقیق احادیث فتن کے باب میں انشاء اللہ جامع و نافع ہوگی - اگر اشاعت سے پہلے نظر ثانی کا موقع ملا تو بعض مطالب بڑھادیے جائینگے جو بہ سبب عدم موجودگی کتب بالفعل سرانجام نہ پاسکے -

ہے پردیسیوں اور بے یاروں کیلئے ! یہی لوگ ہیں جو اُن خرابیوں کو دور کردینگے جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کردی ہونگی - اور احمد و طبرانی نے مرفوعاً روایت کی " طوبیٰ للغرباء - قلنا و ما الغرباء ؟ قال قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر - من یعصیہم اکثر ممن یطیعہم " یعنی فرمایا مبارکی ہے " غرباء " کیلئے ہم نے پوچھا " غرباء " کون ہیں ؟ کہا صالحین کی ایک جماعت برے لوگوں میں تھوڑے سے اچھے

اس حدیث میں " غربۃ " اور " غریب " کا لفظ آیا ہے جسکے معنی ہیں پردیسی اور بے خانۂ و وطن کے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی ابتدا ہجرۃ کی مصیبتوں اور مظلومیوں سے ہوئی تھی عروج و اقبال کے بعد پھر ویسا ہی زمانہ آنے والا ہے - اسوقت حق مغلوب ہوجائیگا لوگ قرآن وسنت کی راہ چھوڑ دینگے ظلم و فساد اور بدعات و منکرات کا ہر طرف دور دورہ ہوگا حق پر چلنے والے اور قرآن و سنت کی سچی اور خالص پیروی کرنے والے بوجہ قلت و بیچارگی کے ایسے ہو جائینگے ' جیسے پردیسی ' بے یار و مددگار مسافر سارا شہر خوشحالوں سے بھرا پڑا ہے - ہر شخص اپنے عیش کدۂ وطن میں آرام و راحت کے مزے لوٹ رہا ہے مگر اُس کیلئے نہ تو گھر ہے جہاں سر چھپائے نہ کوئی عزیز آشنا ہے جسے درد دل سنائے پرایا دیس اور پرائے لوگ نہ یہ اُنکی بولی جانے نہ وہ اِسکی زبان سمجھیں - ایک ایک کا منہہ تکتا ہے اور جی ہی جی میں رو دھو کے چپ ہو رہتا ہے

کس زباں مرا نمی فہمد عزیزاں چہ التماس کنم ؟

ہر لحاظ سے غربت و بیکسی ہوگی ایک طرف تو یہ ہوگا کہ کفار کی بھیڑ ساری دنیا پر چھا جائیگی اُنکے مقابلے میں مسلمان پردیسیوں کی طرح اِکّے دُکّے نظر آئینگے دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر سچے حق پرستوں اور دین الخالص کے پیروؤں کی تعداد بہت تھوڑی رہجائیگی گویا ایک پورے شہر میں باہر کے چند مسافر " قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر " غربۃ اولیٰ میں یہی حال غرباء اسلام کا تھا - پہلے حبش میں

یجد احدا " یعني اسپر تمھیں تعجب کیوں ہے ؟ اگر تم زندہ رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھلوگے - مسلمانوں کي دولت مندیوں کا یہ حال ہوگا کہ ایک شخص مٹھي بھر سونا لیکر نکلیگا کہ کسي مسکین کو دیدے مگر کوئی لینے والا نہ ملیگا - سب آسودہ حال ہوگئے - عدي کہتے ہیں - میں زندہ رہا اور پہلي بات آنکھوں سے دیکھلی " وکنت فی من افتح کنوز کسری " میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے فتح ایران کے بعد کسری کا خزانہ کھولا - رہي دوسري بات - یعني قومي دولت کي اسقدر فراواني کہ مسلمانوں کي آبادیوں میں صدقہ لینے والا مسکین نہ ملے ' تو اگر تم زندہ رہے تو اُسے بھي دیکھلوگے - (رواہ البخاري) یہ تمام واقعات ہجرۃ سے پہلے کے ہیں - حرف بحرف سب پورے ہوے اور سننے والوں نے اپني آنکھوں سے دیکھہ لیا - وصلی اللہ علی الصادق المصدوق الذي لا یخبر عن شی الا ویأتي مثل فلق الصبح !

آج اس تذکرہ کي بقیہ فصول لکھنے کیلیے بیٹھا تو یکایک خیال ہوا - جس صادق و مصدوق نے اسلام کي پہلي غربت میں آنے والے اقبال و عروج کي یہ خبریں دي تھیں ' اُسي کي زبان حق نے عین غلبۂ و ظہور کے وقت یہ بھي تو فرمادیا تھا " بدء (۱) الاسلام غریباً وسیعود کما بدء - فطوبیٰ للغرباء " - یعنی اسلام کي ابتدا بیکسي اور پردیسي کي مصیبتوں میں ہوئي - اور قریب ہے کہ پھر ویسي ہي حالت اسپر طاري ہو جاے - سو کیا ہي خوشي اور مبارکي ہے پردیسیوں کیلیے ! یہ مسلم کے الفاظ ہیں بروایت ابو ہریرہ - لیکن ترمذي میں بروایت عمرو بن عوف زیادہ تفصیل ہے " ان الدین بدء غریباً و سیعود غریباً کما بدء - فطوبیٰ للغرباء - و ہم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدي من سنتی " دین کي ابتدا غربت سے ہوئي اور قریب ہے کہ پھر اسی کی طرف پلٹ آئے - پس کیا ہی مبارکی

---

(۱) قال ملا علی القاری فی الازہار " بدا بلا ہمزۃ - ای ظہر " قال الدواری " ضبطناہ بالہمزہ " وفی شرح الطیبی " قال صحیح النسخہ بدء بالہمزہ من الابتداء "

انگ مٹي کے ٹوکرے اور گري ہوئي ديوار پر ايک اينٹ رکھديني کے معاوضے میں اشرفیوں اور ہیروں کي قيمت مل رہي ہے - کيونکہ کام کرنے والے جتنے کم ہونگے ' اُتني ہي کام کي مزدوري بهي بڑھجائيگي حرالۂ سعادت لئے کيلئے کهل چکا اور شرف و مراتب کا دروازہ ہر رہرو کيليے باز کر ہے جو اُسکے حرانیوں کو لوٹتا اور اُس دولت و کامراني سے مالا مال ہوتا ہے جسکے ليے نہيں معلوم اچهے وقتوں میں کيسے کيسے ارباب طلب بيقراريوں کے آنسو بہا چکے ہیں اور آرزوں سے بهري ہوئي دعائيں مانگ چکے ہيں ؟

مالک و التـــردد حول نجد
و قد عصت تہامـــة بالـــرحال

فصل

حضرة امام احمد بن حنبل کے تذکرہ میں ضمناً اُن احادیث کا ذکر آچکا ہے جن میں ظہور و عروج اسلام کي خبر دي گئي تهي شايد کسي جگہہ نقل کرچکا ہوں " والله ليتمن هذا الامر حتى يسير الراكب من صنعاء الى حضرموت لايخاف الا الله ولكنكم تستعجلون " خدا کي قسم' دعوة اسلام کا جو کام شروع ہوا ہے' وہ پورا ہوکر رہيگا يہانتک کہ صنعاء سے حضر موت تک ايک سوار چلا جائيگا اور امن و اسلام کے سوا راہ میں کچهہ نہ پائيگا اسي طرح حديث حضرت عدي بن حاتم " لتفتحن كنوز كسرى " مشہور ہے کہ عنقريب کسرىٰ کے خزانے تمہارے لیے کهل جائیں

اُس صادق و مصدوق کي زبان حق سے حسرت یہ پيشين گوئي نکلي' مسلمانوں کي بيکسي کا یہ حال تها کہ خود اُنکے وطن کے دروازے بهي اُن پر بند تہے قيصر و کسرىٰ کے خزانوں کا نام سنکر کسقدر حيران و متعجب ہوے ہونگے ؟ عدي بن حاتم ضبط نہ کرسکے حيران ہوکر پوچها " کون کسرىٰ ؟ کسرىٰ بن ہرمز شہنشاہ ايران ؟ " فرمايا ہاں وہي اور کون ؟ " لئن طالت بک حياة ' لترين الرجل يخرج ملء كفه من ذهب يطلب من يقبله فلا

فصل

مقام " عزیمۃ دعوۃ " اور " احیاء و تجدید امت " کی نسبت یہ جو کچھہ بلا قصد زبان قلم پر آگیا ' تو اگرچہ اسکی تفصیل کا یہ موقعہ نہ تھا ' لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید ان حالات و وقائع کا مطالعہ اصحاب صلاح و استعداد کے لیے کچھہ سودمند علم و عمل ہو ' اور بحکم " ان لم تبکوا فتباکوا " اور

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم
ان التشبه بالكرام كرام

کسی کے قلب بصیرۃ و دیدۂ اعتبار کو ان مجددین ملت اور مصلحین حق کے اتباع وتشبہ کی توفیق ملے - شاید کوئی مردکار اور صاحب عزم وقت کی پکار پر لبیک کہے اور زمانہ کی طلب و جستجو کا سراغ بنے - آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے ' اور ڈھونڈھ ہے تو صرف اسی کی - و ما ذلک علی اللہ بعزیز ۔

دادیم ترا زگنج مقصود نشان
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

یہ حکایتیں اُن عہدوں کی تھیں جو موجودہ زمانہ کے مقابلہ میں گویا عہد اِقبال تھے - موجودہ وقت اور اُسکی تاریکیوں کو دیکھو ' اور پھر ہرطرف روشنی اور روشنی دکھلانے والوں کی نایابی پر ماتم کرو - خدمت گزاروں کی پکار اور ہر طرف مزدوروں کی ڈھونڈھ ہے مگر مزدور کہیں نہیں ملتے - آج

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۹]

کی ہے اور آخر میں لکھا ہے " یہ وہ معارف ہیں جنکی طرف مرداً مرداً اشارات تو سب نے کیے ہیں مگر شاید بطریق قواعد و اصول و انضباط مبحث آور کہیں نہ پاؤگے " چونکہ کتاب کی ضخامت بہت بڑھتی جاتی ہے ' اسلیے مجبوراً ان فصلوں کو الگ کردیا - انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ کی شکل میں عنقریب شائع کردیا جائیگا - (پبلیشر)

والک عندي یا زمان ، واللي — علی الرغم مني ان اری لک سیدا
وما انا راض انني واطئي الثری — ولي همة لا یرتضی الافق مقعدا
ولو علمت زهر النجوم مکانتي — لخرت جمیعاً نحو وجهي سجدا
اری الخلق دوني اذ اراني فوقهم — ذکاء وعلماً واعتلاء وسؤددا
واني اذا لي ان تراني قاعداً — واني اری کل البریة مقعدا
ولو مد نحوی حادث الدهر کفه — لحدثت نفسي ان امد له یدا

ستاروں سے تمام فضاء سماوی بھری پڑی ہے لیکن دمدار ستارے ہمیشہ طلوع نہیں ہوتے یہی حال اصحاب عزائم کا بھی ہے - وہ کائنات ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ہے اور وہاں کے احکام و قوانین کو دنیا کے اعمال عادیہ پر قیاس کرنا غلطی ہے انکی قوتیں الہی ، انکے وسائل غیر مختتم ، انکی ترقیاں لا زوال ، اور انکے تمام طریقے غیر مختتم ہوتے ہیں اللہ کی حکمت و ربوبیت انکو تمام خلق اللہ میں سے چن لیتی اور بحکم " واللہ یختص برحمتہ من یشاء " اپنی رحمتوں اور ربوبیتوں کے عجائب و خوارق انکے لیے مخصوص کردیتی ہے پھر انکے معاملات میں نہ تو کسی دوسرے کا ساجھا ہوتا ہے ، نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی - اولئک قوم لما دعوا اجابوا ، ولما اجابوا احبوا ، ولما احبوا اخلصوا ، ولما اخلصوا استخلصوا ، صدقت منهم الضمائر ، صفت منهم السرائر ، وصاروا صفوة اللہ في ارضه ، ففاضت علیهم انواره ، وامتلأت قلوبهم من اسراره

الا ان وادي الجزع اضحی ترابه — من المسک کافورا و اعواده رندا
وما ذاک الا ، ان هندا عشیة — تمشت ، وجرت فی جوانبه بردا !

فلا تجهد نفسک في کشف مراتبهم ، ودرک حقائقهم ، حتی تتصل منهم بسبب ، وتمسک من هدیهم بطرف ، فلسان حالهم ینشدک

وکم سائل عن سر لیلی رددته — بعمیاء من لیلی بغیر یقین
یقولون خبرنا فانت امینهم — وما انا ان خبرتهم بامین (۱)

---

(۱) اسکے بعد طویل طویل چار نقلیں ہیں جن میں مقام مجددیۃ و عزیمۃ دعوۃ کے تمام خصائص و آثار اور علائم و نتائج پر ایک اصولی بحث

نه هر که طرف کله کج نهاد و تند نشست

کلاه داری و آئین سروری داند

دوسروں لوگوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھہ نہیں دیتا اور سرو سامان و اسباب کار موافق نہیں - لیکن وہ صاحب عزم و ہمت اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھہ نہیں دیتا تو میں اسکو ساتھہ لونگا - اگر سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے طیار کرلونگا - اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے - اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھہ دینا چاہیے - اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیے - اگر ساتھہ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ ؟ درختوں کو دوڑنا چاہیے - اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسماں کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں - اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا کہ راہ صاف نہیں کرتے ؟ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے - وہ وقت کا خالق اور عہد کا بنانے والا ہوتا ہے ، اور زمانہ کے حکموں پر نہیں چلتا ، بلکہ زمانہ آتا ہے تا اسکی جنبش لب کا انتظار کرے - وہ دنیا پر اسلیے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھرلوں ؟ وہ یہ دیکھنے کیلیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جسکو پورا کردوں - اسکا مایۂ خمیر بخشش و نوال ہے - طلب و سوال نہیں - اسکی نظریں طاق کی بلندی نہیں ناپتیں - ہمیشہ اپنے ہاتھہ کی رسائی اور قد کی بلندی دیکھتی رہتی ہیں - اسکا نعرۂ عجز و نا امیدی یہ نہیں ہوتا ،

کمند کوتہ ، و بازوے سست ، و بام بلند ،

بہ من حوالہ ، و نومیدیم گنہ گیرند !

بلکہ ہمیشہ اس نشید کامرانی و رجزیۂ ملوکی سے غلغلہ انداز عالم و عالمیاں ہوتا ہے - کما قال القاضی السعید بن سناء الملک - رحمۃ اللہ علیہ .

ہے ؟ خود اسي خاندان عالي میں کیسے کیسے اکابر و اساتذۂ علم و عمل موجود تھے ؟ حضرۃ شاہ عبد العزیز کے درس و تدریس کی بادشاہت سمرقند و بخارا اور مصر و شام تک پھیلي ہوئي تھي شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین علم و عمل کے آفتاب تھے خاندان سے باہر اگر آنکے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئي گوشہ ایسا نہ تھا جہاں آنکا فیضان علم کام کر رہا ہو۔ تاایں ہمہ نہ کیا معاملہ ہے کہ وقت کی جو ضرورت کا ایک سب سے بڑا کام تھا ' اسکے لیے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئي - سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہگئے یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا لیکن میدان والا معاملہ کسي سے بھي بن نہ آیا ؟ وہ گویا ایک خاص پہناوا تھا جو صرف ایک ھي جسم کیلیے تھا اور ایک ھي پر چست آیا تھا اسکے لیے خلعت عظمت اور تشریف قبول کا لدے پر ڈالے منتظر کھڑي تھي زمانہ اپنے سارے سامانوں کے ساتھہ کب سے اُسکي راہ تک رہا تھا امید واروں پر امیدوار یکے بعد دیگرے گذرتے رہے مگر اُسکا مستحق کوئي نہ نکلا

بار غم او عرض بہر کس کہ نمودم
علم بسد و این قرعہ بنامم بسر افتاد !

تو یہ وھي حقیقت ہے جو کتنی دیر سے تمھارے ذھن نشیں کر رھا ھوں - یعنی اس وادي کا مرد کار ہر صاحب علم و عمل نہیں ھو سکتا

مرد این رہ را نشانے دیگرست !

استادي و شاگردي ' نو عمري و کہولۃ ' خانقاھوں کي دھوم دھام ' اور درسوں کا ھنگامہ ' یہ ساري باتیں یہاں کے لیے بیکار ھیں ان سارے عہدوں میں دیکھو باعتبار علم و عمل ایک سے ایک بڑھہ چڑھکر موجود تھا ' اور بعض طاقت دعوۃ و تذکیر و ارشاد خلق میں ساعي تاھم دعوۃ دوسري چیز ہے اور عزیمۃ دعوۃ کا مقام دوسرا ہے اسکي ھمت کسي میں نہ تھي - گروہوں کا معاصرہ کر لینا آسان ہے مگر ملکوں اور ملکوں کي تسخیر کي دھن دوسري ہے ایک شخص کتنا ھي بڑا امیر الامراء ہو ' لیکن تیرا عرصے پادشاھوں کا عزم اور معرکہ سپاھي میں پلے ہوؤں کا دماغ کہاں لا سکتا ہے ؟

جو کچھہ ہوا ' تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا - اس سے آگے نہ بڑہ سکا - قوةً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا - اور معلوم ہے کہ توفیق الہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کیلیے مخصوص کردیا تھا - خود حضرة شاہ صاحب کا بھی اسمیں حصہ نہ تھا :

میخواست رستخیز ز عالم برآورد
آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد !

اگر خود شاہ صاحب بھی اسوقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے - حضرة پیر انصاری کا قول یاد رہے " من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود ' با وجود پیریش مریدی می کردم " شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عدم تحمل و استعداد سے مجبور ہوکر بحکم :

نہ رمز نکتہ ادا می کنم کہ خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند !

دعوة و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دھلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کردیے تھے ' اب اس سلطان وقت و اسکندر عزم کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر انکا ھنگامہ مچ گیا ' اور ھندوستان کے کناروں سے بھی گزرکر نہیں معلوم کہاں کہانتک چرچے اور افسانے پھیل گئے - جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی ' وہ اب برسر بازار کہی جا رہی اور ہورہی تھیں - اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کررہے تھے :

آخر تو لائینگے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

پھر کیا اسوقت ھندوستان علم و عمل سے خالی ہوگیا تھا ؟ یا حق پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہوگئے تھے ؟ کون ہے جو ایسا کہہ سکتا

معتلک و الانقیاد لک ' فالسماء لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیه بارض فاهل الشرق و العرب کلهم رعیتک و انت سلطانهم علموا او لم یعلموا - فان علموا ' فازوا ' و ان جهلوا ' خابوا " ایک اور تفہیم میں لکھتے ہیں " و من نعم الله علی و لا فخر ' ان جعلنی ناطق هذه الدورة و حکیمها ' و قائد هذه الطبقة و زعیمها فنطق علی لسانی ' و نفث فی نفسی - فان نطقت باذکار القوم و اشغالهم ' نطقت بجوامعها - و ان تکلمت علی نسب القوم فیما بینهم و بین ربهم ' رویت لی مآخذها و نصت علی جوامع خطابها و ان حدثت باسرار اللطائف و غوامض الحقائق ' تعرفت قاموسها ' و تلمست ناموسها ' و قبضت علی جلابیبها واخذت بتلابیبها - و ان تحدثت عن علم الشرائع و النبوات ' فانا لست عریقها ' و حافظ جریئها ' و وارث خزائنها ' و باحث معادنها اتتهم تعجائب لا تحصی ' و غرائب لا اکتناها یرجی شعر وکم لله من لطف خفی یدق خفاءه عن فهم الذکی " ایک اور موقعہ پر کہتے ہیں " لما تمت فی دورة الحکمة ' البسنی الله تعالی خلعة المجددیة ' فعلمت علم الجمع بین المختلفات الخ " اس باب میں انکے اشارات بے شمار ہیں علی الخصوص تفہیمات میں کہ متعدد رسائل و مقالات اسی مقام کی شرح و تحقیق میں لکھے ہیں' اور اُن سب کے آخر میں ذوق باطن کے التہاب و اضطراب سے بیخود ہوکر اپنے معاملات کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں گویا ابو العلاء معری کا یہ شعر جا بجا انکے نئے پیرایوں میں انکی زبان مترنم اور کلک تحدث تک آ آکر رہجاتا ہے

و انی ' و ان کنت الا خیر زمانه
لآت بما لم تستطعه الاوائل !

اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو مقام عزیمۃ دعوۃ کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے ساری مثالوں سے آنکھیں بند کرلو صرف یہی ایک مثال زیر بحث حقیقت کے فہم و کشف کیلئے کافی ہے - حضرۃ شاہ ولی الله کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے ؟ با این ہمہ پہلی

پھر بارھویں صدی کا ایک عظیم ترین ظہور علوم و معارف دیکھو۔ زمین بنجر ھو چلی تھی، پھر بھی کھیتوں کی سبزی اور چمنوں کی لالی سے کوئی گوشہ بالکل خالی نہ تھا - تیرھویں صدی کے تمام کاروبار علم و طریقت کے اکابر و اساتذہ اسی صدی میں سر براوردہ ھوے - بعض بڑے بڑے سلاسل درس و تدریس کی بنیادیں اسی میں استوار ھوئیں - جیسے خاندان مشہور فرنگی محل - اور ھندوستان سے باھر بلاد عربیہ و عثمانیہ میں اکثر مشاھیر علم و ارشاد، جیسے شیخ ابراھیم کورانی، محمد بن احمد سفارینی النجدی، سید عبد القادر کوکبانی، شیخ عمر فاسی تیونسی، شیخ سالم بصری، امیر محمد بن اسماعیل یمانی، شیخ عبد الخالق زبیدی، علامۂ فلانی صاحب ایقاظ، شیخ محمد حیات سندھی المدنی وغیرھم کہ شاھراہ عام سے اپنی راہ الگ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ کے شناسا و حق آگاہ تھے - با ایں ھمہ معلوم ہے کہ وہ جو دورۂ آخر کے "فاتح" اور سلطان عصر ھونے کا مقام تھا اور قطبیت وقت کا، وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ (رضی اللہ عنہ) ھی کیلیے تھا - اور لوگ بھی بیکار نہ رہے - کام کرتے رہے - مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کیلیے تھا :

فیضی احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد زتو ھنگامۂ رسوائی را !

تفہیمات میں اس معاملہ کے معارف لکھتے ھوے کہیں تو اپنی طرف بیگانہ وار اشارہ کر جاتے ھیں - کہیں کہیں جوش قلبی کی بے اختیاریوں میں صاف صاف بھی لکھ گئے ھیں - اپنے ترجمہ میں لکھتے ھیں "نعمت عظمی برین ضعیف آنست کہ او را خلعت فاتحیۃ دادند، و فتح دورۂ بارپسیں بر دست وے کردند" تفہیمات میں لکھتے ھیں "بہ سرم در دادند کہ این حقیقت بمردم برساں - امروز وقت تست، و زمان زمان تو - وائے برکسے کہ زیر لواے تو نہ باشد" ایک اور تفہیم میں یہ کیفیت زیادہ سرمستی کے ساتھ کھلی ہے "فہمنی ربی انا جعلناک امام ھذہ الطریقۃ، وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلہا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ، وھو

اُسکي راہ روک سکتا اور نہ وقت کي
اِلهي پر غالب آسکتي ؟ خود حضرت
هيں "اے فرزند ! اس وقت آنسے
ست ' پيغمبر اولو العزم مبعوث مي
امت کہ خير الامم ست و پيغمبر ايشا
و از وجود علماء بوجود انبياء کفا
لم المعرفة ازيں امت درکار س
فيض روح ال
ديگراں هم ب
کچھہ شک نہيں کہ توفيق ال
کيليے يہ مرتبہ خاص کرديا تها
يعني مقام عزيمة دعوة کا خلعت
جسکو ليے ' يا تو مدرسوں ميں
نئي شرحيں اور حاشيے لکه
کے ملتوں پر دستخط کرتے رهے
نہ لگا سکا - دوسري جلد کے حر
رعين اليقين چه گويد ؟ و اگر
ولايت ندست ارباب ولايت
ايں کار مقدس از مشکواۃ نبوت
و وراثت بارہ گشته صاحب اي
بار بار کہہ رہا هوں کہ وقت کا
خواہ کوئي هو اور کيسا هي هو '
تو يہ وهي حقيقت هے جسکو بار
لمل محرمان راہ کے اشارات کو
از فطرت به آسمت رسد ' بتوسط از
خاص کند

حکمراني و فرمانروائي اُسکے سلطان حق و سطوت -
موصوف ايک مکتوب ميں اپنے فرزند کو لکهتے
کہ در امم سابقه دریں طور وقتي کہ دنيا ظلمت
گشت ' و بناے شريعت جديدہ مي کرد - دریں
شان خاتم الرسل ' علماء را مرتبۂ انبياء دادہ اند '
بت فرمودہ اند دریں وقت عالمے عارفے
ت کہ قائم مقام انبياء اولو العزم باشد
قدس ار بار مدد فرمايد
لله آنچه مسيحا ميکرد ! ________"
ي ے حضرۃ ممدوح کے وجود گرامي هي
- انبياء اولو العزم کي نيابة و قائم مقامي
ں صرف اُنهي کے جسم پر چست آيا نا کہ
بڑهاتے رهے ' يا موٹي موٹي کتابيں اور نئي
ے رهے تا پهر اُن کي تضليل و تکفير
وقت کا جو اصلي کام تها ' اُسکو کوئي هاتهہ
ے مکتوب ميں لکهتے هيں " از حق النقين
گويد کے فهم کند ؟ اين معاملات از حيطۂ
دہ رنگ علماء ظواهر در ادراک آں عاجز اند
ت کہ بعد از تجديد الف ثاني نہ بعثت
ں علوم و معارف مجدد ست " الخ - يہ جو
سلطان اور خزينہ دار ايک هي هوتا هے -
مگر اُس سے الگ رهکر کچهہ نہيں پا سکتا -
ار حضرۃ ممدوح فرماتے رهے اور اُنسے پہلے بهي
ے " مجدد آنست کہ هر چه دراں مدت
رسد اگرچه اقطاب و اوتاد آں وقت باشند "
لهذا مصلحت عام را

بستا۔ کوئی شہر و قریہ نہ تھا کہ خانقاہوں اور مدرسوں سے خالی ہو۔ علماء میں شیخ وجیہہ گجراتی، شیخ علی متقی، شیخ جلال تھانیسری، ملا محمود جونپوری، مولانا یعقوب کشمیری، ملا قطب الدین سہالوی، شیخ عبد الحق محدث، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، مولانا الہداد جونپوری وغیرہم، اپنے وقتوں کے مالک اور علم و تعلم کے بادشاہ تھے ۔ با ایں ہمہ دوسرے دوسرے گوشوں اور کاموں میں وقت بسر کر گئے ۔ اس راہ میں تو ایک قدم بھی نہ اٹھ سکا ۔ شیخ عبد الحق محدث (رح) کو تو حضرت مجدد کے بارے میں سخت لغزش بھی ہوئی ۔ اگرچہ آخر عمر کے اعتراف و رجوع نے تلافی کر دی ۔ اصحاب طریقت میں حضرت خواجہ باقی باللہ جیسے عارف کامل خود دہلی میں عہد اکبری مقیم رہے ۔ لیکن وہ خود کہتے تھے کہ میں چراغ نہیں ہوں ۔ چقماق ہوں ۔ آگ نکالدونگا ۔ چراغ شیخ احمد سرہندی ہے ۔ جو حالت اسوقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام کابل و ترکستان و خراسان کی ہو رہی تھی، ان سب کے سامنے تھی ۔ سب استغفار و دعاں بھی کرتے ہیں، مگر اس سے آگے معاملہ نہیں بڑھتا ۔ ہندوستان میں سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ تمام عوام و خواص پر تصوف کا رنگ غالب تھا بحدیکہ اسکے سوا علماً و عملاً کوئی بات مقبول نہیں ۔ لیکن تصوف صالح کا جوہر پاک جہل و بدعة کی آمیزش سے یکسر مکدر ہوچکا تھا ۔ بلکہ ایک طرح کی اباحة و مطلق العنانی تھی جسکو طریق باطن و اسرار سے تعبیر کیا جاتا تھا ۔ ملک کا ملک شریعت و علوم شریعت سے بیگانۂ محض اور اصل حقیقت تک قلم معدوم ۔ صرف خانقاہوں اور سجادہ نشینی کے سلسلوں کے جال میں پوری اقلیم جکڑ بند تھی ۔ دوسری طرف عہد اکبری کی بدعات تخت و تاج حکومت کے زور سے ہر طرف پھیل چکی تھیں، اور علماء سوء و مشائخ دنیا پرست خود انکے احداث و اشاعة کے نقیب تھے ۔ کون تھا کہ اسوقت امن و عافیت کے مدرسوں اور سلطانی و فرمانروائی کی خانقاہوں سے نکلتا اور دعوة و اصلاح کی امتحان گاہوں میں قدم رکھتا ؟ اور پھر نصرة الٰہی کے لشکروں اور نفوذ باطنی کے سامانوں سے ایسا مسلح ہوتا کہ نہ شہنشاہ ہند کا تاج و تخت

موجود ہے بدایونی و طبقات اور روضۃ العلماء و اخبار الصفار وغیرہ دیکھو
تو معلوم ہوتا ہے - ہندوستان میں بجز عالموں اور ندروں کے اور کوئی نہیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴)

سکتی ہیں - عام طور پر شہرت و غلغلہ صرف ایک ہی معاملہ کا ہوجاتا ہے -
شاہ صاحب تفہیمات میں لکھتے ہیں " وکذالک امر المجددین و الاوصیاء
فان صورة التجدید و تاویل الشریعة یکون مختلفاً باختلاف الزمان والمکان "
یہ حالت اکثروں کو پیش آئی ہے بہر حال خیال ہوا کہ حضرة ممدوح
کی سیرة کا لکھنا بھی ضروری ہے اس بارے میں تمام مواد ذہن
میں موجود تھا حاجت مطالعۂ و مراجعۃ کی نہ تھی اسلیے پچھلے
ہفتے اسطرف توجہ ہوئی' اور آج ۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۹ کو پورے ایک ہفتہ
میں اتمام کو پہنچی والحمد لله علی ذالک شمار کیا تو متوسط تقطیع
کے ۱۷۳ صفحے ہوئے چونکہ اس تذکرہ کی تسوید کے محرک و باعث مرزا
فضل الدین احمد صاحب ہے وعدہ تھا کہ تذکرہ کی ضمن میں جو کچھہ'
لکھا جائیگا ' انہی کے سپرد ہوگا ' اسلیے یہ بھی انہی کے حوالے کرتا ہوں -
خواہ چھپ جائے خواہ پڑا رہے ع حالنا رقلم و نحیی کاسلم - سیرة حضرة
مجدد لکھتے ہوئے کچھہ عجیب انشراح خاطر اور انبساط طبع بہم پہنچا جسکی
کیفیت حد بیان سے باہر ہے ' اور نہ یقیناً اس ارادة و نسبت کا نتیجہ ہے
جو حضرة ممدوح سے اس عاجز اور اس عاجز کے خاندان کے تمام اکابر کو نسلاً
بعد نسل حاصل رہی ہے

وما ذاک الا ان هنداً عشیة تمشت وجرت فی جوانبه بردا ۔

حتی کہ اسکو اپنے ضمیر ظلمت میں ممزوج پاتا ہوں' اور اسوقت یہ پر سر
نفوذ و ظہور دیکھتا ہوں کہ " قبل ان اعرف الهوی "

فصادف قلبا خالیاً فتمکنا ۔

یہی نسبت و ارادت کی ایک دولت ہے جو شاید ہم بے مایگاں
کار اور تہی دستاں راہ کیلیے توشۂ آخرة اور وسیلۂ سعادت ثابت ہو اگر اسکے
دامن تک ہاتھہ نہ پہنچ سکا تو اسکے دوستوں کا دامن تو تکو سکتے ہیں ؟ الله
اس راہ میں ثبات و استقامت روزی فرمائے اور اسکے دوستوں کی محبت
و ارادت سے ہمارے قلوب ہمیشہ معمور و آباد رہیں اللهم ارزقنا حبك '
و حب من یحبك ' والعمل الذی یبلغنا حبك ' واجعل حبك احب الینا
من انفسنا واهلنا و من الماء البارد ۔

متفرق مثالیں تو دور کی تھیں - خود ہندوستان ہی کی تاریخ دیکھہ لو- ہمیشہ ایسا ہی معاملہ نظر آئیگا - شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء و مشائخ حق سے بالکل خالی ہوگیا تھا ؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے ؟ لیکن مفاسد وقت کی اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا - صرف حضرۃ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی ہی تن تنہا اس کار و بار کا کفیل ہوا (۱) معلوم ہے کہ اس عہد میں بڑے بڑے علماء و اصحاب خانقاہ

---

(۱) ان سطور کے لکھتے ہوے خیال آیا کہ حضرۃ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی بھی منجملہ ان اکابر امت کے ہے جنکی تعظیم و توقیر تو حسن اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے' لیکن انکی زندگی کے اصلی کارناموں پر پردے پڑگئے ہیں - بڑے بڑے معتقدین تک کو خبر نہیں - عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ انکی تجدید محض رد بدعات جہال صوفیہ' و تحقیق بعض معارف تصوف' و اعلان و اشتہار توحید شہودی میں منحصر ہے - حالانکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے - خود انکی زندگی میں بھی بہت کم لوگوں کی وہاں تک رسائی ہوئی تھی - اسی لیے بار بار اپنے مکتوبات میں یہ شعر لکھتے ہیں اور ابناء عصر کی کوتاہ فہمیوں پر فغاں سنج ہیں '

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ عجیب و حدیث غریب ہست

اصل یہ ہے کہ مجددین امت کا ظہور بھی معاملات نبوۃ کے ماتحت ہے - جسطرح انبیاء کرام کی تعلیم و دعوۃ ہمیشہ اسی رنگ میں جلوہ افروز ہوتی ہے جسکا انکے عہد میں غلبہ ہو - اسی طرح مجددین امت کا ظہور بھی ہمیشہ اپنے رنگ روپ میں وقت کے مقتضاء و داعیہ کے مطابق ہوتا ہے - کبھی امراء و سلاطین میں سے ظہور ہوتا ہے' کبھی علماء و اصحاب درس و تدریس میں سے' کبھی اصحاب سلوک و طریقت میں سے' اور یہ تنوع اسلیے ہوتا ہے کہ ان وقتوں کے حالات انہی حیثیتوں کے مقتضی ہوے ہیں - اور چونکہ غلبہ وقت کے رنگ کا ہوتا ہے' اسلیے اور تمام رنگتیں اسکی چمک دمک کے سامنے دھیمی پڑ جاتی ہیں - صرف باریک بین نگاہیں ہی دیکھہ

طاق کي جگهه کوڑے کرکٹ کي ٹوکري هي میں کیوں نه ڈالدو لیکن اُسکي خوشبو ضرور پهیلیگي مور نے کہا میرا جسم میرے ساتهه هے - باغ وبہار کا محتاج نہیں - جہاں کہیں پروں کو کهولدونگا ایک بغچهٔ چمن کهل جائیگا - یہي حال مومن کامل اور صاحب علم وعمل حق کا هے - وہ کسي زمان ومکان کا محتاج نہیں - جہاں کہیں بهي جائیگا روشني پهیلائیگا ' اور جس جگهه سے گزریگا ' هوا کي عطر بیزي بتلا دیگي که کوئي گزرنے والا یہاں سے گزرا هے

ابهي اس راہ سے گـــزرا هے کوئي
کہے دیتي هے شوخي نقش پا کي

امام اس بسمله کے تذکرہ میں بوجه ضمني مباحث کے بہت طول هوگیا - تا ایں همه جسقدر لکها گیا ' اُس سے کہیں وہ چند قابل ذکر امور چهوڑ دیے گئے حافظ ذهبي کو بهي ایسي هي صورت پیش آئي تهي - جن لفظوں پر انہوں نے اُنکا ذکر ختم کیا تها ' میں بهي کرونگا " ومن خالطه وعرفه ' قد ینسبني الی التقصیر فیه - ومن نابذہ وخالفه ' قد ینسبني الی التغالی فیه " قاله في المعجم یعنيَ جو لوگ امام ابن بسمله کے مقامات ومراتب کے جاننے والے هیں ' وہ تو مجهے الزام دینگے که جسقدر مدح وتوصیف کرني تهي نه کي ' اور جو بے خبر اور مخالف هیں ' وہ میرے بیان کو غلو ومبالغه قرار دینگے - انتهی ملخصا

وادا لم تر الهلال ' فسلم لاناس راوہ بالابصار

فصل

مقصود اصلي اس تذکرہ سے یه تها که " دعوة " کا مقام دوسرا هے اور " عزیمه دعوة " کا دوسرا ضرور نہیں که هر زهور کي یہاں تک رسائي هو عہد ظهور دعوة میں هزاروں اصحاب علم وکمال موجود هوتے هیں مگر دروازہ کا کهولنے والا صرف مجدد العصر هي هوتا هے ' اور اُسکے ظهور کیلیے ضروري نہیں که تمام اصحاب علم وحق نکلي معدوم هوگئے هوں نه حتی

اُنکي زندگي کے حالات امام ذهبي کي زباني سنو تو معلوم هو که دل کي جگهه سيماب اور همت و عزم کي جگهه ایک پهاڑ تها - دل کی بيقراريوں نے کبهي چين سے بيٹهنے نه ديا - مگر همت کي کوہ وقاري نے جهاں جمايا' بغير فتح و نصرہ کے منهه نه موڑا - ساتهه هي علوم و عقائد کي تجديد و اصلاح کا عظيم الشان کام بهي اس اهتمام سے انجام ديا که بڑي بڑي جماعتوں سے بهي انصرام نه پاتا - سب سے بڑهکر يه که دين حق و توحيد کي وحدة ' اصل ملت کے هر حال و هر شکل ميں ايک هونے' خير القرون کے علم و عمل کي از سرنو تجديد ' دين الخالص اور سنة خالصه و محضه کے اعتصام ' اور تمام تفرقوں اور فرقه بنديوں اور بدعتي راهوں کے خلاف قولاً و عملاً دعوة اولی کي صدا اس قوت و نفوذ کے ساتهه بلند کي که وقت کا کوئي شور و غوغا اسپر غالب نه آسکا اور گو هميشه دبانے کي بڑي بڑي قاهر و جابر کوششيں کی گئيں ' مگر اسکي گونج رہ رهکر اُٹهتي ' اور دب دب کر اُبهرتي رهي - حتی که آج بهي اگر مختلف گوشوں سے صدائيں اُٹهه رهي هيں ' تو وہ بهي اُسي گرج کي بازگشت هے - متنبي نے کيا خوب کها هے .

و ما الـــدهر الا من رواة قصــائدي
اذا قلت شعراً ' اصبح الدهر منشدا

دشمنان حق کے پاس سب سے بڑا آلۂ تعذيب قيد خانوں کي کوٹهرياں هيں 'مگر يه چيز بهي انکي عزيمة دعوة کے مقابله ميں بيکار تهي - مصر ميں جب قيد کيے گئے تو تصنيف و تاليف ميں مشغول رهے - جب قلم دوات بهي چهين لی گئي تو قيد خانے کے اندر قيديوں پر نظر ڈالي - اُن کا بڑا حصه ڈاکوؤں رهزنوں اور قاتلوں کا تها لکن چند دنوں کے اندر انکو شيطان سے فرشته بناديا - علم و عمل کي جو برکتيں خانقاهوں اور مدرسوں کو نصيب نه تهيں' وہ جيل خانے کے اندر هر طرف نظر آنے لگيں - صاحب کواکب لکهتے هيں " حتی صارا المحبس بالاشتغال بالعلم والدين خيراً من کثير من الزوايا والربط والخوانق والمدارس " يه معنی هيں ايمان کامل اور مقام عزيمة علم و عمل کے - چراغ جهاں کهيں رکها جائيگا ' اُجالا هوجائيگا ' اور پهولوں کا گلدسته

زیادہ سخت و مہلک زمانہ تھا' اور ایک انقلابی درجہ تھا کہ اصلاح کی تمام پچھلی قوتیں ختم ہوچکی تھیں' اور فساد کے تمام تخم ایکدم کیلیے' پھل پھول رہے تھے - وقت نہ تو بڑے بڑے مدرسوں کا طالب تھا نہ بڑی بڑی خانقاہوں کا' بلکہ صرف ایک ایسی زبان و قدم کیلیے تشنۂ وبیقرار تھا جسمیں " عزم " ہو اور عازمانہ دعوۃ و امامت - سیکڑوں ہزاروں اعاظم وقت میں سے کسی کو بھی یہ منصب نہ ملا - صرف امام ابن تیمیہ ھی تھے جو زمانے کو پلٹ دینے اور ملکوں اور جماعتوں کو بدل دینے کیلیے اٹھے' اور ایک ھی وقت و زندگی میں وقت کی ھر طلب و سوال کا جواب دیا -

تاتاریوں کے مقابلے میں حفظ ملت و بلاد کی ایک نئی زندگی تمام بلاد مصر و شام میں پیدا کردی - علم ھی میں نہیں' بلکہ میدان جہاد و قتال میں بھی انکا گھوڑا سب سے آگے رہتا تھا - ذھبی نے کہا " اما شجاعتہ فبہا تضرب الامثال و ببعضہ اکابر الابطال - حتی کانہ لیث حرب " ایک صدی کے قتل و غارت نے تمام ملک کو جرأت و ھمت سے کورا کردیا تھا - بے غیرتی و بزدلی سے سب کے دل مردہ ہوگئے تھے - مگر اب وہی آبادیاں تھیں جو حرص ملازں آگے بڑھکر تاتاریوں کا مقابلہ کرتیں اور سورج کی روشنی سے زیادہ اس حقیقت پر ایمان رکھتیں کہ مسلمان اگر مسلمان ہو تو اسکو کوئی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی (۱)

(۱) یہی وجہ ھے کہ بالاخر وہ بھی اُس بلیہ سے دوچار ھوے جو اکثروں کو امر حکم میں پیش آیا ھے - یعنی سیاسی دعوۃ اور سلطنت و امامت کبری کی بدگمانی - علماء سوء کو انکی مخالفت میں بڑی کامیابی اسی لیے ہوئی کہ پولٹیکل خطرہ دکھلاکر اور تمام ملک میں انکے حاکمانہ و شاہانہ اقتدار کو دلیل میں پیش کرکے حکام وقت کو بھی مخالف بنادیا - حافظ ابن حجر درر میں لکھتے ھیں " و نسبہ قوم الی انہ یسعی لامامۃ الکبری فانہ کان یلھج بذکر ابن تومرت و تطریہ ' فکان ذلک مؤکدا لطول سجنہ " اور ابن کثیر لکھتے ھیں " و من جملۃ اسباب حبسہ حوفہم انہ ربما تدعی وتطلب الامارۃ فلعی اعداؤہ علیہ طریقا من ذلک وحسنوا للامراء حبسہ لسد تلک المسالک '

ناب امتیاز مسدود، اُن سب کا شیوع اور جماؤ اسی زمانے میں ہوا - تعلیم و تعلم کی تمام مجتہدانہ قوتیں ختم ہوچکی تہیں - اب صرف پچھلے ذخیرہ کی مزید آرائش و تزئین میں ہمتیں مصروف تہیں - اسی چیز نے متون و شروح اور تلخیص و تعلیق و عدہ کے طریقہ کو رواج دیا جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ اسکے سوا اور تمام راہیں نظر و فکر کی بند ہوگئیں - مذہبی عہدوں کا ذریعہ صرف فروع فقہ کا علم تہا، اسلیے علوم دینیہ میں سے صرف اسی پر قناعت کرلی گئی - رفتہ رفتہ علوم اصلیۂ قرآن و حدیث متروک و مہجور ہوگئے - یہ بات پہلے سے ہوچکی تہی - (جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے لکہا ہے) لیکن اب بحد غایت پہنچ گئی - عملیات میں اہل کتاب اور عجمی اقوام کے اختلاط و امتزاج کا معاملہ آخری حد تک پہنچ چکا تہا - اسلیے بدعات و رسوم کا فتنہ بہی اپنی پوری قوت اور احاطہ تک پہنچ گیا اور بڑے بڑے علماء کی نظریں اُسکے نفوذ و احاطہ کے اندر گم ہوگئیں - ایک بڑی مصیبت جو مسلمانوں پر نازل ہوئی، تصوف کے علم و عمل کا تنزل اور جہل و فسق کی کثافتوں سے اس جوہر پاک کا امتزاج، اور اہل صلاح و طہارۃ کی جگہ خانقاہوں اور صومعوں کی عمارتوں کی حکومت کا قائم ہوجانا ہے - یہ چیز اس عہد میں پوری طرح نشو و نما پاچکی تہی - علی الخصوص دیار مصر و شام میں کہ بقیۃ السیف مسلمانوں کا ماء من و ملجاء تہے، صرف رسمی خانقاہوں اور خرقہ پوشوں کی شہنشاہی تہی - خود ملوک و سلاطین بہی انہی کے معتقد تہے اور حکومت کے زور سے انکی بدعتیں پہیلاتے تہے - جس گروہ کے قبضہ میں وقت کا بادشاہ اور عوام کا غول ہو، اُسکا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ ملک بیبرس جاشنیگر جسکے عہد میں نہ صرف ابن تیمیہ بلکہ تمام آئمۂ عہد مثلاً امام ابن دقیق العید و حافظ مزی و علم الدین برزالی و غیرہم مبتلاے محن ہوے، شیخ نصر المنبجی صاحب خانقاہ دمشق کا حلقہ بگوش معتقد تہا - اُسی نے بیبرس کو ابن تیمیہ کے خلاف بہڑکایا تہا - غرضکہ ملت و شریعت کی سیزدہ صد سالہ زندگی میں جو سخت سے سخت انقلابی زمانے گزر چکے ہیں، اُن سب سے

تجربے کر دینے جانوں اور جلا وطنوں کی مصیبت تک پہنچا کر چھوڑا
عوام کا فتنہ اسی زمانے میں اس درجہ تک پہنچا جہاں آج نظر آ رہا ہے -
شریعت کے اعتقاد و عمل کی ساری بادشاہی انہی کے ہاتھ ہے - جو
بات چاہیں علماء سے کہلوا دیں ' اور جس بات کو اپنے ہواء نفس کے
خلاف پائیں ' امر اسقدر ہنگامہ مخالفت کہ دلیر کسی کو زبان کھولنے
کی مجال باقی نہ رہے - (۱) علم و عمل کی وہ ساری بدعتیں
جو آج مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہیں ' حتی کہ

---

(۱) اس عہد کے ان حالات کیلیے حافظ ذہبی کی تاریخیں اور درر کامنہ
ابن حجر اور ضوء اللامع سخاوی کا مطالعہ کافی ہے - کتنے ہی اکابر
علم و عمل ہیں جنکی زندگیوں کا خاتمہ یا زندان خانے میں ہوا یا جلاد
کی تلوار کے نیچے - انکا جرم صرف یہ تھا کہ کسی ایک مسئلہ میں عوام
کے معتقدات و اعمال کے خلاف قدم اٹھایا تھا اس عہد میں ایک خاص
قابل ذکر بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ گو فقہاء مذاہب اربعہ میں باہم
نہایت سخت تعصب تھا ' لیکن جب کبھی کسی مصلح حق کے خلاف
شورش پیدا ہوتی ' تو تمام فقہاء شافعیہ و حنفیہ اسکا معاملہ قاضی
مالکی ہی کے سامنے پیش کراتے - اس موقعہ پر باہمی تعصب باقی
نہ رہتا - سبب اسکا یہ تھا کہ مالکیہ کے مذہب میں تعزیر کا دائرہ بہت
وسیع ہے - حبس و تشہیر کے علاوہ قتل بھی کیا جاسکتا ہے - پس قاضی
مالکی سے فتوی لیا جاتا تاکہ انتہائی سزا دلائی جاسکے علامہ سعید بن
یحیی الثعلبی اور امام ابن دقیق العید کا جرم یہ تھا کہ ابن تیمیہ کی حمایت
کرتے ہیں اور امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد کو استناداً پیش کرتے
ہیں شورش کا اصلی باعث قاضی حنفی تھا ' لیکن خود فیصلہ نہیں دیا -
معاملہ قاضی مالکی کے سامنے پیش کرایا اس نے علامہ ثعلبی کو پہلے تازیانوں سے
پٹوایا - یہاں تک کہ زمین خون سے تر ہوگئی پھر گدھے پر الٹا سوار کراکے
تمام شہر میں تشہیر کی - درر کامنہ میں پوری تفصیل موجود ہے -

باقی رہا اس عہد کے بدعات و رسوم و منکرات کا انتشار بسوء علم و عمل '
و دیگر تعصب و عناد ' فقہاء تو اسکا مفصل حال خود امام ابن تیمیہ کی
تصنیفات سے ملتا ہے - مثلاً اقتضاء الصراط المستقیم ' مجموع الفتاوی
الجلال ' مجموعہ رسائل وغیرہا

بھی کبھی اہمیت نہ دی تھی ' انکی بنا پر اب خواص و فقہاء ایک دوسرے کی تضلیل کرنے لگے ' اور جس گروہ کو حکومت میں زیادہ دخل ہوا ' اُس نے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۳]

کو اپنے لیے بھی سمجھہ لیا ' لیکن انہوں نے کچھہ جواب نہیں دیا - اسپر مجھ نے کہا - ما ھو الا للوظائف التي قدرت للفقهاء على المذاهب الاربعه ' و ان خرج عن ذلك واجتهد ' لم ينله شي ' و حرم رائحة الفقهاء ' و امتنع الناس من افتائه و نسب البدعه - یعنی میں تو اسکا سبب صرف یہی سمجھتا ہوں کہ یہ اُن سرکاری عہدوں کیوجہ سے ہے جو فقہاء مذاہب اربعہ کیلیے مقرر ہیں - اگر کوئی دائرۂ تقلید سے قدم باہر نکالیگا تو ان عہدوں سے محروم ہو جائیگا ' وفقہاء کی ریاست حاصل نہ رہیگی ' عوام اُس سے فتوی لینا چھوڑ دینگے اور لوگوں میں بدعتی کہلائیگا " ابوزرعہ کہتے ہیں کہ " امام بلقینی یہ سنکر متبسم ہوے اور مجھہ سے اتفاق کیا " انتہی - ابوزرعہ و امام بلقینی کا یہ خیال قاضی سبکی کی نسبت صحیح تھا یا نہیں ؟ اس سے یہاں بحث نہیں - مقصود صرف یہ ہے کہ حالات ایسے ہوگئے تھے کہ ابوزرعہ کو یہ خیال پیدا ہوا - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علوم دینیہ کے تنزل اور منع باب نظر و وقاعہ فی الدین کے اسباب میں عجمی و ترکی حکومتوں کے دور اور انکے ملکی انتظامات کو کسقدر دخل ہے ؟ اور کس طرح آٹھویں صدی ہی میں یہ معاملات آخری درجہ تک پہنچ چکے تھے ' اور عوام کا فتنہ کس طرح نظر و فکر کے سارے دروازوں کو روکے کھڑا تھا ؟ جب یہ حال اُس عہد کا تھا تو بعد کا کیا پوچھنا ؟ اور پھر آج جو کچھہ ہو رہا ہے اسکا کیا ذکر ؟

نا دل پہ کوئی زخم نہ تھا جز نمود داغ
نا اب یہ بڑھگیا ہے کہ ناسور ہوگیا !

امام ابو حفص عمر بن ارسلان بلقینی نے سنہ ۸۰۵ میں انتقال کیا - قاضی تقی السبکی اور شیخ ابوحیان کے شاگرد ' اور اپنے عہد کے شیخ الاسلام و مرجع و مستند اکابر و اعلام تھے - اکثر علماء نے انکو مجتہد العصر تسلیم کیا - سیوطی نے بعض اقوال حسن المحاضرہ میں نقل کیے ہیں کہ وہ اپنے عہد کے مجدد تھے - انکی شرح بخاری نے مخصوص قبولیت پائی - حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ابواب بخاری کے ربط و ترتیب کی نسبت انکا مقالہ نقل کیا ہے -

تاتاریوں کی ہیبت نے زندوں کو مردہ بنادیا تھا وہ صرف خون بہاتے اور نعشوں کے ٹیل اور سروں کے منارے کھڑے کرتے ایک چھوٹی سی ٹکڑی آبادیوں کی آبادیاں ذبح کر ڈالتی اور بادشاہوں اور فوجوں کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی - جب کوئی مرکز نہ رہا ' تو شریعت کا بھی کوئی محافظ نہ رہا نہ اُمت کا کوئی رہبر وہ سارے علمی و عملی مفاسد جو آج نظر آرہے ہیں ' یا تو اسی عہد میں پیدا ہوے ' یا ہوچکے تھے تو اسی عالم اسوبی میں کمال و بلوغ کو پہنچے علوم اصلیۂ قرآن و حدیث کے ترک کی بنیادیں اسی عہد میں استوار ہوئیں تقلید شخصی اور مذہبی فرقہ بندی کے التزام اور تعصب نے اسی زمانے میں پورا پورا زور پکڑا تاتاریوں کو سب سے پہلی دعوۃ حنفیوں اور شافعیوں کے باہمی پیکار ہی نے دی تھی (۱) تو مسلم حکمراں مذہب و علم سے نا آشنا تھے ' اسلیے مذہبی حکومت تمام تر علماء و فقہاء مذاہب کے ہاتھ آگئی ہر مذہب کیلیے الگ الگ قاضی ' الگ الگ مدارس ' اوقاف ' ائمۂ جمعہ ' اور مذہبی عہدے قرار پائے یہی چیز صدہا مفاسد و مصائب کا باعث ہوئی ایک طرف علماء دنیا و فقہاء دولۃ کا ایک گروہ عظیم پیدا ہوگیا (۲) دوسری طرف باہمی تعصب و تفرقہ کی آگ روز بروز زیادہ بھڑکنے لگی حتی کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے

---

(۱) یہاں ایک طول طویل مبحث درج تھا اور اُن اسباب کی تشریح کی تھی جو تاتاریوں کے حملے کا اصلی باعث ہوے - اختصار کے خیال سے میں نے نکال دیا ممکن ہوا تو آخر میں بطور ضمیمہ کے درج کردونگا (پبلیشر)

(۲) حضرۃ شاہ ولی اللہ نے انصاف میں ابن زیاد یمنی کے حوالہ سے ابوزرعہ کا قول نقل کیا ہے " ایک دن میں نے اپنے استاد امام بلقینی سے پوچھا ما تقصیر الشیخ تقی الدین السبکی عن الاجتہاد وقد استکمل آلتہ وکیف یقلد ؟ شیخ تقی الدین سبکی کو اجتہاد سے کیا بات روکتی ہے حالانکہ ان میں تمام شرائط اجتہاد کے جمع ہیں ؟ اس پوچھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ خود امام بلقینی کی نسبت بھی یہی سوال پیدا ہوتا تھا خیال کیا کہ جو عذر وہ سبکی کی نسبت کہینگے اسی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فصل

[illegible] متعلق بہت زیادہ [illegible] حیات دعوۃ و اصلاح کے اعمال و واقعات [illegible] کے [illegible] سامنے آئے [illegible] کہ اُس عہد کے تمام [illegible] عمل و دعوۃ میں [illegible] ؟

[illegible]

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کے آغاز کا زمانہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی نازک اور انقلابی زمانہ تھا - مشرق میں عربی حکومت کا بالکل خاتمہ ہوچکا تھا - تمدن کے بچے ہوئے چراغ بھی بجھ چکے تھے - تاتاریوں کا سیلاب اپنی اصلی بلندیوں تک پہونچ چکا تھا' اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل رہا اور ہر جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ڈھونڈھ رہا تھا - یہ وحشی درندے صرف تاخت و تاراج کرلینے آئے تھے' لیکن اب پچاس لاکھ مسلمانوں کے خون اور چھہ صدیوں کے اسلامی تمدن کی ویرانی پر اپنی سلطنت کی عمارت تعمیر کر رہے تھے - ہلاکو کا پڑپوتا قازان خاں اگرچہ مسلمان ہوگیا تھا' لیکن ابھی یہ تبدیلی محض برائے نام تھی - وحشت و خونخواری میں تمام تاتاری خصائل بدستور کام کر رہے تھے - مسلمانوں کا کوئی مرکز باقی نہ رہا تھا - برسوں تک جمعہ کے خطبے کسی سلطان اسلام کے ذکر سے خالی رہے - اس عام بربادی نے مسلمانوں کی تمام اخلاقی قوتیں بھی فنا کردیں -

اظہار تعصب کیا اور انکو مصرف بہلجہانے میں ساعی ہوے لیکن معلوم ہے کہ با این ہمہ امام موصوف کے علم و عمل کی نسبت آنکی راے کیا تھی ؟ حافظ ابن رجب طبقات میں آنکا قول نقل کرتے ہیں «ما احفظ علیہ لم یرمن خمس مائۃ سنۃ» پانچ سو برس سے ایسا با کمال دیکھا نہیں گیا ! امام ابن تیمیہ کی ایک کتاب الدلیل علی بطلان التحلیل ہے قاضی موصوف نے اس کو اپنے قلم سے نقل کیا اور لوح پر لکھا «من مصنفات سیدنا ' و شیخنا ' و قدوتنا ' الامام العالم العلامۃ الاوحد ' البارع الزاہد الورع القدوۃ الکامل العارف ' سیدالعلماء ' قدوۃ الائمۃ ' حجۃ اللہ علی العباد' اوحدالعلماء العاملین' آخرالمجتہدین' شیخ الاسلام» الخ حافظ سیوطی کی اسماء و النظائر النحویۃ اب چھپ گئی ہے حرف «لو» کی بحث میں ابن تیمیہ کی ایک تحریر نقل کی ہے جو شیخ زملکانی کے خط سے منقول ہے شیخ موصوف ابن تیمیہ کی مدح میں کہتے ہیں

ماذا یقول الواصفون لہ ؟ و صفاتہ جلت عن الحصر !
ہو حجۃ للہ قاہرۃ ہو بیننا أعجوبۃ الدہر !
ہو آیۃ في الخلق ظاہرۃ انوارہ اربت علی الفجر !

صاحب الرد الوافر نے آنکا قول نقل ہے «اجتمعت فیہ شروط الاجتہاد علی وجہہا» اور «کان اذا سئل عن العلم' ظن السامع انہ لا یعرف غیر ذلک - وکان الفقہاء من سائر الطوائف اذا جلسوا معہ ' استفادوا في مذاہبہم» الخ یعنی اجتہاد کی ساری شرطیں پوری طرح ابن تیمیہ میں جمع ہوگئیں - انکی ہمہ دانی کا یہ حال تھا کہ جس علم میں زبان کھلتی معلوم ہوتا اسی علم کے ماہر و امام ہیں تمام مذاہب کے فقہاء انکے گرد جمع ہوتے اور اپنے اپنے مذہبوں کے علوم و مسائل میں استفادہ کرتے - انتہی -

یہ ہے شہادت آنکے مشہور مخالف وحریف کی' اور اسی سے اندازہ کرلو کہ جب مخالفین کا یہ حال تھا تو دوستوں اور منزلۃ شناسوں کی وارفتگی کا کیا حال ہوگا ؟ کیا خوب فرمایا قاضی عینی نے رد الوافر کی تقریظ

اے سنگ تر تو دعوئے طاقت مسلم ست ،
خود را نہ دیدۂ بہ کف شیشہ گر ہنوز !

شیخ ابن حجر مکی اور دیگر مخالفین ابن تیمیہ قاضی سبکی کے بعد قاضی جمال الدین زملکانی کی مخالفت سے استدلال کرتے ہیں، سو بلاشبہ انہوں نے بھی نہایت سخت مخالفت کی - دونوں مرتبہ وہی رئیس المناظرین تھے - حافظ ابن البلقینی لکھتے ہیں کہ جب ابن تیمیہ سے مناظرہ قرار پایا تو زملکانی کے سوا کوئی زبان نہ کھول سکا - حافظ ابن حجر کہتے ہیں "حتی کان اشد المتعصبین علیہ والعاملین فی ایصال الشر الیہ وھوالشیخ الزملکانی" یعنی شیخ زملکانی نے سب سے زیادہ اُنکے خلاف

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

علیہ) احمد، اوزاعی، داؤد، اور نیز تمام ائمۂ اہل اسلام حق و راستی پر تھے - سب کا شمار علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون میں ہے - یعنی ان میں سے کسی پر زبان طعن نہیں کھولنی چاہیے - نہ کسی کو حق کا مخالف سمجھنا چاہیے - اصلاً سب کا طریقہ ایک ہی تھا، اور اصول میں تو ابداً کوئی بھی مختلف نہیں - ہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ امام داؤد کی طرف بعض مسائل منسوب کیے گئے ہیں جو اصلیت کے خلاف ہیں - یا بعض کی تعبیر غلط کی گئی ہے، اور یہ سب کے سادہ ہوا ہے - اخلاف کے سوء فہم و زیغ نظر کی آلودگی سے ائمۂ سلف میں کسی کا دامن نہ بچ سکا - اُن سب کا دامن پاک تھا - آلودگی سب ہماری ہی اڑائی ہوئی گرد و خاک ہے - خوب فرمایا شاہ صاحب نے تفہیمات میں نہ تذکرۂ امام ابن تیمیہ - جسطرح صحابہ کے مشاجرات میں ہم نے کف لسان اپنا شیوہ بنایا، چاہیے کہ علماء سلف کے اختلافات میں بھی یہی طریق ملحوظ رکھیں - اُنکے احسانات عظیمہ سے تمام امت کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں - عمارت شریعت کی ہر پہلی اینٹ پچھلی اینٹوں کے لیے بنیاد ہے - اگر اسکو نقصان پہنچایا گیا تو پوری عمارت ہل جائیگی - اور یاد رہے کہ سلف کی محبت اور تعظیم ہی اہل سنت ہونے کی سب سے بڑی اور پہلی پہچان ہے - اللہم لا تجعل لاحد منہم فی عنقنا تبعۃ و تجاوز عنا بہم من اہوال یوم القیامۃ !

باهر رهسکتے هیں ؟ دنیا میں کامل طاقت اور بے باک حکم هرلنہ سعالي کا هے یا اُسکے دوسرے عرف میں کہہ سکتے هیں کہ حس کا - اُسکے سوا کوں هے ؟

[بقیه نوٹ صفحه ۲۲۳]

سعص یہ ' اور اُنکا گروہ بهي اهل هواء و بدعت میں سے تها - حالانکه حضرة امام داؤد منجمله ائمة متبوعین اهل السنة و الجماعة کے هیں ' اور تمام محققین اهل سنة نے الکے بلوغ مرتبة اجتهاد مطلق کا اعتراف کیا هے - قاضي ابن خلکان لکھتے هیں " کان زاهداً متقللا کثیر الورع صاحب مذهب مستقل تبعه جمع کثیر" اُنکے حلقة درس میں چارسو ثقات حاضر رهتے یہ " یحضر درسه کل یوم اربع مائة صاحب طیلسان" یهي علامة تاج سبکي جنکي مخالفت امام ابن تيمية کي تضليل کيلیے حجت سمجهي جاتي هے ' لکھتے هیں " کان داؤد جبلا من جبال العلم و الدين له من سداد النظر و سعة العلم و نور البصيرة و الاحاطة بآثار الصحابة و القدرة على الاستنباط ما يعظم وقعه" کذا نقله عنه الجلال المحلي في شرح جمع الجوامع يعني امام داؤد علم و دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ یہ - نظر کي مضبوطي ' علم کے پهیلاؤ ' بصیرة کي روشني ' احادیث و آثار کے احاطه ' اور استنباط کي قدرت کے لحاظ سے وہ ایک عظیم الشان وجود تها غور کرنا چاهیے که علماء هند نے ایک ایسے بزرگ علم و عمل کي نسبت کیسي کیسي باتیں لکھی هیں ؟ حالانکه اصحاب حق و اقتصاد کا طریقه یه هے که تمام ائمة سلف کو حق و راستي پر یقین کرتے هیں ' اور تمام مجتهدین اهل سنة کو اپنے اپنے مجتهدات میں بر سر حق و بصیرة سمجهتے هیں ' اور سب کي محبت و تعظیم اور عدم طعن کو اهل سنة کیلیے ایک علامت بتلاتے هیں سب کا علم و عمل کتاب و سنة پر تها کوئي بهي حس نے بلا کسي دلیل و بصیرة کے اجتهاد کیا هو البته عصمت صرف انبیاء کیلیے هے و ما عداهم یخطي و یصیب یهي علامة تاج سبکی جمع الجوامع کے خاتمه میں لکھتے هیں " و نعتقد ان الشافعي و مالکا و ابا حنیفة و السفیانین و احمد و الاوزاعي و اسحاق و داؤد و سائر ائمة المسلمین علی هدی من ربهم ' الخ یعني همارا عقیده هے که حضرة امام شافعي ' مالک ' ابو حنیفه ' دونوں سفیان ' (یعني سفیان ثوري اور سفیان ابن

سنبھالی حسب اپنی گواہی پتھروں کو چلاکر لیلے سکتی اور درختوں کو دوڑاکر دلا دیسکتی ہے تو انسان کی روح و زبان کب اسکے فرمان قصاً ہے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

ہیں اور پھر اسکو "آلوسی زادہ" کی طرف نسبت دیتے ہیں حالانکہ روح المعانی "آلوسی زادہ" کی نہیں، خود "آلوسی" کی ہے - جمعہ فی القری کی بحث میں ایک فتوی لکھنؤ سے شائع ہوا تھا - اسمیں لکھا ہے کہ قاضی شوکانی کا حوالہ فقہ و حدیث میں بیکار ہے، البتہ شوکانی ایک اچھے ادیب تھے - حالانکہ نیل الاوطار اسوقت تک چھپ کر شائع ہوچکی تھی اور کتاب الموضوعات تو عرصہ سے ہندوستان میں مشہور ہے - یہ کتابیں فن ادب میں ہیں یا فقہ و حدیث میں؟ کسقدر افسوس ناک بے خبری ہے! ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ صاحب صیانۃ الایمان "خیرات الحسان" کو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف سمجھکر جا بجا اسپر زور دیتے ہیں، حالانکہ وہ ابن حجر مکی کی تصنیف ہے! یہ معلوم ہے کہ ابن تیمیہ کی مصنفات اس عہد سے پہلے شائع نہیں ہوئی تھیں، لیکن حضرۃ شاہ ولی اللہ تفہیمات الاہیہ میں تمام غلط فہمیاں دور کرچکے تھے کیونکہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، دونوں کی کتابیں حضرۃ شیخ ابراہیم کورانی کی وسعت نظر و بلندی مشرب کی وجہ سے آنکے مطالعہ میں رہچکی تھیں - اور خود شیخ موصوف کی کتاب افاضۃ العلام بھی اس بارے میں قاطع و قاصی تھی - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ملا علی قاری کی مصنفات آنکی زندگی ہی میں ہندوستان پہنچ چکی تھیں - شرح شمائل کا تو یہ تمام لوگ حوالہ بھی دیتے ہیں - کاش اُسی کو دیکھ لیتے کہ ابن تیمیہ و ابن قیم کی نسبت آنکی شہادت کیا ہے، اور کس طرح ابن حجر مکی (رح) کے تمام اقوال کو رد کررہے ہیں؟ ممدوح کے الفاظ قریب یہ ہیں "و من طالع شرح مدارل السائرین تبدن له انہما (ابن تیمیہ و تلمیذہ) کانا من اکابر اہل السنۃ و الجماعۃ، و من اولیاء هذه الامۃ، و هما بریان مما رما هما اعداؤهما من التشبیہ و التمثیل" اور صاحب سوط الرحمن نے امام داؤد ظاہری کی نسبت جو لعن و طعن کیا ہے، تو یہ دوسری مصیبت ہے اور عامۂ علماء ہند کی بے خبریوں کی ایک واضح مثال - ان حضرات کا عام خیال یہ رہا ہے کہ امام داؤد ظاہری کوئی مبتدع اور خارج از اہل السنۃ

اٹے اُفلی پلاجوں سے تم کو گرادیگا اور حقیقت کا ہاتف تمہارے حلق کے اندر
بیٹھکر تمہاری زبان کو ایک مدہوش و بے اختیار آدمی کی طرح کھولدیگا -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

ہے ! اللہ تعالی ہم سب کی کوتاہیاں معاف فرمائے اور جو گذر چکے ہیں
انکی مغفرت انکے اور صاحب اُسی زمانے میں لکھے ہیں - ابن تیمیہ کے دین
جدید کی بنیاد رکھی تھی لیکن اُس عہد کے علماء مثلاً ابن حجر مکی
اور قسطلانی وغیرہم نے اچھی طرح رد کیا ! گویا یہ دونوں بزرگ ابن تیمیہ
کے زمانے میں تھے ! ایک اور بزرگ جو علماء حق و سنۃ کی مخالفت میں
سر برآوردہ رہچکے ہیں' اپنی تاریخ دانی کا ثبوت یوں دیتے ہیں ابن تیمیہ
نے جب نیا دین نکالا تو بادشاہ اسلام نے حکم دیا کہ قلعہ دمشق کے منارہ
سے ہاتھہ پاؤں باندھکر نیچے بعد دیگرے گرائے رہو یہاں تک کہ مرجائے
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ! خیر ! ان صاحبوں کا حال تو دوسرا تھا تعجب
ہے کہ بعض اصحاب درس و تصنیف کو بھی عجیب عجیب لغزشیں ہوئیں
مولانا عبد الحکیم مرحوم فرنگی محلی حاشیۂ شرح عقائد جلالی میں اجزاء
عالم کے قدم شخصی و جنسی اور موجودگیٔ بعض افراد علی سبیل التعاقب
کی شرح کرتے ہوے عقیدۂ جہۃ و تجسم کو ابن تیمیہ کی طرف منسوب
کرتے ہیں' اور آخر میں حوالہ دیتے ہیں کہ ابن حجر نے درر کامنہ اور
ذہبی نے تاریخ میں انکے "ھفوات" کا خوب رد کیا ہے پہلی بات تو
چنداں تعجب انگیز نہیں عقائد و علوم ابن تیمیہ کی نسبت ابتدا سے
غلط فہمی چلی آتی ہے اسلیے جو کچھہ لکھا ' جوہر المنظم اور مرآۃ الجنان
وغیرہ کے اعتماد پر لیکن ابن حجر و ذہبی کا حوالہ کسقدر تعجب
انگیز ہے ؟ ان دونوں کے بیانات اوپر گزر چکے اُن میں ابن تیمیہ کے
ھفوات کا ذکر ہے یا اعلی ترین مرتبۂ حق و امامت کا ؟ مقصود اس ذکر سے
نکتہ چینی نہیں ہے غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دکھلانا یہ ہے کہ
ہندوستان میں ابتدا سے مطالعۂ و نظر کا میدان بہت محدود رہا ہے -
اسی لیے عجیب عجیب لغزشیں ہوتی رہیں - صاحب انتصار الحق
قسطلانی کی بلوغ المرام کو شاہ ولی اللہ کی تصنیف بتلاتے ہیں ایک
رسالہ دافع الفساد نظر سے گزرا - اسمیں مجمع البحار کا مصنف سیوطی کو
بتلایا ہے صاحب انوار الغیب عبد الحق حقی کی روح البیان کو روح المعانی سمجھے

ایک اڑتے ہوے تلکے کی طرح گرجانے سے اپنے تئیں نہیں روک سکتے - اگر
تم اپنے سرکو جھکنے سے اور زبان کو برائی سے روکوگے' تو سچائی کا فرشتہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳]

کہا - علی الخصوص مسئلۂ طلاق میں - جا بجا اسکو سخت غلطی قرار
دیتے ہیں - مگر ساتھہ ہی انکے فضل و کمال اور امامت و اجتہاد کی توصیف میں
رطب اللسان بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ المجتہد یخطی و یصیب - اصل یہ ہے
کہ امام ابن تیمیہ کی نسبت پچھلی صدیوں میں عرب کے اور ہندوستان میں
خصوصاً سخت ناواقفیت اور غلط فہمیاں رہچکی ہیں - بڑا سبب
اسکا شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفات کی اشاعت ہے
جو عہد اکبری ہی میں ہندوستان پہنچ چکی تھیں اور اکثر علماء ہند مکہ
معظمہ جا کر انہی سے سند و اجازت حدیث حاصل کرتے تھے - انہوں نے خود
تو ابن تیمیہ کی مصنفات دیکھی بھی نہ تھیں - اس عہد کے بعض متعصب
علما و مشائخ کی باتیں پڑھکر اور زیادہ تر شاہی اعلانات دیکھکر غلط فہمی
میں پڑگئے اور دوسروں کو بھی مبتلا کیا - مولانا عبد الحی مرحوم کے
زمانے میں تو پھر بھی ابن تیمیہ کے اصلی حالات کھل چکے تھے - خود
انہوں نے دمی منہاج اور حمویہ دیکھی تھی جیسا کہ تعلیقات میں لکھا ہے -
اسلیے حسن ظن رکھتے تھے ' لیکن عام علماء ہند کی تحریروں کا اس بارے
میں جو حال رہچکا ہے وہ ناقابل بیان ہے - مولوی فضل رسول بدایونی
مرحوم سوط الرحمن میں لکھتے ہیں - داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا -
اسکے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو " خبیث " تھا - پھر ابن حزم کا
شاگرد ابن قیم ہوا ' اور ابن قیم کا شاگرد " شقی " ابن تیمیہ - ابن تیمیہ نے
ایک نیا دین نکالا - بعض " اشرار و اطوار ' جہلہ ' فسقہ در حلقۂ انقیادش آمدہ
در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند " اور ان تمام مورخانہ تحقیقات کیلیے
آخر میں طبقات سبکی کا حوالہ بھی دیتے ہیں ! ایسی ہی تاریخی
تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھی " چوں سکندر
ذوالقرنین باعانت رستم شاہ بابل درمیدان پانی پت با محمود غزنوی پیکار
نمودہ چنانکہ فردوسی در سکندر نامہ تفصیل حالش پرداختہ " کجا ابن حزم
اور کجا ابن قیم ؟ بینہما مفاوز تنقطع فیہا اعناق المطی ! پھر لطف یہ کہ
ابن تیمیہ ابن قیم کے شاگرد تھے' اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار و جہلاء

سچ ہے - "کمال" اور "حسن" ہی میں یہ اعجاز ہے کہ اگر تم پہاڑ کا
جماؤ اور سمندروں کا طوفان بھی اپنے اندر پیدا کرلو ' جب بھی اسکے سامنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲۳)

استادی شاگردی سے کہیں زیادہ سخت ہوتا ہے لیکن حضرۃ خواجہ
اپنے خطوط میں حضرۃ مجدد کو لکھا کرتے ہیں "مدتیست کہ عرض نیازمندی
بہ درگاہ رفیعت نہ کردہ ام" - "سخن درویشاں بحضرۃ شما گستاخی نہایت
بے شرمی ست" - "ہمیشہ طلبگار و نیازمند نظر رحمۃ سامی و نظر لطف
کامل می باشم"

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر !

اصل یہ ہے کہ مولانا عبد الحی مرحوم کو زیادہ تر استعجاب اس بات پر
ہوا کہ قاضی سبکی جیسا شدید مخالف ایسے لفظوں میں اپنے حریف کے
فضل و کمال کا کیونکر اعتراف کرسکتا ہے ؟ حالانکہ اگر ابن تیمیہ کے حالات و مقامات
پر نظر ہوتی تو اس معاملہ میں ذرا بھی تعجب نہ ہوتا قاضی
سبکی کا درجہ اس عہد کے اکابر میں حافظ برزالی ' امام مزی ' امام ابن
دقیق العید سے تو زیادہ نہیں ہے ؟ حافظ برزالی و مزی کے اقوال گزرچکے ہیں -
مصر میں جب ابن دقیق العید ابن تیمیہ سے ملے تو پہلی ہی ملاقات
میں کہا "ما کنت أظن ان اللہ تعالی بقی یخلق مثلک" ! یعنی کب
امید تھی کہ اللہ تعالی اب بھی آپ جیسے آدمی پیدا کریگا ؟ بعد کو
لوگوں سے کہا "رأیت رجلاً ' العلوم کلہا بین عینیہ - یاخذ ما یرید ویدع
مایرید" میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا کہ سارے علم اسکی آنکھوں کے
سامنے ہیں جسکو چاہتا ہے اٹھا لیتا ہے - جسکو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے -
باقی رہی مسائل میں مخالفت ' تو یہ اسکے لیے کب مستلزم تھی کہ
مخالف کے فضل و کمال کا اعتراف بھی نہ کیا جائے ؟ یہ مصیبت تو اب
ہم نے پیدا کرلی ہے بلا شبہ علماء سلف جوش اختلاف میں تشدد و غلو
بھی کرجاتے تھے کہ معصوم نہ تھے ' مگر انکا تشدد بھی صرف میدان اختلاف
میں محدود رہتا اس سے باہر تعصب و انکار نہیں ہوتا تھا قاضی
سبکی پر کیا موقوف ہے ؟ حافظ ذہبی ' ابن الزملکانی ' ابن القلقشی '
ابن حجر عسقلانی ' ابن ناصر الدین ' صاحب قول الجلی ' حافظ ابن کثیر
وغیرہم ' سب نے کتنے ہی مسائل میں ابن تیمیہ کے اختیارات سے اختلاف

مكي رحمة الله عليه اور انكے هم مشربوں كو نازہے اور بار بار حواله ديتے
هيں كه شيخ الاسلام سبكي نے انكا رد كيا ' تو نه هيں شيخ الاسلام سبكى '
اور نه نيے امام ابن تيميه !

منفق گرديد راے بوعلى با راے من !

(بقيه نوٹ صفحه ۲۲۳)

وثوق كيوں هوا كه بالكل يقين اور انقطاع كے ساتهه انكار كرگئے ؟
بالاشبه الرد الوافر هندوستان ميں نہيں آئى تهى ' ليكن حافظ عسقلانى كى
درر كامنه كا نسخه مولوي حامد حسين مرحوم كے كتب خانۂ لكهنو ميں
موجود هے - وه مولانا عبد الحى كے مطالعه ميں رهچكا هے جيسا كه تعلقات -
ميں خود تصريح كي هے - پچهلے دنوں رساله المقتبس دمشق ميں شيخ
جمال الدين محدث شام نے درر كامنه سے امام ابن تيميه كا پورا ترجمه
نقل كرديا تها - اسميں يه خط نقل كيا هے اور " ابو الحسن السبكي "
موجود هے - باقى رها يه شبه كه امام ذهبى تو قاضي تقي السبكي كے شاگرد
هيں - استاد شاگرد كو اس عجز و تذلل كے ساتهه كيونكر مخاطب كرسكتا هے ؟
تو يه بهى صحيح نہيں - اول تو ذهبى كا سبكي كا شاگرد هونا ويسى شاگردي
نه تهى جو استاد علوم و متعلم ميں هوتى هے ' بلكه محدثين كے طريق
سماع و اجازه كے مطابق ايک طرح كا معاصرانه باهمدگر افاده و استفاده تها -
اگر ذهبي اس معنى ميں سبكى كے شاگرد تهے تو سبكي بهي ذهبي كے
شاگرد تهے - خود ذهبي نے معجم مختص ميں تصريح كى هے " سمعت منه
و سمع مني " اور ويسے بهي امام ذهبى كا درجۂ علم و نظر قاضي موصوف
سے كہيں ارفع هے - پهر يه بهى نهيں بهولنا چاهيے كه سلف كا اس بارے
ميں وه حال نه تها جو هم بے مايگان علم و عمل كا هے - وه جسقدر زياده بلند
هوتے تهے' اتناهي زياده جهكتے بهى تهے - بلكه انكي بلندى تمام تر پستي
و پست نمائي هي سے پيدا هوتى تهى " من تواضع لله رفعه الله "
نهد شاخ پر ميوه سر بر زمين !
دور جانے كي ضرورت نہيں - هندوستان هى كي تاريخ شاهد هے -
يہاں تو في الحقيقت استادي شاگردي نه تهي - معاصرة تهى - ليكن
حضرت خواجه باقي بالله تو حضرة مجدد كے پير تهے - رضى الله عنهما - اور
معلوم هے كه عالم طريقت كي استادي شاگردي كا معامله مدرسوں كي

تا کمال پیدا نہیں ہوے - انتہی (۱) نہ ہے قاضي القضاۃ تقي الدین سبکي کي شہادت امام ابن تیمیہ کي نسبت ' جلکي مخالفت پر شیخ ابن حجر

(۱) قاضي تقي الدین السبکي (رح) کے اس خط کي نسبت پچھلے دنوں ایک سخت رد وکد ہوچکي ہے - نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف وغیرہ میں اس خط کو شرح العقیدہ ابن ناصر الدین کے حوالہ سے نقل کیا تھا جسکي نقل القول الجلي کے ساتھہ وہ مکہ معظمہ سے لاے تھے - مولانا عبدالحي مرحوم فرنگي محلی نے دیگر تاریخي تعقبات کے ساتھہ اس پر بھي اعتراض کیا اور ابرار الغي اور تعلیقات السنیہ میں لکھا کہ اس خط کو قاضي تقي الدین سبکی کي طرف منسوب کرنا غلط ہے بلکہ عجائب حفظ میں سے ہے نہ خط انکے لڑکے عبد الوہاب تاج الدین سبکي صاحب طبقات کا ہے جو امام ذہبي کے مشہور شاگرد ہیں دونوں بزرگ چونکہ " سبکي " کے لقب سے مشہور ہیں اسلیے لوگوں کو دھوکا ہوا صاحب تبصرۃ الناقد نے اسکے جواب میں حافظ ابن مفلح کا قول جلاء العینین کے حوالہ سے نقل کیا لیکن چونکہ نواب صاحب مرحوم کے پیش نظر درر کامنہ نہ تھي اور بعض دیگر کتابیں بھي اسوقت تک چھپی نہ تھیں' اسلیے بات بالکل صاف نہ ہوسکي لیکن اب الرد الوافر چھپ گئي ہے اسمیں قاضي ابوالبقاء بہاء الدین سبکي کا (کہ قاضي تقي الدین سبکي کے عم زاد بھائي تھے) امام ابن تیمیہ کي نسبت یہ قول نقل کیا ہے " ما یبغض ابن تیمیہ الا جاهل او صاحب هوى ' فالجاهل لا يدري و صاحب الهوى يصده هواه عن الحق " یعنی جس شخص کے دل میں ابن تیمیہ سے بغض ہوگا وہ یا تو جاہل ہوگا یا صاحب ہوی جاہل بوجہ جہل کے صاحب ہوا ہوا پرستي سے ! اس کے بعد صاحب الرد الوافر لکھتے ہیں " فكيف لو سمع ما صحت به الرواية عن الشيخ تقي الدين السبكي من مدحه ' لطار فرحاً من السرور كتب الحافظ الذهبي من ما اشتهر الي تقي الدين السبكي يعاتبه علي ما صدرمنه فكتب الجواب يعتذر " اب اس سے زیادہ صاف تصریح اور کیا ہوگي ؟ علاوہ اسکے طبقات الحنابلہ ابن رجب میرے مطالعہ میں رہچکي ہے اس میں بھي صرف " سبکي ' نہیں ہے قاضي القضاۃ ابو الحسن السبکی ہے " ابو الحسن " قاضي تقي الدین کي کنیت ہے - تاج سبکي کي نہیں تعجب ہے کہ مولانا عبدالحي مرحوم کو اسکے خیال پر اتنا

تمہارا ہے - یعني جس اهل علم سے کسي مسئله میں اختلاف هوا' سب سے پہلے اُسکے ایمان و کفر کا فیصله کیا ' پهر اُسکي ساري خوبیوں سے آنکهیں بند کرلیں ' تو یه تمهاري غلطي ہے - جہل و تعصب اگرچه همیشه دلوں پر حاکم رہے مگر علم والوں کا اخلاق همیشه ایسا هي نہیں تها جیسا اپنا دیکهه رہے هو :

گفتي که چه شد قاعدۂ مہر و محبت ؟
رسم کہنے بود بعہد تو برافتاد !

جب قاضي موصوف امام ابن تیمیه کي مخالفت میں غلؤ و تشدد کرنے لگے تو حافظ ذهبي نے ایک خط لکهکر اُنکو ملامت کي - اس خط کے جواب میں معذرت کرتے هوے لکهتے هیں " و اما قول سیدي في الشیخ تقي الدین ' فالمملوک یتحقق کبیر قدره و زخارة بحره ' و توسعه في العلوم النقلیة و العقلیه ' و فرط ذکائه و اجتهاده ' و بلوغه في کل من ذلک المبلغ الذی یتجاوز الوصف ' و المملوک یقول ذلک دائماً ' و قدره في نفسي اکثر من ذلک ' و اجل مع ما جمعه الله له من الزهادة و الورع و الدیانة و نصرة الحق و القیام فیه لا لغرض سواه ' و جریه علی سنن السلف و اخذه من ذلک بالماخذ الاوفی ' و غرابة مثله في هذا الزمان بل من ازمان " حکاه ابن حجر في درر الکامنه - یعني جو کچهه جناب نے شیخ تقي الدین (ابن تیمیه) کي نسبت لکها ہے تو یقین کیجیے که یه خادم اُنکي قدر و منزلت کي بزرگي ' علم کي بے پایاني ' علوم نقلیۂ و عقلیه میں وسعت نظر ' کمال ذکاوت و اجتهاد ' اور ان سارے اوصاف کمال میں وهاں تک پہنچ جانے کا معترف ہے جو حد توصیف سے باهر ہے - علی الخصوص ان اوصاف کے ساتهه اُنکا زهد و ورع اور دیانه و حق پرستي اور صرف الله کیلیے نصرة حق میں قیام و ثبات ' اور طریق سلف پر سلوک ' اور موارد سلفیه سے بحد کمال اخذ و نظر ' اور به حیثیت مجموعي اُنکا وه مرتبۂ کمال که موجوده عهد میں اپني نظر آپ هي هیں - بلکه کتنے هي عهدوں سے ایسے

تھے اور حنبلی مخالفین سے اسوقت کے علماء سوء و معاد دنیا و حکام جور کی ملنہ پردازیوں کو ترقی ہی تقویت نہ تھی ' خود انکے سروں کو بھی میدان خلاف و مخالفت سے باہر دیکھوگے تو امام موصوف کے سلطان علم و عمل کے آگے ویسا ہی عقیدت مندانہ جھکا ہوا پاؤگے جس طرح سب کے جھکے ہوے ہیں - یہی مقام ہے مجدد العصر کا ' اور یہی معنی ہیں کمال مرتبۂ حسن و خوبروئی کے - صرف دوستوں ہی کی نظریں نہ اٹھتی ہیں - ایک عجب حسن دشمن بھی دیکھے تو بے اختیار ہوکر پکار اٹھے کہ دلستان صورتیں اور صدر آرما حرکتیں ایسی ہوتی ہیں - وہ دنیا جہاں کے عیب لگادے لیکن اسکی بے داغ خوبصورتی پر نام نہ دھرسکے عربی میں کہتے ہیں حسن وہ ہے جسکا سوکنوں کو بھی اقرار ہو

و ملیحۃ شہدت لہا ضراتہا

و الفضل ما شہدت بہ الاعداء !

امام ابن تیمیہ کے معاصرین میں سب سے زیادہ نام آور مخالف قاضی تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے مسئلہ زیارۃ و طلاق پر دو رسالے لکھے اور منہاج السنہ کے متعلق انکا قصیدہ مشہور ہے

ان الروافض قوم لا خلاق لہم - الخ (۱)

لیکن علماء سلف کی مخالفتوں کو اگر تم اپنی نفس پرستانہ و متعصبانہ مخالفتوں پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ انکا بھی وہی حال تھا جو آج

---

(۱) قاضی سبکی اور ابن السبکی رح کے رسائل کا رد متعدد آئمۂ و محققین عصر نے لکھا - ازانجملہ ابن عبد الہادی کی الصارم المنکی ہے جو چھپ چکی ہے - اس قصیدہ کے رد میں حافظ عقیلی سرمری نے العمدۃ السلامیۃ لکھی جو مفرب نلس موجود ہے - اور حافظ ابن جمال الدین شافعی نعلی نے اسی وزن و قافیہ میں ایک مطول قصیدہ کمال بلاغت و لطافت لفظ و معنی کے ساتھہ لکھا

الحمد للہ حمداً استزید بہ الخ

جو منہاج السنہ جلد اول کے ساتھہ چھپ گیا ہے

و اعتراض کي اس سے باهر نهو - پهر ایک دوسرے باب میں ان تمام شبہات و اعتراضات کو جمع کیا ہے جنکا قران حکیم نے ذکر کیا ہے' اور نیز اُنکے جوابات مندرجۂ قران - پهر دکھلایا ہے کہ جسوقت سے انساني علوم اور علوم سماویہ کی آویزش کا حال معلوم ہے' اسوقت سے لیکر آجتک کوئی شبہ اور اعتراض ایسا نہیں کیا گیا ہے جسکا اصولاً جواب قران میں نہ دیدیا گیا ہو اور اسکے لیے راے و کلام کي ضرورت ہو - مقدمہ کے علاوہ رسالہ اتحاف الخلف اور الکلم الطیب و القول الثابت اور سیرۃ حضرۃ شاہ ولي اللہ وغیرها میں بھي یہ مبحث مفصل ملیگا - اور چونکہ تحریر تفسیر کا سلسلہ جاري ہے' اسلیے اثناء تفسیر آیات میں روز بروز یہ حقیقت ایک جمال تازہ اور رعنائي بوقلموں کے ساتھہ نظر افروز ہوتي' اور ہر جلوۂ امروزہ نمود و نظارۂ دي و دارحہ کو فراموش کرا دیتا ہے - بعدیکہ تمام پچھلي تسویدات و ترتیبات کي رونق اُسکے سامنے ماند پڑجاتی ہے :

مشاطہ را بگو کہ بر اسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد !

لیکن کیا کیا جاے کہ اس معاملہ میں میرے شکیب طلب اور قناعت تالیف کیلیے بڑي هي سخت آزمائش ہے - معلوم نہیں جمال حقیقت کی ان بوقلمونیوں اور رنگا رنگ جلوہ طرازیوں سے میري همت درماندہ اور نگہ وا ماندۂ نظارہ کیونکر عہدہ برآ ہوسکیگي ؟

فرصت دیدن گل آہ کہ بسیـــار کم ست
و آرزوے دل مرغان چمن بسیار است !

فصل

اور امام ابن تیمیہ کي امامت و علوِ مقام کی نسبت ائمۂ معاصرین کي جو شہادتیں نقل کي گئیں' تو یہ صرف اُنکے موافقین هي کا اعتراف نہیں ہے' بلکہ معاصرین میں جو بعض اهل علم اُنکے اشد شدید مخالف

واقعي پيش آمدہ مسائل و شبہات کے دفع و جواب کي کيا صورت ہوگي ؟ تو اسکا جواب وہي ہے جو خود شارع نے بتلا ديا تھا دارمي ميں بروايت ابو مسلمہ ہے - آپسے ان باتوں کي نسبت پوچھا گيا جو نئي نئي پيش آئينگي - فرمايا - علماء وقت ان ميں غور کرلينگے - يعني جب کبھي کسي انسان کو دين کے بارے ميں شک و شبہ پيدا ہو تو ہر زمانے ميں علماء حق و حاملين علوم کتاب و سنۃ و صاحبان نظر و اجتہاد في الدين کي ايک جماعت ہوني چاہيے جنکے سامنے وہ اپنا شبہ پيش کرے اور جواب حاصل کرلے يا اگر صاحب استعداد ہے تو قرآن و سنۃ پر تدبر کرے - يہ کونسا طريقہ دفع شبہات کا ہے کہ پہلے سے اور خود ہي اپنے جي سے خواہ مخواہ گڑھکر اور بلند پروازياں کرکے شبہات و ايرادات کے دفتر مدون کيے جائيں ' اور خدا کے حسن صالح و راسخ بندوں کو کسي طرح کا شبہ نہيں ہے (قلبہم مطمئن بالايمان) انکو بھي مبتلاء شبہات کيا جاے ؟ اور اسطرح ضلالت انساني کے سوئے ہوے فتنوں کو سب سے پہلے جگانے والے بنيں ؟ اگر کہا جاے کہ علاج کيونکر ہوگا اگر تمام بيماريوں کے حالات منضبط نہ کيے جائينگے ؟ تو جواب يہ ہے کہ تمثيل ميں غلطي ہے شبہات بيماري نہيں ہيں - بد پرہيزي و بے اعتدالي ہيں بيماري عدم ايمان و يقين ہے اور وہ انکي وجہ سے پيدا ہوتي ہے پس بيماريوں کو تو يقينا معلوم کرنا چاہيے بيماريوں کا کامل علم ہي طبيب کامل کي پہچان ہے - ليکن جن بد پرہيزيوں کا ابھي ضعفاء صحت کو وہم و گمان بھي نہيں گزرا ' خود ہي انکي راہيں پيدا کرکے لوگوں کو بد پرہيزيوں کے نئے نئے دروازے کيوں دکھاے جاتے ہيں ؟

يہاں جو کچھہ لکھا گيا ' متفرق اشارات ہيں اس مطلب کو متعدد مقامات ميں مفصل لکھا جاچکا ہے سب سے زيادہ مقدمۂ تفسير ميں اسکے ايک باب کا موضوع يہ ہے کہ علوم سماويہ کے خلاف انسان کے تمام شکوک و شبہات کيليے ايسے اصول و مقاصد معلوم کيے جائيں جنسے تمام جزئيات کا استقصاء ہوجاے اور کوئي قسم شبہ

کیا جاتا تو دریافت فرماتے - کیا یہ صورت پیش آئی ہے ؟ اگر سائل کہتا ہاں تو جواب دیتے - نہیں تو خاموش رہتے - حضرت شیخ اکبر نے فتوحات میں کیا خوب فرمایا ہے " فان فیه تلمیح الی ان من افتی فی الحوادث الفرضیة قبل وقوعها فلا دین له ولا علم " اور یہی وجہ ہے کہ (بصورت صحت واقعۂ مناظرہ درمیان حضرۃ امام ابو حنیفہ و قتادہ مصری رضی اللہ عنہما منقولہ عقود الجمان و خطیب) جب حضرۃ امام نے زوج مفقود الخبر کے متعلق سوال کیا تو قتادہ نے پوچھا - کیا یہ صورت پیش آئی ہے ؟ اگر نہیں آئی ہے تو فرضی صورتوں میں سوال و جواب بدعۃ ہے - اسی طرح مباحثۂ حضرۃ قاضی ابو یوسف و قاضی یحییٰ بن سعید انصاری نسبت غلام مشترک میں قاضی یحییٰ نے فرضی صورتوں میں بحث و تعمق سے انکار کردیا - ان بزرگوں کا انکار انکے کمال علم و حکمت، و فہم اسرار شریعہ، و غوامض ہدایت امم و اجتماع کا نتیجہ تھا - ظاہر پرستانہ بے خبری و بے عقلی یا بالفاظ صریح بے وقوفی نہ تھی جیسا کہ بہت سے لوگوں نے سمجھا، اور جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النعمان میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے " ابرها قلوبا و اعمقها علما " والی جماعۃ سے فیضان علم و عمل حاصل کیا تھا - اگر یہ لوگ بے وقوف تھے تو تاریخ اسلام میں کبھی علماء نہیں ہوے - بہت سے لوگوں نے اپنی ذہنی بلند پروازیاں اور نکتہ آفرینیاں دکھلانے کیلیے بے شمار ایسی فرضی صورتیں مسائل حلت و حرمۃ اور وجوب و عدم وجوب کی گڑھ لیں جو صدیوں میں بھی کبھی نوع بشر کو پیش نہیں آتیں، اور جن میں سے بعض طبعاً ایسی مکروہ صورتیں ہیں کہ طبیعت انکے تصور سے اباء کرتی ہے اور اخلاق کا سر شرم و حیا سے جھک جاتا ہے - اس بدعۃ کا نتیجہ صرف یہی نکلا کہ ایک طرف تو ان غیر وقوعی صورتوں کے ذکر و بحث سے واقعی طور پر ان صورتوں کے وقوع کا دھیان لوگوں میں پیدا ہوگیا اور وہ کرنے بھی کرنے لگے - دوسری طرف حیل و احتیال کا باب وسیع تر ہوا اور قانون شریعۃ محض آراء و اہواء ذہنیۃ و خیالیہ کا مجموعہ بن کر رہگیا ! اگر کہو کہ پھر

سنل الحق " وہ اس بات کو بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ حق کیلئے طریق جدل و نزاع اختیار کیا جائے - اور جس شخص نے " القران غیر مخلوق " کہا اسکی نسبت بھی مثل قائل خلق قرآن کے فرمایا " لا تصلوا خلفہ لانہ منازع و المنازعۃ بدعۃ " اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ دین میں نزاع کرتا ہے اور منازعۃ بدعت ہے - کذا فی شرح الفقہ الاکبر نقلا عن ملخص الزاہدی - و ایضا ذکرہ صاحب مفتاح السعادہ اور اسی شرح فقہ اکبر کے دیباچہ میں حضرۃ قاضی ابو یوسف (رض) کا قول نقل کیا ہے " لا یجوز الصلوۃ خلف المتکلم و ان تکلم بحق لانہ مبتدع " متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وہ حق کے اثبات میں رد و کد کرتا ہو اور اسی لیے تمام ائمۂ سلف و اہل سنۃ نے اتفاق کیا علم کلام کے پڑھنے پڑھانے کی کراہیۃ پر' اور علی الخصوص ائمۂ اربعہ کے اقوال تو اس بارے میں معلوم و مشہور ہیں اور یہی علت ہے کہ تمام صحابۂ و تابعین و ائمۂ سلف نے اسپر اتفاق کیا کہ وقوع حوادث سے پہلے فرضی و تخیلی صورتیں مسائل و شبہات کی گڑھکر سوال و جواب کرنا اور اسکو ذہانت و فقاہت کا ذریعہ سمجھنا بدعۃ ہے - کیونکہ اسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ فرضی صورتیں کل کو واقعی ہوکر رہینگی ' یا انکا ہزاروں دلوں کو جو ایمان راسخ اور قلب مطمئن رکھتے ہیں' تشویش و اضطراب میں ڈالدینگی - یہی معنی ہیں دارمی کی حدیث وہب بن عمرو کے ' کہ فرمایا بلا نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ کرو امام دارمی کی کمال فقاہۃ فی الدین و دقۃ نظر کا ثبوت ان ابواب سے ملتا ہے جو مسند میں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے بعد ہی ترتیب دیے ہیں اور اسباب صلـوۃ و احـکام سے پہلے اکثـر لاے ہیں - یعنی ان حقائق کا علم اہل علم و ارباب کیلئے سب سے مقدم ہے ان ابواب میں سلف صالح کا طریقہ واضح کیا ہے کہ کس طرح قبل از وقوع شبہـات و سوالات کو مکروہ جانتے تھے اور اسی لیے فتوی دینے سے پرہیز کرتے اور راے و جدل کی ساری راہوں سے بچتے رہتے تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا جب کبھی کسی مسئلہ کی نسبت سوال

نتیجہ یہ نکلا کہ شکوک و شبہات خود تو ابھی نہیں آئے تھے' مگر ان لوگوں نے بلاوے بھیجکر بلا ھی لیا - اور یہ کہہ کہکر کہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مذھب کو خیر باد کہدیتے ھیں ' سچ مچ پوری نئی نسل کو شکوک و شبہات میں غرق کردیا - کیا کوئی شخص آج ثابت کرسکتا ھے کہ جس زمانے میں سر سید احمد خاں مرحوم نے پہلے پہل یہ صدائیں بلند کی ھیں اور اول اول تہذیب الاخلاق نکالا ھے تو اُسوقت واقعی کتنے مسلمان تھے جو انگریزی پڑھکر دھریے ھوگئے تھے اور انکی گمراھی نے مرحوم کو مجبور کیا تھا کہ جدید اجتہاد شروع کردیں ؟ یا انہوں نے ھاتھہ جوڑ جوڑ کر منتیں کی تھیں کہ ھماری خاطر ناریل " الجاھلین و تحریف الغالین و انتحال المبطلین " کا فدہ دارہ کردیجیے ؟ مولانا حالی مرحوم نے حیات جاوید میں بڑی سعی و کوشش سے صرف ایک مثال مولوی سید ممتاز علی صاحب کی پیش کی ھے کہ انہوں نے سید صاحب کو اپنے شکوک و شبہات لکھے تھے اور پھر مطمئن ھوگئے - لیکن اول تو یہ واقعہ بہت بعد کا ھے - یعنی جب کالج قائم ھوچکا ھے اور تہذیب الاخلاق بار اول بند ھوچکا ھے' اور پھر جو کچھہ بھی ھو' اس معاملہ کا تعلق نفس مذھب و الحاد سے نہیں تھا بلکہ (جیسا خود مولوی صاحب موصوف نے مجھسے کہا) اسلام اور مسیحیت سے تھا - یعنی مولوی صاحب کو اوائل طالب العلمی میں مشنریوں کی تحریرات پڑھتے پڑھتے عیسائیہ کی طرف میلان اور اسلام کی طرف سے بے رغبتی ھوگئی تھی - فاین ھذا من ذاک ؟

غرضکہ یہی نتائج اس راہ کے ھیں جنکی بنا پر شارع نے بار بار کثرت سوال و استفسار کو روکا تھا ' اور اِسکو منجملہ ضلالت یہود کے قرار دیا تھا - اور یہی معنی ھیں " ھلک المتنطعون " ای المتعمقون کے - اور یہی بھید ھے اس قول حضرۃ عمر میں کہ " کونوا علی دین الاعراب " اور اسی لیے جدال فی الدین کو روکا گیا اور تمام سلف و ائمۂ اھل سنۃ نے اتفاق کیا نزاع و تعمق فی الدین کی مضرۃ و منع پر - حتی کہ حضرۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ھے " یکرہ الجدال علی

فصل

حقیقت یہ ہے کہ شک و شبہ کا فتنہ خود اس قدر نہیں آتا جسقدر جلد شک و شبہ کے دور کرنے والے آ کے بلا لیتے ہیں۔ ہمیشہ مدعیان تطبیق نقل و عقل و دفع شبہات و شکوک نے ایسا ہی کیا ہے۔ علوم قدیمہ کی اشاعت کے زمانے میں ایک نہایت ہی محدود جماعت نے یونانی فلسفہ وغیرہ کو پڑھا تھا اور متوسلین دربار خلفاء و مشغولین تراجم و نظر کے علاوہ عام امت اسکے اثرات سے محفوظ تھی۔ سب سے پہلے خود معتزلہ اسکے تیروں سے زخمی ہوے۔ پھر خود بخود یہ ظاہر کرکے کہ تمام امت زخمی ہوگئی ہے اور اسکا علاج علماء فرق و سنۃ نہیں کرسکتے، اپنے آپ کو خود ساختہ مصلح و معالج قرار دیا اور جس بیماری کا ابھی وجود ہی نہ تھا، خود کوشش کرکے اور بلاوے بھیجکر بالآخر آ کے بلا ہی لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انکے رد و کد اور بحث و نظر نے خواہ مخواہ ہزاروں انسانوں کے عقائد متزلزل کردیے۔ عامۂ متکلمین و حکماء کا بھی یہی حال رہا۔ ہمارے زمانے میں بھی بعینہ یہی صورت پیش آئی ہے جس پر آجتک کسی نے غور نہیں کیا۔ ابھی نہ تو مسلمانوں میں نئے علوم کی بنا پڑی تھی نہ کوئی خاص چرچا پھیلا تھا، نہ شک و شبہات پیدا ہوے تھے۔ محض چند لوگ تھے جنہوں نے نہ تو یورپ کی کوئی زبان پڑھی تھی، نہ علوم جدیدہ سے واقفیت حاصل کی تھی۔ صرف سنی سنائی باتیں اور تقلیداً جوش عقیدت و حسن ظن نہ یورپ (وجمیع ما ینسب الیہ) سے اپنے جی میں شکوک و شبہات پیدا کیے، اور پھر خود ہی پکارنا شروع کردیا کہ علوم جدیدہ نے اسلام کا خاتمہ کردیا۔ اسکے سیلاب نے مسلمانوں کے سینوں میں سچے عقائد زیر و زبر کردیے۔ اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ اسلامی عقائد میں از سرنو ترمیم و تنسیخ کی جائے مع ہلیے کھل دوسرے تکلکر ایک نیا کارخانہ قائم کیا جائے

خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را!

رها ہے معلوم ہے - لیکن بالاخر نتیجہ کیا نکلا ؟ احیاء ھی کو دیکھہ لو - انکے دلنشیں الفاظ میری زبان پر چڑھگئے ھیں - " وھذا اذا سمعتہ من محدث او حشوی انما خطر ببالک ان الناس اعداء لما جھلوا ' فاسمع ھذا ممن خبر الکلام ثم قلاہ بعد حقیقۃ الخبرۃ و التغلغل فیہ الی منتھی درجۃ المتکلمین وجاوز ذالک الی التعمق فی علوم اخری ' و تحقق ان الطریق الی حقائق المعرفۃ من ھذا الوجہ مسدود ! " یعنی اگر یہ بات کوئی محدث تم سے کہتا تو تم کہدیتے کہ اس ظاہر پرست اور حدثنا و اخبرنا میں گم رہنے والے کو علم کلام و فلسفہ کے دقائق کیا معلوم ؟ پس یہ بات تم سے وہ شخص کہتا ہے جس نے علم کلام اور نیز تمام علوم عقلیہ میں علم و نظر کا وہ درجہ حاصل کیا جو متکلمین کا منتہاء درجہ ہوسکتا ہے ' تا ہم آخر میں یہی معلوم ہوا کہ حقیقت تک پہنچنے کیلیے یہ راہ بالکل بند ہے - حضرۃ امام رازی کی تفسیر اور اساس التقدیس اور مطالب عالیہ پڑھچکے ھو - مگر معلوم ہے کہ آنکی آخری تصنیف میں جو اقسام ذات کی نسبت ہے آنکے اعماق قلب سے کیا صدا نکلی ؟ " لقد تاملت الطرق الکلامیہ و المناھج الفلسفیہ فما رأیتھا تشفی علیلاً ولا تروی غلیلاً ' و رایت اقرب الطرق طریق القرآن - اقرأ فی الاثبات الرحمن علی العرش استوی و فی النفی لیس کمثلہ شی - و من جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی " کذا نقلہ ملا علی القاری فی شرح الفقہ الا کبر - یعنی میں نے علم کلام و فلسفۃ کے تمام طریقوں کو خوب دیکھا بھالا ' لیکن آخر میں یہی ثابت ہوا کہ نہ تو یقین کے دکھہ کا یہاں علاج ہے اور نہ شک کے اضطراب کیلیے چین - بہتر و اقرب طریقہ وھی ہے جو قرآن کا ہے - اور جس شخص نے میری طرح اس معاملہ کا تجربہ کیا ہوگا ' وہ میری طرح سمجھہ لیگا - یا سبحان اللہ ! یہ آنہی امام رازی کا آخری اعتراف ہے جنکی کتاب اساس التقدیس ہم پڑھچکے ھیں ! بالاخر یہی کہنا پڑا کہ " اقرأ فی الاثبات الرحمن علی العرش استوی و الیہ یصعد الکلم الطیب " :

من المحبۃ ما ادق بیانہ متحیر فیہ امام الرازی !

والشعاب سے شبہات کے اصول و مبانی بھی بدل جائیں علوم سماویہ کے خلاف آج کوئی اعتراض ایسا نہیں کیا جاتا جو پہلے نہ کیا گیا ہو' اور قرآن و سنۃ و حاملین علوم نبویہ نے انکی ضلالت مبہم و نظر کا پردہ چاک نہ کردیا ہو۔ پس اگر آج تم یہاں علوم جدیدہ کی بنا پر شبہات و ایرادات کا ہجوم ہے تو علم کلام جدید یا علم کلام جدید کا شور و غوغا نہیں مچانا چاہیے' بلکہ قرآن و سنۃ اور صرف قرآن و سنۃ کے علوم مہجورہ و متروکہ کی بازگشت اور تجدید و احیاء کیلیے ماتم کرنا چاہیے پھر جو لوگ آج علم کلام جدید کی جستجو و سراغ میں جاں بلب ہورہے ہیں' انکو سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے کہ علوم قدیمہ اور تشکیک و شبہات ماضیہ ہی کے مقابلے میں علم کلام و متکلمین نے کونسی فتح پائی ہے کہ انکے نقش قدم پر چلکر آج جدید علم کلام دنیا کے تمام حصون و جاود مادیہ کو فتح کرلیگا ؟ علم کلام قدیم کے سب سے بڑے علم بردار معتزلہ تھے اور انکے بعد متاخرین اشاعرہ' لیکن خود ان دونوں جماعتوں نے بھی اسکے آور کیا کیا کہ دفع شبہات کی سعی میں خود اپنے وجود ہی کو دعوۃ تشکیک و شبہات بنادیا' اور آخر میں دنیا سے گئے تو یہ کہتے ہوئے گئے " لقد خضت البحر الخضم' وخلیت اہل الاسلام وعلومہم ودخلت فی الذی نہونی عنہ' والآن فان لم یتدارکنی ربی برحمتہ فالویل لابن الجوینی وہا انا ذا اموت علی عقیدۃ امی! " یعنی ساری کاوشیں کرکے آخر میں یہ حال ہوا کہ اپنی ماں کے عقیدہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں! کسی نے کہا " انا اموت علی عقیدۃ عجائز نیسابور! " یعنی تمام زندگی کیوں اور کیا میں بسر ہوئی لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر نیساپور کی بڈھی عورتوں کے عقیدہ پر دنیا سے جارہا ہوں! کسی نے ساری عمر بادیۂ کلام میں بسر کرکے آخر کہا تو یہ کہا " ما عرفت مما حصلت شیئا سوی ان الممکن مفتقر الی المرجح! " اور کسی نے علم کلام میں پچاس کتابیں تصنیف کرکے مرتے وقت کہا " اموت وما عرفت شیئاً " سب سے زیادہ اور مفصلہ کن عبرۃ حضرت امام غزالی کے حالات میں ہے مذہب کلام و تاویل میں انکی آسماں پیمائیوں کا جو حال

راسباب میں بڑھی بڑھائی جا رہی ہے - سوداء احتراقی اور اسکی سمیۂ متعدیہ ' اور اسی لیے تعدیہ اور التہاب اسکا خاصہ - علاج بھی رہی جو پہلے سے اسطرح کے مواد کا کیا جا رہا ہے - یعنی تنقیۂ داخل اور قواطع سمیات و تصفیۂ خون ' اور بس - جراثم خورد بینی (Microscopic Examination of Germs) کا نظریہ (جو اب نئی التحقیقات مشاہدہ و استقرا تک پہنچ چکا ہے) اطباء مشرق کیلیے گو نیا سمجھا جاے لیکن عرفاً مشرق کیلیے نیا نہیں ہے ' اور پھر جو کچھ بھی ہو ' اس سے نفس مرض و علاج پر کوئی اثر نہیں پڑتا - طرق و وسائل بر تجربے تو بڑے - اسی طرح اگر چیچک کی طرح تمام امراض خبیثہ و سمیہ کیلیے بھی تیکہ کی ایجاد میں کامیابی ہو جاے (جسکا تجربہ شاید امریکہ میں قریب تکمیل ہے) جب بھی اصول و قواعد پر اثر نہیں پڑ سکتا -

اور یہاں یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ انسانی معلومات کے عدم سے حقیقت معدوم نہیں ہو جاسکتی - اگر کسی دوا کا خاصہ اسکے دریافت کرنے والے کے اظہار سے پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ دنیا میں اس سے پہلے وہ دوا موجود بھی نہ تھی - کیونکہ ہمیشہ سے موجود ' اور جب سے موجود ' اسی وقت سے دافع تپ - یہ دوسری بات ہے کہ اسکا خاصہ تمہیں کل معلوم ہوا -

بہر حال یہی مثال دعینہ امراض معنویہ از قبیل شکوک و شبہات و انکار و جحود اور اسکے علاج کی بھی ہے - شک و شبہہ و انکار کا مرض ایک ہی ہے اور اسکا علاج بھی ایک ہی ہے - ہمیشہ سے یکساں مرض ' اور ہمیشہ سے یکساں علاج - یہ بات نہیں ہے کہ معلومات و مکشوفات کے بدلنے سے وہ بھی بدل جاے - علوم قدیمۂ و جدیدہ کی تقسیم بھی اس بارے میں یکسر غیر موثر ہے - بلا شبہ انسان کی سمجھ کی بے راہی اور نظر کی کجی اور عقل کی خامی معلومات و مکشوفات عقلیہ سے بھی فی زعمہ مدد لیتی ہے ' اور اسی کے مطابق شک و شبہہ کا رنگ و نقشہ درست کرتی ہے ' لیکن نفس شبہات کی بنیاد علوم و فلسفہ نہیں ہیں کہ انکی مزید توسیع

ان هذا الا اساطیر الاولین (انعام) اور داعیان حق کی صدا بھی برابر بہی رہی سمیتموها انتم و آباؤکم (یوسف) اور انهم الفوا آباء هم ضالین - فهم علی آثارهم یهرعون ولقد ضل قبلهم اکثر الاولین (صافات) یعنی شبہات و انکارکی گمراہی کا ظہور خارج سے نہیں ہوتا ' بلکہ وہ ایک عارضۂ طبیعت ہے منجملہ عوارض اخری بشری کے' اور چونکہ طبیعت کی استعداد اکتساب عوارض میں یکساں اور غیر متبدل ہے اسلیے نفس عارضہ بھی اپنی کیفیت میں یکساں و غیر متبدل' اگرچہ کمیت میں بڑھتا گھٹتا جاری رہتا ہے

جسمانی بیماریوں کی مثال سامنے لاؤ تو مطلب زیادہ صاف ہو جائیگا کیونکہ سنة الله کارخانۂ ہستی کی ہر شاخ کیلیے ایک ہی ہے جس وقت سے نسل اور انسان کی اصلی و فطری تندرستی موجود ہے ' اسکے بعد ہی سے عارضی بیماری کا بھی وجود شروع ہو گیا ہے - اور معلوم ہے کہ بیماریوں کے اقسام و جزئیات میں برابر ترقی ہوتی گئی حتی کہ بعض بیماریوں کی نسبت انسان نے فیصلہ کیا کہ پہلے نہ تھیں لیکن چونکہ یہ عارضۂ طبیعت ہے ' اور سبب اسکا اکتساب و انفعال طبیعت ' و زوال اعتدال اخلاط' وضعف قوۂ دافعۂ داخلیہ و غیر ذلک ' اسلیے ایسا تو کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے کہ زمانے کے بدلنے سے بیماری بھی بدل گئی ہو' اور مثلاً حمی دموی یا صفراوی بقراط کے عہد میں جسطرح کا ہوا کرتا تھا ' بعد کے زمانے میں اس طرح کا نہوتا ہو؟ بخار جب کبھی آئیگا ' ویسا ہی ہوگا جیسا ہمیشہ بیماران بخارکو ہوا کرتا ہے خواہ بقراط کا زمانہ ہو' خواہ شیخ کا ' اور خواہ ہمارے عہد کے حاذق الملک کا اگر ایسا ہوتو پھر علم طب کی ساری تحقیقات بیکار ہو جاے اور ہر نئے برس کیلیے نئے طب کی ضرورت ہو تمام اطباء سلف نے اتفاق کیا کہ مرض سفلس پہلے یہاں نہ تھا - یورپ سے آیا اسی لیے عربی میں اسکا نام " داء الا فرنج " اور فارسی و ترکی میں " فرنگی " مشہور ہوا اور خود یورپ بھی کہتا ہے کہ یہ ہمارے یہاں نہ تھا - بعض جزائر سے آیا معہذا اسکے اسباب و طرق تولد اور علاج میں کوئی بھی نئی بات پیش نہ آئی وہی بات ہوئی جو پہلے سے قانون

اس کلمہ میں بھی سچ کے ساتھہ جھوٹ ملگیا ہے اور اس بارے میں میرا خیال دوسرا ہے - بس یہ جو کچھہ کہا گیا وہ کچھہ تو اس بنا پر تھا کہ ہر گروہ کے سامنے اُسکے نقائص کا پیش کرنا ضروری ہے ' اور پھر اُس غلوء و اغراق اور انہماک و استغراق کي بنا پر کہ معقولات قدیمہ جو کبھي آلات کا حکم رکھتے تھے ' اب مقصود بالذات ہوگئے ہیں -

فصل

ساٹھہ ستر برس سے لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ علوم جدیدہ ! علوم جدیدہ ! اور اسلیے علم کلام جدید ! علم کلام جدید ! یعني جس طرح الحاد جلي کي صورت بدلي ہے ' اُسي طرح الحاد خفي کا جوڑ بھي بدلا جاے ' اور جب ایک ملبہ واپس آ گیا ہے تو دوسرے ملبوں کو بھي کیوں نہ جگادیا جاے ؟ حالانکہ اس بارے میں قدیم و جدید کي تفریق کرنا ھي سرے سے غلط ہے اور ایسي غلطي جو صدھا غلطیوں کو اپنے دامن میں رکھتي ہے قطع نظر اسکے کہ سائنس مذھب سے برسر پیکار ہے یا فلسفہ ؟ اور قطع نظر اسکے کہ موجودہ عہد کے مذاھب فلسفہ پر جدید و حدیث کا اطلاق اصلاً کہانتک درست ہے ؟ اگر " علوم جدیدہ " کی ترکیب کو علي الاطلاق صحیح تسلیم کر بھي لیا جاے ' جب بھي اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شریعۃ الہي کے حفظ و دفاع کے پچھلے ہتیار بیکار ہوگئے - سب سے پہلي غلطي اس بارے میں یہ ہوئي کہ علوم سماویہ کے برخلاف شکوک و شبہات کا اصل مبدء لوگوں نے معلوم نہیں کیا ' اور نہ کبھي اِسکي کوشش کي کہ علوم و دعوۃ انبیاء کے خلاف انساني شکوک و شبہات و اعتراضات کو جو مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں ' اصولاً یکجا کریں ' اور بہ طریق قواعد و جوامع منضبط کرکے دیکھیں کہ اس وادي میں کوئي نیا قدم بھی اُٹھتا نظر آتا ہے یا وہی انا علی آثارھم مقتدون

محتسب داند کہ حافظ مي خورد
واصف ملک سلیماں نیز هم !۔

بلکہ سچ پوچھیے تو ایک لحاظ سے آپ برهمن وحدہ پر فضیلت رکھتے هیں۔ آپ کے آئمۂ و پیشوا فلاسفۂ یونان هیں جنکا قدم دهندان ضالہ سے آگے نہ بڑھا - آنکے معنوداں علم فلاسفۂ یورپ هیں جنہوں نے بہر حال دنیا کے آگے تجربۂ و استقراء اور کشفیات عملیہ کا دروازہ کھولا - اُن میں کا ایک لڑکا جو اسکول کي پانچویں کلاس میں سائنس اور طبعیات کي ریڈر پڑھتا ھے' شاید آپکے مدارس کے اُن منتہیوں سے زیادہ صحیح راہ پر ھے جو صدرا اور شمس بازغہ سے بھي آگے بڑھچکے هیں - البتہ یہ ضرور ھے کہ آپ صاحبوں میں مترجمین و ناقلین عرب تھے جنہوں نے یونانیات کو عربی کا جامہ پہنا کر مقدس بنا دیا - اور معتزلۂ و اخوان الصفا وغیرهم پیدا هوگئے جنہوں نے مصطلحات و عبائر یونانیات کو علوم دینیہ میں امتزاج و خلط کیمیائی کے ساتھہ ملادیا - لیکن اِن بیچاروں کو یہ اتفاقات اب تک نصیب نہیں ھوے - معاملہ سرسید مرحوم اور انکے خوشہ چینان غیر معروف و مقلدین غیر مقر با مجتہدین في المذهب سے آگے نہیں بڑھا ھے - اگر اُن میں بھي کوئی اس مذهب کا آدمي نکل آتا تو آپ دیکھتے کہ اُنکے مباحث خاصہ آپکے امور عامہ سے تو ضرور بازي لیجاتے ؛

ترسم کہ صرفۂ نہ برد روز بازخواست
نان حلال شیخ ز آب حرام ما !

کم سے کم آپ حضرات کو تو اس معاملہ میں خاموش هي رهنا چاهیے ·

محتسب چون مي خورد معذور دارد مست را !

اور یہ جو کچھہ کہا تو معلوم رھے کہ میں اُن لوگوں میں نہیں هوں جنہوں نے معقولات قدیمہ کے یکقلم بیکار ھونے کا ایک شور مچا رکھا ھے' اور اصلاح نصاب تعلیم کا یہ مطلب سمجھتے هیں کہ اس تمام دفتر کو بالکل " غرق مئے ناب " کردیا جاے' کیونکہ اس عہد کے ھر کلمۂ اصلاح کي طرح

و صنف عرفاء طریق و حقیقت شناسان اسرار تدبر و تفکر کی توفیق ملی ہے
اور بحکم والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا (عنکبوت) حق تعالیٰ نے انکے
قلوب کو انوار کتاب و سنۃ کے اکتساب و استنارۃ کیلئے مجلّی و مزکّی
کردیا ہے ' اور انکا آئینۂ استعداد زنگ و کثافت جہل و حجاب و ظلمت
معصیت زخارف دنیوی و رذائل نفسانیہ مانعۂ وصول الی الحق سے بکلّی
پاک و صاف ہے ۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس مقام پر کہنا موقوف ؟ علم
و حقیقت کے کسی گوشے میں بھی انکا فہم و نوع دخول نہیں

خلق الله للحروب رجالاً
و رجالاً لقصعة و ثريد !

بلکہ حق یہ ہے کہ اس بارے میں آپ سے خطاب یکسر ضیاع وقت و تکلم
اتلاف نفائس و جواہر ہے

مئے مغانہ کہ از درد شور و شر صافست
بہ محتسب نہ دہی قطرۂ کہ اسراف ست

سنہ ۱۹۱۱ میں مولانا شبلی مرحوم وقف علی الاولاد کیلئے علماء کا
ایک وفد لیجارہے تھے ' اور اسی غرض سے کلکتہ میں مقیم تھے علماء وفد
میں سے ایک بزرگ کہ درس و نظر معقولات کے لحاظ سے آجکل مخصوص
امتیازی درجہ رکھتے ہیں ' ایک دن اسی لب و لہجہ میں جو ان بزرگوں
کیلئے مخصوص ہے ' آجکل کے انگریزی خواں تعلیم یافتہ اشخاص کی مذہب
سے بیخبری اور الحاد و بے دینی کی شکایت کرنے لگے میں نے کہا کہ
شکایت کم از کم آپ لوگوں کی زبانی تو اچھی نہیں معلوم ہوتی میرے
خیال میں تو آپ اور وہ ' دونوں ایک ہی طور کے سرچشمہ اور ایک ہی
مشرب و مسلک کے دو مختلف مظاہر ہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ آنکی
قدامت و ازلیۃ کی رعایت کرتے ہوئے انکو انکا چھوٹا بھائی کہا جائے ۔
آپ متون کے حلقہ بگوش ' وہ یورپ کے ترسلر ۔ قرآن و سنۃ سے آپ بھی
دور و مہجور ' وہ بھی بے خبر و نفور

اور ہر معرکۂ و میدان میں یہی جماعت مصداق اصلی " لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ و ہم غالبون " کی ہے - کما قال ابن المدائنی ہم اہل الحدیث - اور بحکم " و ان جندنا لہم الغالبون " (صافات) اسی کا پرچم فتح و اقبال و لواء عز و جلال جند الہی میں منصوب اور حزب اللہ المفلحون میں منشور و معدود ہے - یہاں بھی تم ہرگز ہرگز نہ پاؤگے کہ اصحاب علوم جدل و خلاف و رائے و قیاس ، و مشغولین تو ہمات و مقلدین فلاسفۂ و متکلمین ، معرکۂ عقل و نقل و ملحمۂ مادیۂ و سماویہ میں کامیابی کا ایک قدم بھی آگے بڑھا سکیں - نا ایک دل کے شک اور ایک دماغ کے الحاد کو بھی دور کر سکیں - صرف اصحاب حدیث و سنہ ہی کے ہاتھ آجتک ہر میدان رہا ہے ، اور سبحان اللہ سعادۂ فیضان نبوہ و برکات انتساب کتاب و سنۃ کہ آج بھی فتح و نصرۃ انہی کی تو انہی کے عساکر حق و تشرن ہدایت پر - اگرچہ حسب فرمان نبوی " قوم صالحون ، قلیل فی اناس سوء کثیر " رواہ احمد و الطبرانی مرفوعاً انکی تعداد سب سے کم ، اور بوجہ ظہور معنی غربۃ ثانیہ انکی جماعت نہ صرف مغلوب بلکہ بظاہر مفقود و کالمعدوم نظر آتی ہو - فہم اقلون عدداً و اعظمون عند اللہ قدرا - پھر کہتا ہوں کہ یہ بات اگرچہ تمہارے کانوں کیلیے بالکل نئی اور بہت ہی عجیب ، انگیز ہوگی مگر یاد رکھو کہ تمام طوائف متکلمین فلسفۂ قدیمہ کے مقابلے میں بھی ناکام رہے ہیں ، اور آج نام نہاد فلسفۂ جدیدہ کے مقابلے میں بھی اسی طرح ناکام رہینگے - اسوقت بھی صرف اصحاب حدیث و طریق سلف ہی کامیاب و منصور ہوے تھے ، اور آج بھی اس میدان میں بازی انہی کے ہاتھ ہے - فقہاء و متکلمین میں سے آجتک کوئی اس میدان کا مرد نہیں اٹھا :

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے

البتہ اس حقیقت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکو چند [illegible] معتقدات و اوہام و روایت کشی مخالف قیل و قال کے حصار [illegible] [illegible]

مقابلہ کیا ' اور انکے تمام طلسمات وہم و ظنون اور کارخانجات عقل و حواس کی سحر نمائیوں اور شعبدہ سازیوں کو بحکم لا یفلح الساحر حیث اتی (طہ) صرف انک ہی عصائے بیان آسمانے کتاب و سنۃ سے فاذا ہی تلقف ما یافکون (اعراف) کی طرح باطل اور درہم و برہم کردیا مع انہم لم یکونوا یعلمون شیئاً من المنطق والفلسفہ' و لا یعرفون الکلام و طرق الجدل' و مقدمات المصنوعۃ و مصطلحات القوم

اذا جاء موسیٰ و القی العصا
فقد بطل السحر و الساحر !

علی الخصوص جن ارباب نظر نے صرف حضرات آئمۂ اربعہ ہی کے مناظرات مسکتہ اور آئمۂ اہل بیت کرام علی الخصوص حضرت امام باقر و امام جعفر الصادق علیہما و علی آبائہما و اجداد ہما الصلوۃ و السلام کی احادیث مفصلۂ حکمیہ بمقابلۂ مشککین ملاحدہ و زنادقہ مطالعہ کی ہیں ' جانکا گھر وحی و نبوت کا گھر' اور جدنا بزرگوار باب مدینۃ علم' اور جنکے اطفال و احداث تک علم نبوت و فیضان عترۃ رسالت کی گودوں میں پرورش پانے والے ہیں' وہ بھلا آجکل کے علغلۂ الحاد کو کب خاطر میں لا سکتے ہیں' اور محض خیالات و ظنون کا تعرض و تلعب اور پرستاران اوہام زید و عمر کی زبان کہنہ مبہم و بیان لتعلیم کب انکی جلالۃ علوم کی خسروی اور سلطان یقین کی شہر مانیۃ کو مرعوب و مسخر کرسکتا ہے ؟ انکے سامنے یہ تمام طلسمات عقلیہ خواب پریشاں اور سراب از دور نمایاں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے

برو این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

غرضکہ موجودہ عہد کی مادیۃ و معقولات کے مقابلے میں بھی صرف اصحاب حدیث و سنۃ و حاملین علوم خالصۂ و ماثورۂ سلف ہی کی جماعۃ وہ طائفہ منصورہ ہے جسکے لئے کسی طرح کا بیم و ہراس نہیں ہر حال میں اور ہر مقابل و ہر اسلحہ کے سامنے وہ مظفر و منصور ہے'

مگر علوم سماویۂ و معلومات انسانیہ کی باہمی آویزش کا مقام اب بھی ٹھیک ٹھیک ویسا ہی (یعنی باعتبار کیفیت) اور اتنا ہی (یعنی باعتبار کمیت) ہے ؟ جیسا کہ ہمیشہ تھا - اسمیں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے - آج قرآن و علوم انبیاء کرام کے خلاف کوئی ایک چھوٹی سی چھوٹی بات بھی ایسی نہیں کہی جاتی اور نہیں کہی جاسکتی ' جو اصولاً پہلے نہیں کہی جاچکی ہو ' بلکہ عین قرآن حکیم کے نزول اور اسکے ۲۳ سالہ زمانے میں نہ کہی گئی ہو اور خود قرآن و سنۃ نے اسکا جواب نہ دیدیا ہو - اور اگر اسکے بعد کے عہد شیوع علوم دخیلۂ و عجمیہ و تراجم کتب مذاہب مدرسۂ یونانیۂ و ایرانیہ و ملاحدۂ و مادیۂ عہد عباسیہ اور انکے اتباع او زنادقہ دینوں کے اعتراضات و شبہات کے دفاتر و مقالات بھی ملا لیے جائیں ' تو بلا خوف یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہ محض اصولاً ' بلکہ فرعاً و انفراداً بھی آجتک کوئی نیا علمی شبہہ وحی و تنزیل اور قرآن و شریعۃ کے خلاف پیدا نہیں ہوسکا ' اور کوئی بات ایسی نہیں کہی گئی جو آجکل کے مشککین و متحیرین لا ادریئین کے شجرۂ ضلالۂ و بطالۂ کے مورث اعلی قرون ماضیہ میں نہ کہہ چکے ہوں - و لقد صدق اللہ فیما قال : بل قالوا مثل ما قال الاولون - قالوا ءذا متنا وکنا تراباً و عظاماً ' ءانا لمبعوثون ؟ لقد وعدنا نحن و اباؤنا ھذا من قبل ' إن ھذا الا اساطیر الاولین (مؤمنون) ایعدکم انکم اذا متم وکنتم تراباً و عظاماً انکم مخرجون ؟ ھیھات ! ھیھات ! بما توعدون ! إن ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین (ایضاً) اور خود قرآن حکیم و حکمۃ نبوۃ نے اپنے ادلۂ نیرہ و حجج بالغہ سے انکے تمام زخرف القول اور متاع غرور کا بالکل قلع و قمع نہ کردیا ہو - بحدیکہ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین کان لم یغنوا فیھا (ھود) اور وجعلنٰھم احادیث (مؤمنون) اسی بنا پر تمام علماء تابعین ' و ائمۂ اھل بیت طاھرین ' وعموم اعلام سلف ' و ائمہ اھل سنۃ نے ہمیشہ ملاحدۂ و مشککین کے ہر طرح کے اعتراضات و ایرادات کا محض ادلۂ کتاب و سنۃ کی حکمت قاھرۂ سے فاتحانہ

مل حکا ہو' اور جس کسي نے قطع طرق میں اپنے ہر رفقا کو خود گم کردہ راہ و عقل ناحقۂ بلمص تشکیکات و وسوس شبہات پایا ہو' آے' اور آئمۂ حدیث و ان کے معارف و براہین خالصۂ کتاب و سنۃ کا مطالعہ کرے اور دیکھہ لے کہ اقوال و حالات مندرجۂ صدر کي سچائي اب بھي کیسي کھري اور غیر مبدل ہے ؟ اور "سرچشمۂ یقین و حکمت حاملین علوم نبویہ ہیں' یا معلدین و عبدۃ الطواغیت یونان و فرنگ ؟ وما یستوي الاعمیٰ والبصیر' ولا الظلمات ولا النور' ولا الظل ولا الحرور وما یستوي الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء - وما انت بمسمع من في القبور! (فاطر او الروم)

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم في التقاضي غریمها ؟

باقي رہا معاملہ یورپ کے فلسفۂ حدیثہ' اور مذاہب حاضرۂ ما دیلیں لا ادرئین' اور عموم نتائج علوم تجربیۂ حالیہ برخلاف علوم سماویہ علی الظاہر' اور وہ سب کچھہ جو آنکي بنا پر سمجھا اور کہا جارہا ہے' سو اول تو لوگوں کو معلوم نہیں کہ معلومات و ثمرات علوم مادیہ اور طرق و مذاہب فلسفیہ اور تقسیم و تعدد معقولات میں کو ئے شمار حدیں لگي نہم ہوگئي ہیں'

[بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۲]

مقام دقیق لا یعلم سرہ الا الراسخون فی العلم و عارفون باسرار الشریعۃ و حکمۃ اس حدیث میں فتنۂ شبہات کي خبر دي گئي ہے جو نوع انساني کیلئے ہمیشہ ہلاکت و خسران کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے - شیطان کے پاس اس سے زیادہ کارگر اور کے خطا کوئي ہتیار نہیں جیسا کہ حضرۃ عائشہ والي روایت میں ہے فرمایا اس امت کے لوگ بھي برابر شکوک و شبہات نکالتے رہینگے' اور لا حاصل حون و چرا اور کدوں اور کیا سے باز نہ آئینگے یہانتک کہ خود اللہ تعالیٰ کي ذات و صفات میں بھي رد و کد شروع کردینگے' اور معاملہ جدال فی اللہ بغیر علم سے العیاذ و انکار تک پہنچکر رہیگا فصلی اللہ علی الصادق المصدوق الذي لا ینطق عن شي الا ربانی منـــزل فلـــق الصبـــح !

زیادہ ہیں ' اور باوجود علماء دولۃ اور سلاطین وحکام عہد کی شدید مخالفتوں کے آج کتب فروشوں کے حوصلوں برس سے زیادہ مالک انہیں کی ہے ! شیخ ابن یوسف مرعی لکھتے ہیں کہ بلاد مصر و شام کے سیاح جب نجد کی طرف جاتے ہیں تو بہترین تحفہ جو اپنے اہل علم طلب کرتے ہیں ' امام موصوف کی مولفات ہیں ! انکی زندگی ہی میں یہ حال تھا کہ بڑے بڑے اکابر و اعاظم علم آئمۂ سلف کی کتابیں فروخت کر ڈالتے تاکہ مولفات ابن تیمیہ خرید سکیں قاضی القضاۃ شام شیخ شہاب الدین ملکاوی الشافعی (جو فقیہ الشام کے لقب سے مشہور ہوے اور امام ابو العباس ابن حجی کے شیوخ روایت میں سے ہیں۔ کما ذکرہ فی المعجم) انہوں نے امام نواوی کی شرح مسلم فروخت کردی اور اسکی قیمت سے امام موصوف کی الرد علی النصاری (جواب چار جلدوں میں چھپ گئی ہے) خرید کی - ایک شخص نے اسپر اعتراض کیا کہ شرح مسلم دیکر ابن تیمیہ کی کتاب خریدتے ہو؟ تو کہا میرے پاس شرح مذکور کے دو نسخہ تھے ایک فروخت کردیا - لیکن اگر ایک ہی نسخہ ہوتا جب بھی مصنفات ابن تیمیہ کیلیے بلا تامل فروخت کردیتا کیونکہ " ما فی شرح مسلم اعرفہ' و ما فی مولفاتہ انا محتاج الیہ" (کذا نقل عنہ فی الرد الوافر)

میں کہتا ہوں یہ بات آج بھی ویسی ہی سچی اور کھری ہے جیسی اسوقت تھی ' اور سچائی کی پرکھ یہی ہے کہ نہ تو کسوٹیوں کا بدلا جانا اسکے لیے مضر ہے اور نہ زمانے کا بدلا جانا اسکے کھرے پن میں شک ڈال

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۹]

ختم کی ہو' اور اگرچہ تمام دنیا والوں نے اسکی تحقیر و مخالفت کیلیے ایکا کرلیا ہو اور تمام روے زمین کے بادشاہوں نے اسکی عظمت کو شکست دینے کیلیے اپنی کمریں باندھلی ہوں ولقد احسن القائل

در سفالین کاسۂ رندان بخواری منگرید
کین حریفان خدمت جام جہاں بین کردہ اند
تشنگان بے بہرہ آئید از حریم کاس الکرام
این نظارہ بین کہ باعسای مسکین کردہ اند

برس بعد حافظ ابن حجر لکھتے ھیں کہ میں نے شمار کیا تو مشہور مولفات ابن تیمیہ علاوہ تفسیر القرآن کے چار ھزار صفحوں سے

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۹

جاری تھا - پس انھی لوگوں نے امام موصوف کی خبر وفات سنکر نماز جنازہ پڑھی ھوگی - اور یہ جو لکھا ھے کہ : " نودی باقصی الصین " تو اس سے مقصود اندرون چین کی وھی نو آبادی ھوگی جو موجودہ شہر پیکن کے قریب ابن بطوطہ کو ملی تھی - اور پھر غور کرو کہ یہی وہ خصائص مقام عزیمۃ دعوۃ اور وراثۃ مقام ورفعنا لک ذکرک کے ھیں جن میں اوروں کا کوئی حصہ نہیں ھوتا اگرچہ بظاھر کتنا ھی پایہ بلند رکھتے ھوں - خود امام موصوف تو قید خانے کی کوٹھری میں محبوس و مظلوم انتقال کرتے ھیں' لیکن انکے لیے نماز جنازہ چین میں پڑھی جاتی ھے ! اور انکی زندگی ھی میں ترجمان القران و السنۃ ھونے کی شہرت کا یہ عالم ھوتا ھے کہ چین کی دیواروں سے جا ٹکراتی ھے اور پکارنے والا پکارتا ھے " الصلواۃ علی ترجمان القران ! " حافظ برزالی لکھتے ھیں کہ امام احمد بن حنبل کے بعد اور کسی کے جنازہ پر خلق اللہ کا اسقدر اجتماع نہیں ھوا اور نہ اتنی نمازیں پڑھی گئیں جسقدر امام ابن تیمیہ کے جنازہ پر - حالانکہ انکا جنازہ قید خانے سے نکلا - اور خلیفۂ متوکل امام احمد کا معتقد تھا ' مگر سلطان عہد ابن تیمیہ کا مخالف - وکان یوما مشھودا - جب جنازہ اٹھا اور اندوہ کا یہ حال ھوا کہ صرف عورتوں کی تعداد پندرہ ھزار سے زیادہ اندازہ کی گئی تو ایک شخص نے منارۂ مسجد سے ندا دی : ھکذا یکون جنائز اھل السنۃ ! سبحان اللہ ' یہ ھے مقام وراثۃ تامۂ نبوۃ کا ! دمشق میں صدا اٹھی : ھککذا یکون جنائز اھل السنۃ ! اور چین میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی زبان سے بے اختیار نکلوا دیا : الصلواۃ علی ترجمان القران ! یعنی انکی تمام حیات علم و عمل کا خلاصہ قران و سنۃ تھا ' تو بحکم حدیث صحاح " انتم شہداء اللہ فی الارض " اللہ نے انسانوں کی زبانی جو کچھہ کہلوایا ' اسمیں بھی اور کوئی وصف نہ تھا - صرف اسی بات کی شہادت تھی کہ سنۃ کا اھل اور قران کا ترجمان وسفیر ھے ! یہی چیز ھے کہ انکے بڑے بڑے معاصرین کو سب کچھہ ملا تھا مگر یہ نہیں ملی تھی' اور ھمیشہ صرف مجدد العصر ھی کے حصے میں آتی ھے - اگرچہ قید خانے میں اس نے زندگی بسر کی ھو یا سولی کے تختے پر

حالت سخت مخدوش ہوگئی اور اپنے ایمان و نفس کی طرف سے خوف پیدا ہوگیا کہ کہیں تشکیک و انکار کی گمراہی میں ڈوب نہ جاؤں لیکن جب اللہ نے اسپر احسان کیا اور امام ابن تیمیہ کے مولفات کے مطالعہ کی توفیق بخشی تو انکی ہر بات عقل سلیم کے مطابق پائی اور وہ تمام پردے شک و ریب کے ہٹ گئے جو متکلمین کی قیل و قال نے آنکھوں پر ڈالدیے تھے اگر کسی شخص کو اس بات کی صحت میں شک ہو تو امام موصوف کی مولفات آج بھی موجود ہیں - حسد و تعصب سے خالی ہوکر اُنکا مطالعہ کرے - ہم کہتے ہیں کہ واللہ وہ حق و یقین اور طمانیۃ قلب کو پالیگا ' اور دلائل واضحہ و براہین قاطعہ کا عروۃ الوثقی آسکے ہاتھوں میں ہوگا انتہی خود امام موصوف کی زندگی ہی میں انکی مصنفات کے اس جامعہ کی شہرت یہاں تک عالمگیر ہوچکی تھی کہ مصر و شام و عراق کے کتب فروش آئمۂ سلف کی کتابوں سے زیادہ اُنکی مصنفات کے نسخے رکھتے تھے انکی زندگی ہی میں انکی مصنفات سداہ و نو آباد عربوں کے ذریعہ چین تک پہنچ چکی تھیں (۱) انکی وفات سے تقریباً پچاس ساٹھ

---

(۱) حافظ ابن رجب طبقات میں لکھتے ہیں " صلی علیہ صلاۃ الغائب فی غالب بلاد الاسلام القریبۃ و البعیدۃ حتی فی الیمن و الصین - و اخبر المسافرون انہ نودی باقصی الصین للصلاۃ علیہ یوم جمعۃ الصلاۃ علی ترجمان القرآن ! " یعنی امام ابن تیمیہ کے جب وفات پائی تو اکثر بلاد اسلام میں انکے لیے نماز جنازہ غائب پڑھی گئی ' حتی کہ یمن اور چین میں اور سیاحوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چین کے نہایت بعید گوشوں میں جمعہ کے دن منادی کرنے والے نے پکارا " ترجمان القرآن کیلئے نماز جنازہ پڑھی جائیگی ! " امام موصوف کی وفات سے ساٹھ ستر برس بعد ابن بطوطہ نے چین کا سفر کیا تھا - اُنکو موجودہ شہر پیکن کے قریب قبائل عرب و تجار اہل اسلام کی ایک بہت بڑی آبادی ملی تھی جسمیں فقہاؤ محدثین و اصحاب درس و تدریس موجود تھے شیخ بدر الدین محدث نے انکی دعوت کی - اسکے علاوہ عام دیارچین میں بھی ہرجگہ عرب اور نو مسلم باشندگان کثیر موجود تھے ' اور بلاد عربیہ سے آمد و رفت کا سلسلہ برابر

شیخ سراج الــدین ابو حفص البزار بغدادي اُس عہد کے مشاہیر اعلام وجامعین فقہ و حدیث میں سے ھیں - انھوں نے امام ابن تیمیہ کے حالات ومناقب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے " الاعلام العلیہ فی مناقب الامام بن تیمیہ " رسالۂ مذکور میں لکھتے ھیں " حدثني غير واحد من العلماء الفضلاء ' الــذین خاضوا في اقاویل المتکلمین لیسترجعوا منــها الصواب ' ان کلا منــهم لـم یزل حائراً في تجاذب أقوال الاصولئین و معقولاتہم ' وانہ لم یستقر في قلبہ منــها قول و لم یبن لہ من مضمونہا حق ' بل رآها کلها موقعۃ فی الحیرۃ والتضلیل ' و انہ کان خائفاً علی نفسہ من الوقوع بسببہا فی التشکیک ' حتی من اللہ علیہ بمطالعۃ مولفات ھذا الامام ' و ما اوردہ من النقلیات و العقلیات في ھذا النظام ' مما ھو الا ان وقف علیہا فراها موافقۃ للعقل السلیم ' فانجلا عنہ ما کان قـد غشیتہ من أقوال المتکلمین" قریب قریب ایسي ھي شہادت حافظ جمال الدین عقیلي السرمري نے " الحمیۃ الاســلامیــہ في الانتصار لمــذھب بن تیمیہ " میں دي ہے کہ اُس عہد کے ائمۂ کبار میں معدود اور مسند العصر وشیــخ الــزمان تھے ' اور اتنــا اُور زیادہ کیــا ہے : " و من اراد اختبــار صحــۃ ما قلتہ فلیقف بعین الانصاف ' العریۃ عن الحسد و الانحراف ' ان شاء علی مختصراتہ (ای مختصرات ابن تیمیہ) فی ھذا الشان - کشرح الاصفہانیہ و نحوھا ' و ان شاء علی مطولاتہ - کتخلیص التلبیس من تاسیس التقدیس وکتاب العقل و النقل و منہاج الاستقامۃ و الاعتدال ' فانہ واللہ یظفر بالحق والبیان ' و یستمسک باوضح برھان " الخ - حاصل دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ ہم سے متعدد علماء و افاضل نے ذکر کیا کہ انھوں نے متکلمین کے اقوال و مقالات میں غور و خوض کیا تھا ' تاکہ حق و صواب معلوم کریں ' لیکن ان میں سے ھر شخص کا یہ حال ھوا کہ جسقدر اس میدان میں بڑھتا گیا ' اُتنی ھي زیادہ حیراني و گمراھي سے اپنے تئیں نزدیک پایا - اور ارباب کــلام و اصول کے اقوال و عقلیات میں سے کوئی بات تھي ایسي نظر نہ آئی جو بنیاد حق کو استوار کرتي اور دل کو اسپر اطمینان و قرار ملتا - حتی کہ اُنکی

و ماثور سے اعراض کرینگے " علیکم بهذ القران فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه " الخ تو سنة و اسوۂ حسنه کے تدرن کیم ثارش سے آنکے منه پهیر دو ' اور ما اتا کم الرسول فخذوہ اور حتی یحکموک فیما شجر بینهم اور " من اطاعني فقد اطاع الله " کے بے خطا هتیاروں سے آنکا مقابله کرو اور یه جو فرمایا " وکم من تتلل لاتلس قد احیوه " تو یه بهي حقیقت هے که کمال اتباع و تعامل فی السنة کي وجه سے آن در معالجۂ نفوس و تداوي امم کي راهیں کهول دي جاتي هیں ' اور وہ صرف ایک هي نسخۂ شفاء کتاب و سنه هاتهه میں لیکر تمام بیماران قلب و نا خوشان روح کو دعوۃ شفاء دیتے هیں یهي سر هے که منجمله اسماء و صفات قرآنیه کے ایک اسم و صفي " الشفاء " بهي قرار پایا که دل اور یقین کے سارے دکهوں کیلیے دهر اسکے اور کسي میں شفاء طمانیۃ نهیں - سب خود مبتلاء مرض هیں

قل هو للذین آمنوا هدي و شفاء ' والذین لایؤمنون في آذانهم و قر و هو علیهم عمی اولٰئک ینادون من مکان بعید ! (حم سجده) و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمـــة للمؤمنین و لایزید الظالمـــین الا خسارا (اسری) یا ایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور (لعلها فی التوبه او یونس) اور قلب و روح کي " طمانیۃ " یعني عدم اضطراب و شک صرف انهي کے پاس هے الذین آمنوا و تطمئن قلوبهم بذکر الله - الا بذکر الله تطمئن القلوب (رعد) اور یهي وہ کمال مرتبۂ ایقانی هے جو معبرنه لفظ " سکینة " بهي هوا هو الذی انزل السکینـــة فی قلـــوب المؤمنین لیزدادوا ایماناً مع ایمانهم (فتح) پس جب شفاء و وسیلۂ اطمئنان و سکون قلب قرآن هوا ' اور قرآن کي عملي تفسیر وجود صاحب قرآن ' تو اب شفاء بهي صرف انهي هاتهوں سے ملسکتي هے جن کے پاس اس نسخه کا عامل علم و عمل هو' اور وہ نهیں هے مگر کتاب و سنة یهي مقام امام ابن تیمیه کا تها ' اور سلسلة الذهب تجدید و احیاء امت کے هر حلقۂ دعوۃ کا هوا ' اور هرکا

بحکمته فعل الطبیب المجرب !

وہ وعظ جن میں خلیفہ بغداد حاضر ہوتا ' اسی خطبہ سے شروع فرماتے ۔ حجۃ الاسلام حافظ ابن قیم تو اسکے ایسے شیفتہ ہوے کہ اپنی اکثر کتابوں کو اسی سے شروع کرتے ہیں - مثلاً مفتاح دار السعادہ ' و دیباچۂ نونیہ ' و الصواعق المرسلہ ' و الصراط المستقیم و غیر ذلک - تو یہ مقبولیت بلا وجہ نہیں ہے - اسی لیے ہے کہ اس خطبہ کے ہر جملہ میں ایک دفتر معارف پوشیدہ ہے - ازانجملہ یہ کہ فرمایا " یشبہ الحق قد رموہ " تو یہ وہی بات ہے جو حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی " رموھم بالسنۃ " (رواہ الدارمی) ارباب بدع و ہواء پرستہ کے تیر چلاؤ - اسکی روک کیلیے انکے پاس کوئی ڈھال نہیں - اور اسی لیے اہل بدعۃ کی ایک پہچان یہ ہوئی کہ ہمیشہ قرآن کے نام کی آڑ پکڑینگے (کلمۃ حق ارید بہا الباطل) اور سنۃ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۴]

شروع کی تھی تاکہ البلاغ میں شائع ہو - اسی سلسلے میں اس نامۂ وصیت پر نظر پڑی اور اسکی جامعیۃ مع الایجاز کچھہ ایسی دلنشین و دلپسند واقع ہوئی کہ بے اختیار شرح لکھنے پر خیال مائل ہوا - اثبات حقیۃ طریق سلف ' و ظواہر نصوص کتاب و سنۃ ' و فیصلۂ مختتمۂ و متممۂ مسئلۂ تعارض عقل و نقل ' و انکشاف حقائق مستورۂ عقائد اسلامیۃ کیلیے اس سے بہتر محل اور کوئی نہیں ہوسکتا - چنانچہ ایک ثلث سے زیادہ حصہ لکھا جا چکا اور کمپور ہو چکا تھا کہ حکومت بنگال نے نفی و اخلاء کا حکم جاری کیا اور مجھے رانچی چلا آنا پڑا - یہ شرح اور سیرۃ امام موصوف اگر مکمل ہوگئی تو شاید اپنے موضوع میں ایک مخصوص چیز ہو - علی الخصوص موجودہ عہد فتن و فساد میں کہ " لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا " کا معاملہ اپنے آخری حد تک پہنچ چکا ہے ' اور غرور بالعلم و العقل (کہ فی الاصل بدترین جہل و بے عقلی و زیغ نظر ہے) اور اہانت و تحقیر و تحمیق و استہزاء بالسلف کے جنون سے ہر تنگ ظرف سفیہ اور تہی دست بائع فروش سرگران و خیرہ دماغ ہے - بحدیکہ احداث و علمائے وقت صحابۂ رسول و آئمۂ و تابعین کے عقائد کو (کہ اعلم الناس و اعقلہم علی وجہ الارض تھے - ابرہم قلوباً و اعمقہم علما) ایک طرح کی ابلہانہ نیکی اور بے وقوفانہ و نافہمانہ اطاعت کیشی کہدینے تک میں تامل نہیں رکھتے : کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا -

حضرۃ امام اهل السنه کا نه خطبۂ و فاتحه تارجود ایجاز کچهه ایسا جامع و ترجمان کامل مقصد واقع هوا هے که بڑے بڑے ائمہ و اعلام کی زبانوں پر حرف بحرف چڑھگیا ' اور انہوں نے سارے خطبات و مواتح اور عنائر مطالع کو چھوڑکر اسي چند متبرک جملوں پر اقتصار کرلیا بظاہر نه مقبولیت خطبات ما ثورۂ و مطالع سہرۂ خلفاء راشدین کے بعد اور کسی امام و مصنف کے کلام کو نہیں ملي - و هذا من خصائصه رضي الله عنه حافظ ابن منده اپنے اکثر خطبات اسي سے شروع کرتے حافظ ابن جوزي کا (که اُن لوگوں میں هیں جنہوں نے خطبات وعظ و مجامع کو ایک فن بنادیا) قاعدہ تھاکہ اپنے اکثر

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۳]

پھیلیں علی الخصوص معتزله و مرجئه کے عقائد اور شارع في الدين اور شروع مذاهب فلاسفۂ و اتباع فلاسفه سے باب عقائد و علوم میں ایک عام اضطراب پیدا ہوگیا ' تو امام مسدد بن مسرہ نے کہا اختلافات کي اس تاریکي میں راہ سنة تک پہنچنا هم پر مشکل هوگیا هے همارے بعد آنے والوں کیلیے اس سے بهي زیادہ مشکلات هونگي - پھر حضرۃ امام احمد کو لکھا " اکتب لي سنة النبي صلعم " امام موصوف نے جب خط پڑھا تو بہت روے - فرمایا " انا لله و انا اليه راجعون ! ایزعم هذا البصري انه انفق في العلم مالاً عظيماً و هو لا يهتدي الى سنة النبي صلى الله عليه وسلم ! " اسکے بعد نه نامۂ و صیت لکھکر بھیجدیا اور لکھا کہ طالبان طریق سنة کیلیے اسقدر بس کرتا هے- اس سے بڑھکر هماري محرومي اور کیا هوسکتی هے که متاخرین ارباب کلام ناراسے کي مصنوعات و مخترعات اور متون و شروح ممزوجۂ مصطلحات و روایات تو عقائد میں دستور العمل بنا لي جائیں ' اور سلف صالح سے اس درجه تغافل و اعراض هو که امام اهل السنة بل امام الدنیا والدین کے اس ترجمان دین الخالص اور عصارۂ خالصۂ و معصفۂ کتاب و سنة کي لوگوں کو خبر تک نهو ؟ حالانکه نه اُس بنا في الكتاب والسنة کي توقیع وصیت هے جس کا قول تھا " ماکتبت حديثاً عن النبي صلعم الا وقد عملت به " ! میں نے کوئي حدیث نہیں لکھي مگر نه که اسپر عمل بھي کیا هو ! یعني میں سنة کا علم مجرد نہیں هوں - عمل بھي هوں و هذا معنى الوراثة الكاملة و الامامة في الدين - گدستہ صارح میں حضرۃ امام احمد کي ایک مختصر سیرۃ لکھي

علی الناس ! ینفون عن دین الله تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین ' الذین عقدوا الویة البدعة ' و اطلقوا أعنة الفتنة ' مختلفین فی الکتاب ' و یقولون علی الله و فی الله - تعالی الله عما یقول الظالمون علواً کبیرا " انتہی ما نقلہ الحافظ ابن الجوزي في سیرته - یعني امت محمدیہ کا کوئي زمانہ نہیں جو اہل العلم کے بقایاء سے خالی ہو - یہ وہ لوگ ہیں کہ بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت کي طرف بلاتے ' اور کور چشمان ظلمت کي آنکھوں کو نور الہی سے روشن کردیتے ' اور کتاب و سنۃ کي روح حیات سے جہل کے مردوں اور غفلت کی نعشوں کو جلا دیتے ہیں - اور اس کام میں اہل جہل و ضلالت کے ہاتھوں جسقدر بھي اذیتیں پہنچتي ہیں ' انپر صبر کرتے ہیں - پھر کتنے ھي ابلیس جہل کے مارے ہوے ہیں جو اُنکی مسیحائي سے جي اُٹھے ! اور شیطان شک و ریب کے تیروں کے تڑپتے ہوے زخمي ہیں جنکو اُنکے دست شفاء سے یقین کا مرہم اور ایمان کي اکسیر ملي ! بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لگادیا - بدعۃ کے لشکروں اور احداث و تحریف کي پلٹنوں کو قرآن و سنۃ کے تیروں کی بوچھاڑ سے تتر بتر کردیا - گمراہي کے جھنڈے اُنکے آگے سر نگوں ہوگئے - اور فتنوں کی صفیں انکے فنون دلائل و جنود براہین کے فاتحانہ حملوں سے اُلٹ گئیں - انتہی ملخصاً (۱)

---

(۱) یہ نامۂ وصیت منجملہ آثار متبرکۂ جلیلہ سلف کے ہے - باب عقائد و فقہ اکبر میں آج سلف کی کوئی تحریر اس سے اقدم و اصح اور تمام اختلافات و نزاعات متاخرین کیلیے قاضی و قول فیصل موجود نہیں - آئمۂ اصحاب سنہ ہمیشہ اس اثر مبارک کو حرز جاں و مونس روح و ایمان سمجھتے رہے - شیخ الاسلام ہروي کو جب ارباب بدع و تعطیل نے جلا وطن کیا تو تمام کتابیں گھر میں چھوڑدیں - صرف اس مکتوب مبارک کو توشۂ سعادت سمجھکر اپنے ساتھہ لے لیا - حافظ ابن مندہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس وصیت کو پڑھا اور عمل کیا ' وہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کا ٹھیک ٹھیک مصداق ہے - یعنے اسیر شیاطین شک و ضلالت کا کوئي داؤ چل نہیں سکتا - سبب تحریر اسکا حسب بیان قاضی ابو یعلی و ابن الجوزي بہ تسناد یہ ہے کہ جب اہل بدع و فتن کی شورشیں ہر چہار طرف

قرۃ کی راہ کھول دیتی ہے' اور اسی کی طرف امام اہل السنۃ حضرۃ احمد بن حنبل نے اپنے نامۂ رضیۃ نام مسندہ بن مسرہ کے خطبہ میں اشارہ کیا تھا کہ " الحمد للہ الذی جعل فی کل زمان بقایا من اہل العلم' یدعون من ضل الی الهدی ' ویبصرون بنور اللہ اهل العمی ' و یحیون بکتابہ الموتی ' و بسنۃ رسولہ اهل الجهالۃ و الردی ' و یصبرون منهم علی الاذی ' فکم من قتیل لابلیس قد أحیوہ ؟ وکم من ضال لا یعلم طریق رشدہ قد هدوہ ؟ وکم من مبتدع فی دین اللہ بشهب الحق قد رموہ ؟ فما احسن أثرهم

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸]

صاف بر مسدود کردیں ' اور حقیقت دین الخالص ظلمات میل و مال ' و اهواء رجال ' و صناعات مخترعہ ' و مصطلحات محدثہ ' و تشتت طرق ' و طرائق بدد میں مستور و محجوب هوگئی معهذا طالب صادق و جویاے حق کیلیے باب هدایت و الهام سعادت مثل همیشه کے باز ہے ' اور با این همه غبار مغلط و تیرگی غلط شمس بازغۂ کتاب اللہ و بدر منیر سنۃ رسول اللہ همواره بپیوسته درخشنده و جهانتاب و ظلمت ربائے هرگونه شکوک و ارتیاب ہے و فی الجملہ درین دورمتی و آزاں مسالہ معدد آنکسے ست کہ دست بدامن سلف ورس آنها زند ' وبرسبیل مومنین الاولین من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان' و طریق قرون ثلاثۂ مشہود لها بالخیر معتصم و ثابت باشد ' وآنچہ خلف أمت از تغییر و تحریف و تخلیط درهرباب از ابواب شرع ورزیده اند ' بہ بعمل رضیۃ ندری کہ " فاعتزل تلک الفرق کلها ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت" حسم نموشد' وگوش حق نیوش را از غوغاے یمین و شمال کرساختہ ' علم و عمل خود را بر موارد شرع حکیم و علوم مطہرۂ کتاب و سنۃ مقصور دارد' و تربت خدا جوید نہ در دوری آنها

دلا را مے کہ داری دل درو بند !

دگر چشم از همه عالم فرو بند !

ازیں جز حقیقت تحریف شریعت علی الخصوص، تتلتلس عظمتس برانتۃ و محمدنکالیے مقدمۂ تفسیر دب ست ویکم اور تفسیر فاتحۃ الکتاب کو دیکھنا چاہیے وانزدہ فی عاداً مستقلہ ومدته تتعصل السعادیین

بیکار ھیں - یہی وہ حقیقت مقام امامۃ فی الدین اور وراثۃ نبوۃ کی ھے جو طبابۃ و نداوی جمیع امراض نفس و اعتقاد کی نظری و عملی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸)

نتوان دانست - اما نفاق ثانی (یعنی حدیث نفس و تشکیک و عدم یقین و ایمان حقیقی) کثیر الوقوع ست - لا سیما درزمان ما - و ازانجملہ جماعۃ معقولیان کہ شکوک و شبہات بسیار می آرند نمونۂ آن گروہ اند " (او کما قال) یہ جو حضرۃ موصوف نے فرمایا " بسببان چیزھا آوردند کہ معلوم پیشینیان نہ بود " تو یہ وھی حقیقت ھے جسپر تمام آئمۂ سلف متفق ھوے - ھمارے حضرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اعراض و اجسام میں تکلم کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا " لعن اللہ عمرو ابن عبید ھو فتح علی الناس الکلام فی ھذا " نقلہ الرازی فی التفسیر - کیا خوب قاطع و فاصل قول اس باب میں امام ابن عقیل کا ھے جسکے بعد کسی چیز کی احتیاج باقی نہیں رھتی کہ " انا اقطع ان الصحابۃ ماتوا و ما عرفوا الجوھر و العرض - فان رضیت ان تکون مثلھم فکن، و ان رأیت ان طریقۃ المتکلمین اولی من طریقۃ ابی بکر و عمر فبئس ما رأیت " حکاہ القرطبی فی شرح مسلم - اس باب میں حضرۃ امام غزالی رح کا کلام بھی احیاء و بعض دیگر مختصرات میں نہایت واشگاف و محققانہ واقع ھوا ھے، اگرچہ خود امام موصوف بھی مدتوں اسی وادی میں سرگردان رھے اور اسی کا نتیجہ ھے کہ آخری عہد تک کی مصنفات اسکے اثرات سے محفوظ نہ رھسکیں - معھذا الاعتبار بالخواتم و قال ملا علی القاری " مات الغزالی و البخاری علی صدرہ " رضی اللہ عنہ - اسی لیے زبیدی نے کہا - علماء سوء اور ارباب جدل و خلاف پر کوئی چیز اسقدر شاق و اشد نہیں ھے جسقدر احیاء اور اسکے ابواب متعلق علم و علماء - اور اسی لئے ایک جم غفیر علماء سوء نے مصر کے بازاروں میں احیاء کے نسخے جلا ڈالے قل موتوا بغیظکم - پھر جب کچھہ زمانہ گذرچکا تو کہا " ھو حجۃ الاسلام و کتابہ یستحق ان یکتب بماء الذھب " وھذا تکون الجہال من لا برھان لہ بہ - اور اکثر اکابر طریقت نے اپنے سلوک کی بنیاد صرف احیاء العلوم ھی پر رکھی جیسا کہ سلسلۂ عیدروسیہ کی نسبت شاہ ولی اللہ نے انتباہ وغیرہ میں تصریح کی ھے - غرضکہ اِس فتنۂ عظیمہ کی داستان مصائب و حکایت نوازل بہت طولانی ھے - اسی " حدیث نفس " کے بروز و احاطہ نے الہام ھدایت ربانیہ اور لمعات و انوار سعادت ابدیہ کی راھیں صدیوں سے اخلاف

ر معلوم ہے دوا بیمار کو کھالی جاتی ہے اگرچہ جان کلی میں مبتلا ہو لیکن ایک تھلڈی لاش کیلئے بقراط و جالینوس کی ساری مسیحائیاں بھی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸]

ارسطوے یونانی کی ! فیا للہ وللمسلمین ' من ھذہ القاصرۃ التی ھی اعظم فواقر الدین ' و الرزیۃ التی ما رزی بمثلہا سبیل المومنین !

وسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار ؟

ائمۂ متاخرین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ و اصحابہ کے بعد حضرۃ شاہ ولی اللہ کی تنقیدات و تعقبات اس باب میں نہایت محققانہ و انفع واقع ہوئی ہیں حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں گو اشارات و اجمال (ولکن ابلغ من التصریح) سے کام لیتے ہیں لیکن تفہیمات الٰہیہ اور خیر کثیر اور بدور البازغہ میں بالکل پردہ اٹھا دیا ہے صرف یہی نہیں کرتے کہ ان علوم مخلوطہ کو " من دانشمندی " کے حوالہ کرکے باقی معاملات دین سلم بر چھوڑ دیں ' یا " تشکیکات خام معقولیاں " کہکر خاموش ہو جائیں - بلکہ صاف صاف اور بے پردہ لکھتے ہیں - ایک تفہیم میں اسپر مفصل بحث کی ہے " در علوم شرعیہ نسنایاں چیزہا آوردند کہ مقصود و معلوم پیشینیاں نہ بود بلکہ در سلف امت ازاں اثرے یافتہ نمی شود جموع کثیرہ فلسفہ و حکمت یونانیاں را با علم شریعت آمیختند و اصل اصول کتاب و سنت را از دست دادہ ' تا انکہ ظاہر شریعت بنا بر کثرت ایراد و انصراف و تعریف و تخلیط چیز دیگر گردیدہ - علوم اصول دین را کہ اصل علوم اسلام ست ' بین کہ متکلمین دراں چہ صنائع و بدائع آوردند ' و در وادی جدل و تعمق تا کجا رسیدند ؟ حالانکہ سلف امت تکفیر عظیم داشتند دریں جنس کلام ' و آنرا خارج از شریعت پنداشتند و در کتب فقہ و فتاوی تامل کن کہ دامن رای و تفریع را تا کجا کشیدند ' و از اصل اصول شرع کہ دراں را از دست چہ قدر دوری جستہ ؟ و ہمچنیں حال دیگر علوم دین ست کہ بسبب خلط تا دین و صنائع رنگ و صورت دیگر پیدا نمودہ " اور سبحان اللہ حضرۃ موصوف کی نظر دیدہ ور صدق مہم اور بعید ذہن کہ ایک دوسرے موقع پر اس فتنہ کو من جملہ اسباب زوال دین کے قرار دیتے ہیں کما قالہ فی الفوز الکبیر " بدانی ارل (یعنی بدانکہ امور اذکار و ط ہر سوال اسلام) بعد از الحضرۃ

علاج سے باہر ہوچکا ' اور انک لتہدي الی صراط مستقیم کے ساتھہ و ما انت بمسمع من فی القبور اور سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم بھي موجود

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸)

" یونانیۃ " اور " عجمیۃ " سے تعبیر کرنا چاهیے - سارے برگ و بار و ثمرات فساد کو انھي سے ظہور و نمؤ هوا - آج همارے مدارس میں جو علوم باسم اصل و اساس علوم شرعیہ پڑھے پڑھائے جاتے هیں ' اگر کسي صاحب حکمت کي نظر کیمیاوي انکي تحلیل و تفرید کرے ' تو کھل جاے کہ کسقدر حصہ انکا شریعۃ اصلیہ و دین الخالص سے مرکب ہے ' اور کسقدر اسي فتنۂ عالم آشوب یونانیۃ و عجمیۃ سے ؟ کوئی شے اس سے نہ بچي - حتی کہ علماً علوم آلیہ و عربیۃ و بلاغۃ و بیان - اور عملاً جزئیات اعمال و رسوم و هیئات و معاشرت و غیر ذالك - جب یہ حال: علوم شرعیہ بلکہ نام‌نہاد اصولیہ کا ہے ' توپھر آن اساطیر اوهام و دساتیر خزعبلات و هفوات کا کیا پوچھنا جنکو بہ لقب شریف "معقولات" پکارا جاتا ہے ؟ و ان من العلم جهلا :

بر عکس نہند نام زنگي کافور !

اور ایک جم غفیر دماغ سوختگان مدارس و معاهد و مدعیان دراست نظر و رسوخ في العلم کا غالب سرمایۂ تفاخر ' و متاع غرور ' و حاصل عمر ' و ثمرۂ طلب ' و مقصد حیات ' جو کچھہ ہے وهي ہے اور اسي میں ہے - الا من عصمہ اللہ ' و لیکن لا یحاور عددهم حرکات العوامل و تعداد الانامل - ذلك مبلغهم من العلم - اگرچہ اصحاب بینش و دانش و روشن دلان حقائق و علوم حقۂ کتاب و سنۃ کے نزدیک وہ سب کچھہ داخل اضاعۂ عمر و حبط اعمال و لا یقیم لهم وزنا ہے ' اور انکے سارے گڑھے هوے طلسمات اوهام و کارخانہ جات اهواء کو اوهن البیوت کبیت العنکبوت سے زیادہ نہیں سمجھتے - سبحان اللہ ! عقل و بینش کے معجزوں کي طرح جہل و کوري اور حدث نفس کي شعبدہ طرازیاں اور چشم بندیاں بھی کیسي عجیب و غریب هیں ! قرآن الہی کے براهین و یقینیات اور محمد ابن عبد اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کے علوم صادقۂ و حکمیات تو مہجور و متروک ٹھہراے جائیں ' اور مشرکین یونان کے خرافات و اوهام اور ارسطا طالیس کي منسوجات و همیۂ وظیفہ اصل مطلوب و مقصود اور مایۂ صد سعادت و وسیلۂ هزار برکات تقدیس کي جائیں ؟ دعوا شریعۃ محمد عربي کے علم و تعلم کا ' اور پرستش شریعۃ

میں طلب صادق شرط ہے ' اور جاحد و اللہ الخصام مریض نہیں ہے جسکے لیے کوئی نسخہ مفید ہوسکے وہ اموات و قبور میں داخل ہے جنکا معاملہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۸]

و احوال ' بلکہ وہ تمام دساتیر و اسا طیر ضالۃ و مضلہ جو " انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین و تحریف الغالین" کے اقسام ثلاثۃ ضالین میں داخل ہیں' یا فتنۂ شبہات و فتنۂ شہوات کے شجرۃ الزقوم کے برگ و بار' یا ایک تیسری تقسیم ضلالہ کی بنا پر الکو " فتنۂ جدل " و " فتنۂ رائے " کے کنوز فسادہ و دفائن بطلان میں سے یقین کرنا چاہیے کہ " ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتو الجدل " رواہ الترمذی و احمد و ابن ماجہ ' اور " یستفتون فیفتون برایہم فیضلون و یضلون " رواہ ابن عمر و اخرجہ البخاري' و غیر ذلک من احادیث الباب ' تو یہ سب کچھ وہی في الحقیقت " حدیث نفس" کے ظاہر و ثمرات میں سے ہیں - بقول حضرۃ شاہ ولي اللہ " و اگر بنگ نظر کلی در دور متاخرین جمع کنم و لا نسلم معقولیان' و رائے و قیاس اصولیان' و جدل و تعمق متکلمان ہم از جملۂ حدیث نفس ست کہ نفوس سعیمۂ ایشان را بعضے در ریبات و مختلفات افگندہ ' و از نور قران و ماثور در احادیث بعضے الداخلۃ ضلوا و اضلوا " قالہ في التفہیمات و ھمعات اس امۃ میں آجتک کوئی اعتقادي و عملي و قلبي و ذہني ضلالہ نہیں پھیلی ہے مگر اسي دروازہ سے فہا اولاء جمعوا بین الفتنتین فتنۂ الرائے و فتنۂ الجدل او فتنۂ التشکیک و الشبہات' و فتنہ الشہوات و الاھواء- وکل فساد في الدین بل والدنیا منشوءہ من ہاتین الفتنتین اور اسباب اسکے متعدد ہیں ازانجملہ ایک سب سے بڑا سبب وہ ہے جسکي طرف خود حدیث ابن العاص میں اشارہ کیا' اور کوئي آنے والي مصیبت تھي جسکي طرف پلے سے اشارہ نہ کردیا گیا ہو " لم یزل امر بني اسرائیل معتدلا (اے علي وجہ العدل والصراط السوي) حتی نشاء فیہم المولدین ' رواہ ابن ماجہ تو یہاں وہی بعکم " لتتبعن سنن من کان قبلکم " (صحیحین) ٹھیک ٹھیک طابقۃ النعل بالنعل ایک عالم مصائب و فتن ابے قبل اسي جماعت مرتدین و عجمیئن کے دخول و خلط و تلبیس سے رونما ہوا ' اور ابتدائے تدوین تک غور کرنے کے بعد یہ حقیقت کھلی کہ امۃ اسلامیہ کے تمام مفاسد و مصائب کی اصلي جڑ درھي حدیث ہیں جلکو

محدثین اور تاریخیں ایک طرف ، اور خود لسان الہی کا ایک کلمۂ متلوۃ و محفوظہ ایک طرف - تعجب ہے کہ اصحاب سیر نے باوجود کمال سعی و نظر اور مشغولیۂ بہ جمع طرق و تدوین سیرۃ اس طرف کبھی توجہ نہ کی ؟ جب تک یہ چادر مرتب نہیں ہوئی تھی ' خود اپنا حال بھی دوسرا تھا - اور اب جو دیکھا تو کارخانہ ہی دوسرا نظر آیا

تمام بود نہ یک حرف کرم زما غافل
حکایتے کہ ہمہ با تمام می گفتند !

موید ا :

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدي را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقي و دریا ہمچناں باقی !

فصل

اور یہ معاملہ صرف شیخ عماد الدین واسطی ہی کے ساتھہ مخصوص نہیں ہے ' بلکہ امام ابن تیمیہ کے برکات امامۂ و وراثۂ کاملۂ نبوۃ کے اس فیضان جاري و ساري کا انکے تمام معاصرین محققین نے خصوصیت کے ساتھہ اعتراف کیا ہے ' اور آج بھی انکے علوم و معارف سنہ کے اس خاصۂ عظیمہ کا ہر وہ شخص اور جماعت تجربہ کرلے سکتی ہے جو شک کی بیماریوں سے مایوس اور ذہن کی محرومیوں سے لب مرگ ہو ' اور جسکو حدیث نفس (۱) اور وہم خاطر فاتر کے زخموں نے چور چور کردیا ہو - البتہ ہر حال

---

(۱) تمام نام نہاد علوم و فنون جدل و خلاف ' و تعمقات و ہمیۂ و خیالیہ ' و صناعات تشکیکیہ در مطالب شرعیہ از قبیل مقولات کم و کیف و الاین و المتی و لماذا ' و مباحث و مباني تراشیدۂ و خراشیدۂ متکلمین مجادلین ' و اصول مصنوعہ و قواعد مزعومۂ ارباب قیل وقال و پرستاران آراء و اقوال رجال من الرجال ' و اشغال و تشددات بدعۂ و محدثۂ اصحاب خوانق و صوامع جہال ' و اوہام و ظنون فاسدۂ دخلاء و اعجام و مولدین در ملت عربیہ باسم و زعم واردات و مکشوفات و بوارق

روح و حیات کا آخری نقطہ اور سرچشمہ قرار پائی' تو لا جرم سیر و اقدام کی آخری منزل بھی وھی ٹھہری اسکے بعد جو کچھہ ھے ما فوق اور وراء الوراء تعینات ھے اسلیے نہ سیر کی وھاں گنجایش ' نہ قافلۂ طلب اور محمل شوق کا وھاں گذر' بلکہ طائر فکر و مرغ خیال بھی اسکی فضاء لا تعین میں درماندہ و پر و بال سوختہ

اے برون از وھم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من !

و الکلام فی ھذا یطول و لہ موضع غیر ھذا الموضع الذی نحن فیہ اور یہ جملۂ معترضہ بھی جو بعد فصل و خلل ربط مطالب پہنچ گیا ' تو اسلیے کہ مذکور کی جاذبیۃ و محبوبیۃ سے ذکر و ذاکر کی بیخودی و محویت ناگزیر ھے ' اور اشارات کا طول و قصر مسافر الیہ کے جذب و کشش پر موقوف - پھر جس مذکور و مقصود کا یہ حال ھو کہ بقول صاحب فتوحات مکیہ

یا من ھو للقلوب مغناطیس !

اور اس دنیا میں ذکر صرف اسی کا ذکر اور بات صرف اسی کی بات ھو - اسکے سوا جو کچھہ ھو' یا اسی کے طرف مصروف و محمول ھو ' اور یہ نہو تو پھر بیخودی و بے حاصلی ' آلات صرف و ضیاع بعث

اوقات ھماں بود کہ با یار بسر رفت
باقی ھمہ بے حاصلی و بے خبری بود

تو کیونکر ممکن ھے کہ عنان قلم از دست رفتہ نہو اور سر رشتۂ فکر و شغل دامن صدر و سکاتب کی طرح ھاتھہ سے چھوٹ نہ جاے ؟

و انی لتعرونی لذکراک ھزۃ
لھا بین جلدی و العظام دبیب !

ذکر سیرۃ نبویہ ماخوذ و مستنبط از قرآن کی نسبت یہا سر الحمد للہ وہ امید و گماں سے بھی دہ چلد اوسع و اکمل مرتب ھوگئی و رایت فیہ ما لا عین رأت و ما لا اذن سمعت - انسانوں کی ترتیب دی ھوئی ساری

محفوظ " سے بھي تعبيرکيا - سبحان الله ! يه آخري تسميهٔ و تعبير کس درجه ترجمان حقيقت و اوفق بالشرع و العقل هے ! دنيا ميں جسقدر بهي هدايت و تعليم کي لوحيں تهيں ' سب کيليے تغير و تبدل هوا ' حتى که آج کوئي بهي محفوظ نهيں - ليکن الله اکبر مقام محمدي کي محفوظيت و مصئونيت که اُسکي سيرة طيبه اور حيات حيه و قائمه کي لوح محفوظ کا ايک نقطه بهي محو نهوسکا ' اور قرآن محفوظ و کتاب مسطور في رق منشور اور في صدور الذين اوتو العلم ميں اُسکا ايک ايک حرف ايک ايک لفظ اُسي طرح نقش و ثبت هے اور هميشه رهيگا ' جسطرح قلم ازل نے ازل صبح تعين کي کرنوں سے لکهه ديا تها - پس قرآن کے بعد اگر کوئي اور هستي " لوح محفوظ " هوسکتي هے تو وه صرف وهي روح اعظم و خالد هے جسکے ذکر کو خود قرآن نے اپني آغوش حفظ و صيانه ميں هميشه کيليے لے ليا هے - حضرة سيد العارفين شيخ عبد القادر جيلاني رضي الله تعالى عنه نے اسي مقام کي طرف اشاره کيا هے ' اگرچه بعض کم فهموں نے اسکي صحيح مطلب کو نه سمجها اور ايک دوسري هي وادي ميں لگ گئے ' اور يه آفت عام و اعم هے :

افلت شموس الاولين ' و شمسنا
ابداً على افق البقا لا تغرب !

حضرة والد مرحوم نے اس ملفوظ مبارک پر ايک دوسرا پيش مصرعه لگا کر مطلب واضح کرديا هے - يه اُنکے ايک طول طويل قصيدهٔ بائيه ميں سے هے :

شمس تقادم قبل ادم طلعها
ابداً على افق البقا لا تغرب !

اور يه جو بعض اکابر نقشبنديه على الخصوص حضرة مجدد سرهندي رحمة الله عليهم نے اپنے علوم کشفيه ميں ظاهر کيا که دائرهٔ حقيقت محمديه سير قدمي کي آخري حد هے - اسکے بعد صرف سير نظري کي گنجائش هے - و هو من خصائصه صلى الله عليه و سلم - اور پهر تمام اصحاب احوال و کشوف بهي اسپر متفق هوے ' تو حقيقت اسکي بهي يهي هے که چونکه حقيقت محمديه

وحدات یکساں هو ؟ اور کدوں اُسکي دائمي حیات و قیام کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز هو ؟

في الحقیقت یہي معني هیں دیگر مدها معاني و حقائق ثابتہ کے ساتھہ اِس رفع ذکر کے کہ " و رفعنا لک ذکرک " - اور یہي وہ مقام ھے کہ جب اصحاب کشف و مشاهدات کے سامنے کھلا تو انھوں نے " حقیقت محمدیہ " کے احاطۂ وحدات اور عدم زوال و بقاء و استمرار کو تمام انبیاء کرام کے حقائق تعینات سے ماورٰی ' اور نقطۂ دائرۃ الدوائر اور مرکز ادوار تعینات ما بعد اور نقطۃ الحقیقۃ في الاصل و الحقیقۃ هونے کے تمام انوار تعینات و وجود کو اسکی نور الشمس کے سامنے بے فروغ و ماند پایا ' اور اسلیے شیخ اکبر نے اسکو نفس اول اور مورد صحیح اصطلاح " عقل اول " قرار دیا اور پھر " انسان کامل " اور " روح اعظم " اور " نفس واحدہ " اور " علم الاعلیٰ ' اور " نور الانوار " اور " نفس الکاملہ " سے بھي اسکو تعبیر کیا گیا کہ بلحاظ بقاء ذکر و دوام متصل وحدات وھي ایک انسان الکامل ' روح الاعظم ' اور النفس الواحدۃ و الکاملۃ ھے اور وحدۃ معنویۃ مستمرہ نوع و ارض کی مرکزیۃ صرف اُسی کو پہنچتی ھے اور اسلیے قرآن حکیم نے صرف اسی وجود کو " العبد " سے تعبیر کیا کہ ساري عبودیتیں آني و وقتي هیں مگر صرف یہي وہ عبودیۃ کاملہ و واحدہ ھے جو همیشہ عباد و معبود میں واسطۂ هدایت اور همیشہ عبد کو معبود سے واصل کردینے کیلیے حي و قائم ھے ' و قال العارف البوصیري

منزہ عن شریک في محاسنه
فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

اور چونکہ نوع انساني کی سعادت و تنویر کا مرکز و مبدء وجود انبیاء کرام ھے ' اور حقیقت محمدیہ بحکم " وجئنا بک علی ھٰؤلاء شهیدا " ان سب سے مافوق اور شمس و کواکب اور مصباح و مصابیح کے معاملہ کا حکم رکھتي ھے ' اسلیے جناب ختمیہ و دائمہ کا نور الانوار اور مصباح المصابیح صرف وھي دائرہ ٹھیرا ' اور اسي لیے شیخ اکبر و جیلي نے اسکو " حقیقۃ الحقائق " اور " لوح

کتب سماویہ (فی اعتقادنا او فی زعمهم) موجود ہیں، وہ یا تو اپنی صداقت کی اور ساری باتوں کی طرح اس بارے میں بھی بالکل خاموش و مظلم ہیں، حتی کہ اپنے لانے والونکے وجود کے اثبات سے بھی عاجز، اور اگر اسکی شخصیت کا ذکر کرتے بھی ہیں، تو ایسے مجہول و سراپا شکوک و ارتیاب شکل میں جس سے اثبات کی جگہ اور زیادہ سلب و نفی کا یقین پیدا ہوجاتا ہے - اور پھر جب اس لحاظ سے دیکھا جاے کہ آج دنیا میں شہرت و تواتر، نقل و حفظ و روایت، اور توارث اسناد و قراۃ، و تعامل کروڑہا نفوس عالم نسلاً بعد نسل و حین بعد حین، و تلاوۃ اوقات خمسۂ لیل و نہار (فضلاً عن تلاوتہ و تدبرہ فی کل حین و آن) کے اعتبار سے صرف یہی ایک کتاب قطعی و یقینی اور محفوظ و غیر مبدل ہے - بحیثیت لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه و انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون و بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ و فی صدور الذین اوتوا العلم و غیر ذالک من قواطع الحفظ و الصیانة، اور اسلیے علی وجه الارض اسم و علم " الکتاب " کا مستحق اور کوئی نہیں، تو پھر ظاہر ہے کہ جس وجود و شخصیت اور اسکی حیاۃ و سیرۃ کا اثبات و اعلام اس کتاب کے اندر ہوگا، اسکے وجود و سیرۃ سے بڑھکر سماء دنیا کے نیچے اور کونسی انسانی ہستی قیامت تک کیلیے اثبت و اقوم ہوسکتی ہے؟ اور دنیا اپنی ہدایت کیلیے اگر کسی انسان کے آگے جھک سکتی ہے، تو اس اسوۂ کبری و عبدیہ اعلی و بشریۂ واحدہ کے سوا اور کون انسان ہے جسپر آنکھوں سے دیکھنے والوں کی طرح ہمیشہ یقین کیا جاسکتا ہے؟ اور جس پر ایمان لانے کیلیے پچھلی امتیں اور نسلیں بھی پہلوں کی طرح قطعی و یقینی روشنی رکھتی ہیں؟ اور پھر جس وجود کی سیرۃ و حیات قیامت تک کیلیے اسطرح محفوظ و ثبت کردی گئی ہو، گویا آن نقوش غیر فانی کے جو صفحۂ عالم پر ثبت ہیں، اور جسکی زندگی کے وقائع ٹھیک اسطرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر و حرکت کے دامن سے وابستہ ہو، کیوں نہ اس خاندانی جسم و زمانی عمر اسکی موت

یگانہ کیسے تھے ؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا ؟ اُس نے کیسی زندگی بسر کی ؟ اُس نے دنیا کے ساتھہ کیا کیا اور دنیا نے اسکے ساتھہ کیا کیا ؟ اُسکی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا ؟ اُسکے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کن کاموں میں کٹتی تھیں ؟ اُس نے کتنی عمر پائی ؟ کون کون سے اہم واقعات و حوادث پیش آئے ؟ اور پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ گیا ؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی تو دنیا کا کیا حال تھا ؟ اور جب واپسیں نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہانتک پہنچ چکی تھی ؟ غرضکہ ایک وجود و معاملہ وجود اور اعلام صداقت و عظمت کیلئے اُسکے وقائع و ما یتعلق بہا و ما یناسب ذلک میں سے جن جن باتوں کی ضرورت ہوسکتی ہے' وہ سب کچھہ صرف قرآن ھی کی زبانی دنیا معلوم کرلے سکتی ہے' اور اس بارے میں بھی قرآن اپنے سے باہر کا ابداً محتاج نہیں اور پھر یہ سب کچھہ از قبیل اشارات و رموز و اشارات نہیں ہے جیساکہ ارباب نکات و دقائق کا طریق استنباط ہے' بلکہ صاف صاف اور کھلا کھلا بیاں جو فقہاء کے طریق استنباط اشارۃ النص سے کہیں زیادہ واضح و ظاہر ہے اور اگر رموز و اشارات و تلمیحات کا طریق اختیار کیا جاے تو پھر خاص خاص آیتوں کو حوالہ دینے کی کیا ضرورت ؟ پورے قرآن میں بجز اس ایک ذکر کے اور کوئی ذکر ھی نہیں ہے !

و کل الی ذاک الجمال یشیر '

اگر غور کیا جاے تو فی الحقیقت یہ معاملہ بھی منجملہ مہمات خصائص و اعجاز قرآن کے ہے کسی پیغام کی صداقت جانچی نہیں جاسکتی جب تک پیغام لانے والے کی صداقت و امانت نہ جانچی جاسکے' اور وہ ممکن نہیں جب تک اُسکی پوری زندگی اور زندگی کے وقائع و اعمال دنیا کے سامنے نہوں بس اس اعتبار سے آج تمام عالم میں اگر کوئی صحیفۂ آسمانی ایسا ہے جو اپنے لانے والے کی زندگی کے وقائع و سوانح ہر زمانے اور ہر عہد میں خود اپنی زبانی سنا دیسکتا ہے' تو وہ بجز هذا کتابنا ینطق علیکم بالحق بجز قرآن حکیم و معجزۂ کے اور کوئی نہیں اُسکے علاوہ جسقدر

ہے کہ یہ ممکن ہے - اور بہت ہی اهم چیز ہوگی - چنانچہ دہلی سے آکر میں نے کچھ وقت اسمیں صرف کیا اور ایک مستقل سیرۃ نبویہ مجرد قرآن حکیم سے ماخوذ و مستنبط شروع کردی - جوں جوں قدم آگے بڑھتا گیا ' نئے نئے دروازے کھلتے گئے ' اور امید و توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی - گو یہ حقیقت پہلے سے پیش نظر تھی - حتیٰ کہ اس بارے میں بڑا ذخیرہ آیات کا ذہن میں مستحضر تھا ' لیکن یہ بات تو کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں گزری تھی کہ جس کتاب کو بظاہر جا بجا ذکر احکام و مسائل و قصص گزشتگان سے مملؤ پاتے ہیں ' اسمیں اسقدر وافر ذخیرہ خاص شخص رسالۃ کے حالات و وقائع کا بھی موجود ہوگا ؟ کتاب کے مرتب ہو جانے کے بعد جو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا - حیاۃ و سیرۃ کا کوئی ضروری ٹکڑہ ایسا نہیں ہے جسکے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہوں - اور پھر نہ صرف آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرۃ ' بلکہ صحابۂ کرام کے حالات و خصائص کا بھی کافی ذخیرہ موجود ملا - صحابہ کی جماعت درسگاہ تزکیۂ و تعلیم نبوۃ سے نکلی ہوئی موعود الاولین کی اولین جماعت تھی - و یعلمهم الکتاب و الحکمۃ و یزکیهم - اسلیے آنکے سوانح و ایام بھی سیرۃ نبویہ ہی کے مختلف اجزاء ہیں ' بلکہ ہدایت قرآنی و حکمت نبوی کے عملی و مجسم ثمرات ہونے کے لحاظ سے دلائل و آیات نبوۃ کے حکم میں داخل - پس نفساً آپکی سیرۃ مکمل نہ ہوتی اگر آنکے حالات بھی قرآن میں پوری شرح و تفصیل سے نہ ملتے - اس ٹکڑے کو دیکھکر مجکو آخری مرتبۂ یقین اس بارے میں حاصل ہوگیا کہ اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہوجائیں ' اور دنیا نے جو کچھ چھٹی صدی عیسوی کے ایک ظہور دعوۃ کی نسبت سنا ہے وہ سب کچھ بھلادے ' اور صرف قرآن ہی دنیا میں باقی رہے ' جب بھی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مقدسہ اور آپکی سیرۃ و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکتے - صرف ایک قرآن ہی اسکے لیے بس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو بتلادے کہ اُسکا لانے والا کون تھا ؟ کیسے زمانے میں آیا ؟ کس ملک میں پیدا ہوا ؟ اُسکے خویش

میں اپنے غیر کا محتاج نہیں، اسی طرح اپنے حامل و مبلغ کے وجود و حیات کے بیان میں بھی خارج کا محتاج ہے یا نہیں؟ اصحاب سیر و محدثین کرام نے فضائل و مدائح مخصوصۂ قرآنیہ کے در باب نکالے ہیں مثلاً قاضی عیاض نے شفاء کے متعدد ابواب میں قرآن حکیم کی آیات متعلق فضائل و مدائح جمع کی ہیں، لیکن جہانتک مجھے معلوم ہے، آجتک کبھی اسکی کوشش نہیں کی گئی کہ صرف قرآن حکیم میں دائرۂ استدلال و اخذ محدود رکھکر ایک کتاب سیرۃ میں مرتب کی جائے جس زمانے میں مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سیرۃ نبویہ کے بارے میں مذاکرے رہتے تھے تو ایک مرتبہ مجھے اسکا خیال ہوا تھا میں نے کہا آپ سیرۃ میں ایک خاص باب یا سیرۃ کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجیے " قرآن اور سیرۃ محمدیہ " اور اسمیں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع کرکے دکھلائیے کہ خود قرآن سے کہانتک آپکی شخصیت اور آپکے وقائع و ایام معلوم ہوسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، انکی طبیعت میں ایک خاص بات یہ بھی کہ کوئی معاملہ ہو، وہ اسکی ابتدا ہمیشہ شک اور تردد سے کیا کرتے تھے، اور جب تک یقین کرنے کیلیے مجبور نہوجائیں، تقین نہیں کرنا چاہتے تھے اس چیز نے انکی عملی زندگی کو بھی (علمی کاروبار و تالیفات کی زندگی کو) بہت نقصان پہنچایا اور وہ کوئی عملی کام جم کر نہ کرسکے ندوہ کے معاملہ میں جو الجھاؤ لوگوں نے ڈالے، وہ انکے اسی ضعف یقین و عدم جزم و صلابت ارادہ کا نتیجہ تھا ورنہ انسے مخالفت کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو انکو انکی جگہ سے ہٹا سکتا بہرحال انہوں نے اس خیال پر بہت ہی پسندیدگی ظاہر کی مگر وہی انکی عادت کے مطابق اظہار شک و تامل بھی کہ اتنا مواد صرف قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے کہ سیرۃ کا ایک باب مرتب ہوسکے؟ لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا تم اگر یہ کام مرتب کردو تو سیرۃ کے ساتھ شامل کردیا جائے آخری بار جو ملاقات دہلی میں ہوئی تھی - آخر رات انہوں نے کہا اب مجھکو بھی خیال ہوتا تھا

و علی تفنن واصفیه بوصفه
یفنی الزمان و فیک ما لم یوصف !

و قال ایضاً رحمه الله :

اری کل مدح فی النبی مقصراً و ان بالغ المثنی علیه و اکثر
اذا الله اثنی بالذي هو اهله علیه، فما مقدار ما یمدح الوری !

اور اگر خاص طور پر اس معاملہ کو دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہ چیز بھی منجملہ خصائص قران و صاحب قران کے ہے - آج تمام ادیان حاضرۂ عالم میں کوئی دین بھی ایسا نہیں جسکی کتاب الہی اور صاحب و حامل کتاب کے باہمی علاقۂ وحدۃ کا یہ حال ہو - اور دونوں میں سے ہر وجود ایک دوسرے سے اسطرح پیوستہ و ملحق اور باہمدگر شاہد و مشہود کا تعلق رکھتا ہو کہ کتاب، حامل کتاب کی صداقت پر دلیل و شاہد ہو، اور حامل کتاب، اصل کتاب کی صداقت پر:

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند !

حتی کہ اگر تاریخ شریعت کے تمام وسائل معدوم ہو جائیں، اور روایت و حکایۃ کے تمام صحائف سے قطع نظر کرلیا جائے، جب بھی صاحب شریعۃ کے وجود و سیرۃ کی تاریخی حقیقت اسی طرح روشن و مدلل باقی رہے، جسطرح تاریخ و روایت کے دفاتر میں ہے، اور اگر دنیا چاہے تو اسکی پوری سوانح عمری اور تاریخ حیات صرف ایک کتاب اللہ کی لوح محفوظ اور کتاب قیم ہی سے بلا ایک نقطہ کی فروگزاشت کے مرتب کرلے !

لوگوں نے حیاۃ و سیرۃ طیبۂ حضرۃ خیر المرسلین (صلعم) پر اس حیثیت سے بہت کم نظر ڈالی ہے کہ اگر روایات و دفاتر تاریخی سے قطع نظر کرلیا جائے اور صرف قران حکیم ہی کو سامنے رکھا جائے، تو آپکی سیرۃ و حیات پر کیسی روشنی پڑتی ہے ؟ اور جس طرح قران اپنی کسی بات

نہ لہروں کا ذکر کیا ہو نہ انکی نضارۃ و روانی کا ' لیکن حرف لکھو اُن سب کا ذکر آگیا ' اور اس ایک نام کے ساتھہ وہ سارے نام لیے لیے گئے اور جب ہم نے کہا نکہتہٴ گل' ہوائے عطر بیز ' نضارۂ انہار و اشجار ' بنفشۂ و سنبل و یاسمن' تو اب ہم باغ و چمن کا نام لو یا نہ لو' مگر اُسکا نام تو ہم نے اُن ناموں میں سے ہر نام کے ساتھہ لے ہي لیا ' اور گو بظاہر ذکر بنفشۂ و سنبل اور اشجار و انہار کا تھا مگر في الحقیقت ذکر اُن سب کا نہیں بلکہ صرف ایک ہي حقیقۃ جامعہ کا تھا - یعنے باغ و چمن کا مولنا کے اشارات اس مقام کي نسبت از بس لطیف و پر درد واقع ہوے ہیں - ازانجملہ کیا خوب فرمایا

نام احمد نام جملہ انبیاست

چونکہ صد آمد نود هم پیش ما ست

جب " سو " کہدیا تو اب ایک سے ننانوے تک جو کچھہ ہے سب آگیا اور جب کہا ایک دو دس پچاس تو في الحقیقت ذکر " سو " ہي کا ہوا - قرآن حکیم میں یا احکام ہیں ' یا مواعظ و حکم ہیں ' یا شرح قوانین ہدایت و ضلالہ ' اور یا پھر قصص الاولین تو معلوم ہے کہ اگر احکام ہیں تو اُسي شریعۃ کے جسکا حامل سید المرسلین ہے - مواعظ و حکم ہیں تو وہي ہیں جن کي عملي تصویر و اُسوۂ کاملہ وجود سید المرسلین ہے - قصص ہیں تو الہي فضائل و مراتب کے جو سب کے سب مرتبۂ جامعۃ محمدیہ میں بوجہہ اتم و اکمل جمع ہوگئے پس اگر حضرات صوفیاء کرام نے تمام قرآن کو اسي ایک حسن اکمل و جمال بے ہمتا کي حکایت شمائل و شرح سراپا کہا ' تو قطع نظر نسبت مبداں اشارات کے ' ویسے بھي یہ کاوں مورد قدح و شک ہو؟ حق یہ ہے کہ " قرآن " اور " صاحب سنہ " کي باہمي یگانگت و اتحاد کے باب میں جو کچھہ بھي اور جسقدر بھی کہا جائے ' اس سے بہت کم ہے جسقدر کہا جاتے واللہ در ما قال

ما مدحت محمدا بمقالتي

ولکن مدحت مقالتي بمحمد !

للہ اس مقام پر خن ورزی ہے جو شیخ ابن الفارض نے کہا طاب اللہ مضجعہ

تو لامحالہ وہ ان فضائل و مقامات اور خصوص و حقائق مناقب و مراتب میں ہو
کچھ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے، یا جو کچھ بطور اصلی و حقیقی ذات کے
ساتھ اس بارے میں کہا جائیگا، وہ گو بلا واسطہ دوسروں کی جانب ہو، مگر
بالواسطہ متعلق اسی وجود اجمع و اکمل سے ہونگی۔ اور جب کبھی خاص
اس وجود جامعیۃ کی نسبت کچھ کہا جائیگا، تو گو اسمیں دوسروں کا ذکر
اصلاً نہ آے، لیکن حال یہ ہوگا کہ گویا تمام انبیا و مرسلین بلکہ نوع
انسانی کے تمام افراد فضیلت اور جماعۃ من آمن باللہ علیہم کے تمام
اشخاص مراتب و کمال میں سے ایک ایک فرد کا ذکر کیا گیا، اور سب
کچھ آگیا اور سمیٹ لیا جو انکے بارے میں کہا جاسکتا تھا۔ جب ذات و حسن
کا نام لیا تو گویا ہم نے نہ پھولوں کا نام لیا ہو، نہ انکی رنگت و بو کا،

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۷]

و قوام و اعمال کی ساری باتیں پچھلی امتوں کی ان ساری باتوں پر
فوقیت و فضیلت رکھتی ہیں، تو یہ اغیر اسکے ممکن نہیں کہ امت آخری
کا رسول و مقوم بھی سارے پچھلے رسولوں کے مراتب و مقامات کا جامع
اور اسلیے آن سب سے افضل و ما فوق، اور " آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو
تنہا داری " کا مصداق ہو۔ کتاب و سنہ کی نصوص و تصریحات اس بارے
میں بے شمار ہیں۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض کی تفسیر میں
اس مطلب کو کمال شرح و بسط اور شاید ایک طرز تازہ و استدلال جدید
کے ساتھ لکھا جاچکا ہے، اور حقیقت جامعیہ رسالۃ محمدی، و جامعیۃ
شریعۃ اسلامیہ، و جامعیہ امۃ مسلمہ، اور جامعیہ جمع ما یتعلق بہا پر
ایک خاص اسلوب نظر سے بحث کی گئی ہے۔ باقی رہا لا نفرق بین احد منہم
تو وہ معاملہ دوسرا ہے۔ تفریق بین الرسل کو مسئلۂ تفضیل سے کوئی تعلق
نہیں۔ اسی طرح " لا تفضلونی علی یونس بن متی " و غیر ذلک، تو اس
نہی کا مورد و محمل بھی دوسرا ہے، اور منہی عنہ معاملۂ تفضیل میں
وہ تکلم بالرأے ہے جو منجر بہ تفریق بین الرسل ہو جس نے تمام امم سابقہ
کو گمراہ کیا۔ نہ کہ نفس تفضیل۔ کیونکہ " انا سید ولد آدم و لا فخر "
اور " آدم و ما دونہ تحت لوائی " کے بعد اور کیا باقی رہگیا؟ اور پھر قطع
نظر قرآن حکیم کے، خود نصوص سنۃ اس بارے میں بے شمار و معلوم۔

خوش دلکش ست قصۂ خوباں روزگار
تو یوسفي و قصۂ تو احسن القصص !

اور اگر اس بات کو باب اشارات سے باہر بھي دیکھا جاے ' جب بھي اسکي صداقت میں کلام نہیں - جب تمام انبیاء کرام علیھم السلام کا وجود اصلاً ایک ھي اصل و حقیقت ترمبني اور اپنے تمام مقاصد و اعمال و وقائع میں جزؤ و کلاً ایک ھي سلسلۂ بعثت کي مختلف کڑیاں اور ھم رنگ و ھم معنی اشکال و صور ھیں' اور اسلیے با ھمدگر یکعلم اسماء و نظائر کا حکم رکھتے ھیں ' بعدیکہ بوجہ کمال اشتراک صورت و معني اگر ایک کڑي ھٹادي جاے تو دوسري ٹھیک ٹھیک اُسکي جگہہ جڑ جاے ' اور معلوم ھے کہ اس سلسلہ کي آخري کڑي یعني وجود مقدس حضرۃ خاتم الادیان و مکمل الشرائع و متمم النعم ساري پچھلي کڑیوں کا جامع ' اور اسي لیے بحکم " انا سید ولد آدم " اور " لوکان موسی حیاً ما وسعہ الا اتباعی " اور نص قرانيي کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي الخ (۱) اور فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علی ھا ؤلاء شھیدا (نساء) منتہاء مرتبۂ سیادت و قیادت عالم' و مرکزیۃ رسل و شرائع' و افضلیت کلي نوع سے بالا و ممتاز ھے

بہ طراردگي قامت موزوں نازم
یک قبا نیست کہ بالسلۂ اندام تو نیست !

---

(۱) ان آیات کریمہ سے فضیلت و سیادۃ حضرۃ ختم المرسلین کا ثبوت ثابت ھوا کہ امۃ مسلمہ کو ساري امتوں سے بہتر فرمایا ' اور شریعۃ محمدیہ کو تکمیل ادیان اور اتمام نعمت قرار دیا ' اور ظاھر ھے کہ مطیع کي افضلیت مستلزم افضلیت مطاع ' اور نعمت کا تمام نعم سابقہ سے اعلی و اتم ھونا حامل و مبلغ نعمت کے اعلی و افضل ھونے پر دال ھے - اگر آخري شریعۃ تمام پچھلي شریعتوں کي جامع اور اسلیے اُن سب سے افضل ھے' اگر آخري امت ساري پچھلي امتوں کے برکات و نعم سے مالا مال اور اسلیے ان سب سے اکمل و اتمام ھے ' اور اگر اسي طرح مرتبۃ آخري کے ظہور و زمان و مکان

کوئی چھوٹا سے چھوٹا ٹکڑا بھی نقش نظر رکھتا ہو اور پھر شک و اضطراب نفس کا افسوس ہلاکت اس پر کارگر ہو سکے نہیں رہا ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا انبیاء کرام علیہم السلام کی نفس زندگی و وجود کو بطور ایک حجۃ و برہان کے پیش کیا ہے نہ کہ محض بطور قصص ' و اظہار علم ما سبق ' و انباء بالغیب کے جیسا کہ عموماً سمجھا گیا ہے -

قرآن حکیم کا کھلا کھلا دعوا یہ ہے کہ ہر نبی کی زندگی جس طرح شروع ہوئی اور جسطرح ختم ہوئی ' اور جو کچھ اس پر گذرا ' اور قولاً و فعلاً جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے ' اس میں سے ہر بات بجائے خود ایک دلیل اور برہان حق ہے - اس سے بڑھکر اس حقیقت کے اثبات کیلیے اور کوئی دلیل یقینی و قطعی نہیں ہو سکتی کہ خدا ہے ' اور ساری اچھی اور حسین صفتوں سے متصف ہے ' اور اس نے جسطرح عالم ہستی اور ما فیہا کو بنایا ' اسی طرح اسکے لیے قوانین و نوامیس عمل و نتائج بھی بنائے اور وہ ہر حال میں اٹل ہیں دنیا میں انسان زیادہ سے زیادہ اور قطعی سے قطعی یقین جن چیزوں پر رکھتا ہے اور جن وسائل سے انکے یقینی ہونے کو مانتا ہے ' قرآن کی یہ دلیل ان سب سے زیادہ قطعی اور سب سے زیادہ روشن و محکم ہے اور اگر یقین کیلیے یہ دلیل کافی نہیں تو پھر اس دنیا میں یقین کا وجود ہی نہیں حتی کہ دوپہر کے وقت چمکتے ہوے سورج کا بھی نہیں ' اور جسم کے ایک ایک مسام سے چھوتی اور لگ کر چلنے والی ہوا کا بھی نہیں ! اگر تم کہتے ہو کہ دنیا میں صرف انہی باتوں کو ماننا چاہیے جو " یقینی " ہوں اور " ثابت " شدہ - یعنی تم اعتقاد کیلیے صرف " امکان " کو کافی نہیں سمجھتے " اثبات " کے طلبگار ہو ' تو جب بھی دنیا میں الکلم الطیب اور العمل الصالح سے بڑھکر اور کون سی ثابت و واقع حقیقت ہو سکتی ہے ؟ خود تمھارا وجود اور اثبات " انا " بھی اس سے زیادہ ثابت و مشہود نہیں نہیں رہا ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا دعوا الی الوحی کو " قول الثابت " اور " دین القیم " اور " الواقع " اور " الحق " وغیرہا سے تعبیر کیا ہے گو لوگ دوسری طرف چلے گئے - بہر حال

فصل

غرضکہ امام ابن تیمیہ نے ایک ایسی حقیقت جو طبیعت کو جو ارباب ظن و رائے کی صحبتوں سے وادی شک و اضطراب میں حیران و سرگردان ہوگئی تھی ' ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں کہی جو اور لوگ کہہ سکتے تھے ' بلکہ صرف یہ وصیت کی کہ سیرۂ طیبۂ نبویہ کا مطالعہ کرو یہی نسخۂ شفا شک و ریب کے سارے دکھوں کا ایک ہی علاج ہے ' اور پھر مولاً بھی اپنی تمام مصنفات میں اسی چیز کو بنیاد و منبع ہرگونہ علم و ایقان بتلاتے ہیں ' تو یہ بات بھی منجملہ انہی خصائص مقام وراثۂ نبوہ کے ہے کہ :

علیـــم بادواء النفوس یسوسهـــا

بحکمته فعل الطبیب المجـرب !

اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جب تـک دنیا باقی ہے ' صاحب قرآن کی سیرۃ و حیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھکر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب و علل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں - اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے نووہ صاحب قرآن کی سیرہ ہے ' اور در اصل قرآن اور حیات نبوہ معناً ایک ہی ہیں -• قرآن متن ہے اور سیرۃ اسکی شرح - قرآن علم ہے اور سیرۃ اسکا عمل ' قرآن صفحات و قراطیس ما بین الدفتین اور فی صدور الذین اوتوالعلم میں ہے ' اور یہ ایک مجسم و ممثل قرآن تھا جو یثرب کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا - کما قالت الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا " وکان خلقہ القرآن "

مـا دو جـــائے آمـدہ در یـک • بـدن

من کیم ؟ لیلی ' و لیلی کیست ؟ من !

انبیاء کرام کی زندگی سے بڑھکر " یقین " اور " ایمان " کی پکار اور کیا ہوسکتی ہے ؟ محال قطعی ہے کہ ایک صاحب استعداد سیرۃ نبویہ کا

یہی معنی ھیں ان آیات کریمہ کے کہ اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس ' کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا ؟ (انعام) اور افمن یمشی مکباً علی وجہہ اھدی ' امن یمشی سویاً علی صراط مستقیم ؟ (ملک) اور افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ - فویل للقاسیة قلوبہم من ذکر اللہ (زمر) وغیر ذلک من الایات فی ھذ الباب - اور فی الحقیقت یہی وہ نور حقیقت اور مشکوٰۃ معرفت ہے جسکو ایک عجیب و غریب اور جامع و مانع تمثیل مرکب میں واضح فرمایا کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجة - الزجاجة کانہا کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة ' لا شرقیة و لا غربیة یکاد زیتہا یضی و لو لم تمسسہ نار - نور علی نور - یہدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس - و اللہ بکل شی علیم (نور) اور یہ مقام منجملہ روح الروح معارف کتاب و سنت ' و حقیقة الحقائق قرآن و شریعت کے ہے جسکی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے مگر اسکی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں تفسیر البیان میں ایک سے زیادہ مواقع پر اسکی تشریح و توضیح ملیگی اور اس سے بھی زیادہ مقدمۂ تفسیر موسوم بہ " البصائر" میں بہ عنوان حقیقت ایمان و کفر تاہم ھمہ اتنک طبیعت اس طرف سے سیر نہیں ہوتی ہے روز بروز یہ مقام اپنی مزید وضاحت اور وسعت پر اطراف و مناھج کے ساتھہ نمایاں ہو رہا ہے شاید دامن بیان اس سے بھی کہیں زیادہ ڈھیلے ' جسقدر البیان میں سمیٹا جا چکا ہے - معہذا ارباب ذوق و صلاح کیلیے ایک اشارۂ حقیقت کافی ہے و اما الذین فی قلوبہم مرض تو انکے لیے حقائق و معارف کے ڈھیر کے ڈھیر بھی بیکار ھیں وہ تو ھمیشہ یہی کہینگے ماذا اراد اللہ بہذا مثلا ؟ و ما احسن و اصدق ما قال العرفی الشیرازی

ھزار معجزہ بنمود عشق و عقل جہول
ہنوز امت اندیشہ ھاسہ حربشلی ست !

زندگی (ہدایت) کے دائرے ہی سے خارج اور موت (کفر) کا ہم نشیں سمجھا جاتا ہے - یہاں تو اسکی نسبت جو کچھ کہا اور سمجھا جاتا ہے' اسکا نام ہی " ایمان " اور " ایقان " ہے - یعنی عدم شک اور یقین صرف و بحت : یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین وما لنا لا نؤمن باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین ! (مائدہ) امن ہو قانت آناء اللیل ساجداً و قائماً ' یحذر الآخرۃ و یرجو رحمۃ ربہ ' قل ہل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون (۱) ؟ انما یتذکر اولوا الالباب (زمر) غرضکہ جس کا حال یہ ہو کہ و ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اُن کا سا نہو کہ یجادلون فی آیات اللہ بغیر سلطان (مومن) اور بغیر علم و لا ہدی و لا کتاب منیر (حج) توکیا صرف وہی اکیلا نہیں ہے جسکی راہ دنیا کیلیے امن و سلامتی کی راہ ہے اور جسکے ساتھیوں کیلیے نہ تو کبھی شک کی بے چینی ہے اور نہ جہل و ظلمت کا ہراس : لا یمسنا فیہا نصب و لا یمسنا فیہا لغوب

(۱) " امن ہو قانت آناء اللیل ساجداً و راکعاً " کے بعد فرمایا : ہل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون ؟ تو اس سے معلوم ہوا کہ معرفت و ایمان داری اور عبادۃ و تبتل الی اللہ کی بنیاد علم اور دانستن ہے' کیونکہ اس سے بڑھکر جاننا اور پہچاننا کیا ہوگا کہ جب ساری خلقت رات کے بستر عافیت پر سو رہی ہو' تو ایک عارف حق کو کسی جانے پہچانے ہوے کا عشق بستر راحت سے اٹھاتا اور اپنے سامنے جھکاتا ہے ؟ وہ اسکی نظر رحمت کیلیے روتا ہے - اسکی ہیبت و جبروت سے کانپتا اور تھراتا ہے - اسکے بخشش کے بڑھے اور کھلے ہوے ہاتھوں (بل یداہ مبسوطتان) کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھکر بے اختیار طالب و سوال کا ہاتھ بڑھاتا اور بیقراریوں کی آوازوں میں پکارتا اور مانگتا ہے ؟ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا . انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کہ خوف الہی معرفت صفات کے بعد ہو سکتا ہے' اور معرفت علم ہے - پس جو صاحبان علم ہیں' وہی اس سے ڈرینگے بھی - غرضکہ قرآن حکیم کے نزدیک عبادت' علم و تعقل و ادراک ہے' اور عصیان و غفلت جہل و سفاہت و کوری - اور یہ موقعہ مزید تشریح کا نہیں -

حقیقت ہیں آنکھ کیلئے ریغ ہے ' نہ منزل شناس قدم کیلئے ٹھوکر
ما زاغ البصر و ما طغی لقد رای من آیات ربہ الکبری - اور حدیث
اس کہ " والذی نفسی بیدہ ' لقد عرضت علی الجنۃ و النار انفاً فی
عرض ھذا الحائط و انا اصلی " (بخاری) اورحدیث اسماء بنت ابی بکر
اور خطبۂ صلوۃ کسوف کہ " ما من شیء لم اره الا و قد رایتہ فی مقامی ھذا
حتی الجنۃ و النار و اوحی الی انکم تفتنون فی القبور " الخ رواہ البخاری
اور " ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی " رواہ الاربعۃ - اور ان سب سے
بھی بڑھکر یہ کہ " اتانی ربی فی احسن صورۃ (و فی روایۃ اتانی اللیلۃ
ربی) فقال فیم یختصم الملاء الاعلی فقلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی
حتی وجدت برد انا ملہ بین ثدیی و تجلی لی علم کل شیء " اخرجہ
جماعۃ منھم احمد و الترمذی و صححہ بلکہ جس حقیقت ہزار حجاب کا
ایک سچا یا کم از کم سچائی سے قریب تصور بھی ہم سے بن نہ آیا ' میں نہ
صرف اسکا سراغ ہی رکھتا ہوں ' بلکہ وہ تو میری دیکھی بھالی اور میرے
سامنے کی مشہود و منظور ہے " حتی وجدت برد انا ملہ بین ثدیی " !
اسکی انگلیوں سے چھونے کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کر رہا ہوں -
اسکے بعد اور کیا باقی رہگیا ؟ ثم دنی فتدلی ' فکان قاب قوسین او ادنی

خیالک فی عینی و حبک فی قلبی
و ذکرک فی فمی ' فاین تغیب ؟

ہم نے اپنی درماندگیوں سے عاجز آکر اسکا نام ہی ما فوق ادراک
اور غیب رکھدیا ہے حالانکہ یہاں تو اسکی مشہودیۃ کا یہ حال ہے
کہ اسکا ذکر ہی " شہادۃ " کے لفظ سے کیا جاتا ہے جسکے معنی حضور
و رویت کے ہیں شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو و الملائکۃ و اولو العلم
قائما بالقسط (عمران) ہم اسکی طلب و جستجو کو گمان و خیال اور
قیاس و ظن سے تعبیر کرتے ہو کہ اس سے آگے ہمارا قدم نہیں بڑھتا
ذلک ظن الذین کفروا حالانکہ یہاں ظن و گمان کا کیا ذکر - ظن کو تو یہاں

جسکی اُن ساري کوششوں اور طلب و جستجو کا جو حقیقت تک پہنچنے اور عقدۂ هستی کو حل کرنے کیلیے کرتا هے ' یہ حال هے کہ هر نیا مرحلہ ایک نئی گمرهی کا پیام اور هر منزل ایک نئے بعد و گم گشتگی کی مایوسی هوتي هے - جس نظریہ پر رکنا اور جس تہوری کو فاتم کار سمجھکر پوجتا هے ' جب اُس تک پہنچتا هے تو یقین کی جگہ وہ خود ایک نئے شک کی دعوۃ نکلتي هے ' اور جواب کی جگہ وہ خود ایک نیا سوال هوتی هے ' اور اسطرح اسکی ساري امیدیں اور ساري خوشیاں اُس پیاسے کی امید سے زیادہ نہیں ثابت هوتیں جو ریگستان افریقہ کو دجلۂ و فرات سمجھکر بے تحاشا دوڑ رہا هو: کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء ' حتی اذا جاءہ لم یجـــدہ شیئًا (نور) پس کیا کھوے هوؤں کو طلب دلائل و هدایت میں اپنے هی جیسے کھوے هوؤں کا دامن پکڑنا چاهیے ؟ ضعف الطالب و المطلوب (حج) اور لبئس المولی و لبئس العشیر (حج) یا پھر اسکا ساتھہ دینا اور بلا چوں و چرا سمع و الطاعۃ کا سر جھکا دینا چاهیے جسکی ساري پکار اور سارے پیاموں کی منادی هي یہ هے کہ میں ظلمت نہیں بلکہ سر تا سر نور هوں - میں تاریکی میں اِدهر اُدهر بھٹکنے والا قدم اور خود اپنے هاتھہ کو بھی نہ دیکھہ سکنے والی آنکھہ نہیں هوں ' بلکہ معرفت و شہادۃ کا اُجالا هوں ' نورانیت میں بے خوف لغزش و بے خطرۂ گمرهی دوڑنے والا قدم هوں ' اور دوپہر کی چمکیلی روشنی میں ایک ایک ذرہ تک کو دیکھہ لینے اور پا لینے والی بینائی هوں " السمحۃ الحنیفیۃ و الحجۃ البیضاء - لیلها کنهارها " یہاں ظلمات بعضها فوق بعض کا معاملہ نہیں هے ' بلکہ یمین و یسار ' بالا و پست ' اور بین یدیہ و خلفہ بجز نور اور نور علی نور کے اور کچھہ نہیں هے - وکان من دعائہ صلعم باللیل " اللهم اجعل فی قلبی نوراً ' و فی لسانی نوراً ' و اجعل فی سمعی نوراً ' و اجعل فی بصری نوراً ' و اجعل من خلفی نوراً ' و من امامی نوراً ' و اجعل لی من فوقی نوراً ' و من تحتی نوراً ' اللهم اعطنی نوراً " (مسلم) یہ میری

"انی اعلم" اور "انی علی بینۃ من ربی" اور "انی اشہد" بلکہ "رایت و سمعت" کا دعوا اور اعلان کررہا ہو' اور تمام نوع بشر کو یہ کہکر بلا رہا ہو ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ ! علی بصیرۃ انا و من اتبعنی ! اور تمام منکرین و جاحدین سے باربار مطالبہ کرتا ہو ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ؟ یعنی یہ علم و یقین اور خروج من الظلمات الجہل الی نور المعرفۃ و الحقیقۃ کی راہ ہے جس پر میں تم کو دعوۃ دے رہا ہوں پھر تمہارے پاس بھی کوئی "یقین" اور "علم و بصیرۃ" ہے جسکو دنیا کے آگے پیش کرسکتے ہو؟ ہل یستوی الاعمی و البصیر؟ اور و ہل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون ؟ ایک کہتا ہے میرے پاس شک ہے' اگر تم میری طرف آؤ تو تمکو شک سے معمور کردونگا دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھہ ہے بجز یقین اور برہان کے اور کچھہ نہیں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (حم سجدہ) اور بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم (عنکبوت) میں بصیرۃ ہوں دعوۃ علم ہوں پیام حجۃ و برہان ہوں - حقیقت جو ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتی' اسکی ایک ہی راہ ہوں - اقوم الطرق' اوسع السبل' صراط السوی ان ھذہ صراطی مستقیما فاتبعوہ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ پھر بتلاؤ' دنیا کو جو طمانیۃ و قرار قلب کی بھوکی پیاسی اور شک و اضطراب نفس کے زخموں سے جاں بلب ہے' کس کا ساتھہ دینا چاہیے ؟ اسکا جو خود شک و ریب کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کہا رہا ہے ایک تاریکی سے نکلنے کے لیے دوسری تاریکی میں ڈوبتا ہے' اور تاریکیوں کا یہ حال ہے کہ خود اپنا ہاتھہ بھی سوجھائی نہیں دیتا ایک گتھی سلجھانا چاہتا ہے تو بیس نئے الجھاؤ رستۂ ادراک میں پڑجاتے ہیں کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض ! اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور؟ (نور) اور

و القواطع - اور اسی لیے دعوۂ خاتم الادیان و مکمل الشرائع کی نسبت اکثر خطبات نبویہ میں یہ اعلان عام پاتے ہو کہ اُسکا ظہور کرۂ ارضی کے کمال جہل و فقدان علم کے وقتوں میں ہوا - یعنی اسلیے ہوا تاکہ علم و نور سے دنیا کو بھرپور کردے' اور علم و نور نہیں ہے مگر یقین اور زوال شک و ریب - علی الخصوص اولین خطبۂ جمعہ بالمدینہ میں فرمایا :

" ارسله بالهدی و النور و الموعظة' علی فترة من الرسل' وقلة من العلم' و ضلالة من الناس" الخ اخرجه الحاکم علی شرط الصحیحین و الطبری فی تاریخه - پس ظاہر ہے کہ جن نام نہاد علوم کا ماحصل خود ظلمت ظن و شک اور کوری وہم و رائے سے زیادہ نہیں' وہ مریضان یقین و اعتقاد کیلیے کیونکر نسخۂ شفا ہوسکتے ہیں ؟ اور جو خود سرگشتۂ راہ اور واماندۂ کار ہے' وہ دوسرے گم کردہ راہوں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے ؟

جو ہر طینت آدم زخمیر دگرست
تو توقع زگل کوزہ گران می داری

بل هم فی شک منها' بل هم منها عمون (نمل) مرض کا ازالہ دوا سے ہو سکتا ہے نہ کہ خود تولید مرض سے - اگر دنیا کا اصلی مرض "یقین" اور "بصیرة" سے محرومی ہے اور شک و گمان کی ہلاکت' تو اُسکا علاج وہ کیونکر کرسکتے ہیں' جنکا خود اعلان یہ ہے کہ ہمارا منتہاء فکر و ادراک اس سے زیادہ نہیں کہ "لا ادری و لا اعلم" ہم نہیں جانتے اور نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہے اور کس لیے ہے ؟ یعنی بحکم وشهدوا علی انفسهم وہ خود اپنے منتہاء معرفہ کو جہل سے زیادہ نہیں بتلاتے' ان نظن الا ظناً و ما نحن بمستیقنین

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد !

اسکا علاج اور نسخۂ شفاء لما فی الصدور تو صرف اُسی اعلم الحقائق و اعرف الاعداد کے دارالشفاء وحی میں مل سکتا ہے جو شک کی جگہ یقین کا' ظلمت کی جگہ نور کا' عدم علم کی جگہ علم و بصیرة کا' ظن و قیاس و تخمین کی جگہ بینۂ و حجۃ کا' برهان و فرقان کا' اور تبیاناً لکل شی اور تفصیلاً لکل شئی کا' شرح صدر' "لا ادری" اور "لا اعلم" کی جگہ

(محمد) اور ما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن و ان الظن لا يغني من الحق شيئاً (النجم) اور قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (آخر يوسف) اور بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه و لما يأتهم تاويله (يونس) ما تعبدون من دونه إلا اسماء سميتموها انتم و آباؤكم ما انزل الله بها من سلطان ان الحكم الا لله (يوسف) و غير ذلك من الآيات

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

اذا سلم سلم ثلاثا و اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا " (بخاري) اور اسي لئے شريعت نے بهي اسے تمام اعمال ميں مرتبۂ ثالث تک بلوغ عمل و اراده کو ضروري اور بمعنی تکميل قرار ديا ہے اور ہر طرح کی تقسيم و تکرار عمل و تجزيه ميں تين تک ہو جانا کمال ٹہرا - اور اسي لئے تمام عقائد و اعمال و اعمال کی تکميل و حصول کے تين ہی عنصر ہوئے - نيت قول - عمل بالجوارح ايمان بهی معلوم ہے که اعتقاد ' قول ' عمل کا نام ہے' اور عبادت بهی انهي تين عناصر سے مرکب ہوئي - نيت و خشوع و خضوع تلاوة و قراة - قيام و رکوع و سجود معلوم ہوتا ہے که يه جو دنيا کی اکثر بت پرست اقوام قديمه ميں تثليث کے عقيده نے نشو نما پايا مثلاً هندوستان ' يونان ' اور مصر و غيره ميں اور افلاطون نے بهي ايک طرح اقانيم ثلاثه کا اقرار کيا ' اور اسي سے عيسائيوں کے يہاں تثليث کي ضلالت پهيلي' تو غالبا اسکي بنياد اول اول يوں پڑي ہوگی که کارخانۂ حيات ميں ہرجگه تين عنصروں اور تين مرتبوں کے ظهور کو ديکهکر تثليث إله کے دهوکے ميں پڑ گئے ' اور اصل قانون خلقت و حيات و انواع اور جمع کاروبار هستي کے ايک اور يکساں ہونے کي حقيقت ' اور اس سے قانون وحدت خلقت و خالق تک پهنچنے ' اور ساري کتاب قدرت کے ايک ہی خط ميں مکتوب ہونے کي وجه سے قلم و کاتب کے بهی ايک ہونے تک انکی رسائي نه ہوئي اگر ہوتي تو پکار اٹهتے ما ترى في خلق الرحمن من تفاوت ' فارجع البصر' هل ترى من فطور؟ ثم ارجع البصر کرتين ينقلب اليک البصر خاسئا و هو حسير (ملک) قال ابن عباس (رض) " تفاوت " اي الاختلاف (اخرجه البخاري في التفسير)

ثاني عطفه ليضل عن سبيل الله (حج) اور هل عند كم من علم فتخرجوه لنا ؟ اور افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله و اتبعوا اهوائهم ؟

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

صحت و تندرستی نفس کا مقام ہے ، مگر اس میں شبہہ نہیں کہ اسکا ابتدائی مقام بوجہ قرب اسفل ، بیماری کی حالت میں داخل ہے اگرچہ بہر حال ہلاکت سے محفوظ - یہ حال ہر درمیانی درجہ کا ہوا کرتا ہے - اسکا ایک سرا اگر مافوق سے متصل ہوتا ہے تو دوسرا ماتحت سے - اور اسی بنا پر قرآن نے بلحاظ سعادت و شقاوت عمل بھی تین ہی قسمیں کی ہیں - ایمان - کفر - نفاق - کیونکہ حالتیں بھی صرف تین ہی ہیں - چوتھی کوئی نہیں - زندگی - بیماری - موت - اور اسی لیے مقام بھی تین ہوے - دار المقام جنت - اعراف - سعیر و جہنم - اور یہ معلوم رہے کہ یہاں نفاق سے مراد صرف نفاق اعتقادی ہی نہیں ہے بلکہ عملی بھی ، کیونکہ جسطرح ایمان و اسلام اعتقاداً و عملاً دونو طرح ہے - الایمان بضع و ستون شعبة الخ وکذالک الکفر ، ولهذا قالوا کفر دون کفر - اسی طرح نفاق کی بھی دو قسمیں ہیں - اعتقادی اور عملی - مدینه کے منافق جو قریش و یہود سے سازباز رکھتے تھے ، فنا ہوگئے ، مگر نفاق اور منافقین کا وجود بدستور باقی ہے جسطرح کفر اور ایمان کا - اور باقی رہیگا - " اربع من کن فيه كان منافقا خالصاً و من كانت فيه خصلة منهن ، كانت فيه خصلة من النفاق " (بخاری) " ولوصلی وصام وزعم انه مسلم " یه ساری باتیں جو اس صفحه میں لکھی گئیں ، محض ارقلیل اشارات ہیں - ورنه

گر نویسم شرح آں بیحد شود * مثنوی هفتاد من کاغذ شود

تفسیر البیان ان تمام مباحث کا مجمع ہے - اور حقیقت ایمان و کفر و نفاق پر ایک مستقل رساله اتمام کو پہنچ چکا ہے - اور یه جو کہا که قسمیں تین ہیں ، تو تمام تقسیمات قرآنیه اسی پر مبنی ہیں ، اور جس پہلو سے اور جس گوشے میں دیکھوگے ، معلوم ہوگا که تین قسموں اور درجوں سے کوئی معامله اور سلسله خالی نہیں - اگر نظر دقت و تفکر سے کائنات ہستی کا مطالعه کروگے تو معلوم ہوگا که قانون الہی عالم ہستی میں کچھ ایسا ہی واقع ہوا ہے - ہر نوع اور ہر حالت کے لیے تین کا عدد جامع افراد اور مکمل و متمم کار ہے - یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے اکثر اعمال بلا قصد خود بخود تین مرتبه ضرور انجام پاتے تھے - " وكان اذا يدعو يدعو ثلاثا - و كان

بالریب ہے مالہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون اور بل ہم فی شک یلعبون
اور و من الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و لا ہدی و لا کتاب منیر

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۲]

" الیقین الایمان کلہ " و قال ابن عمر " لایبلغ العبد حقیقۃ التقوی حتی یدع ما حاک فی الصدر" اور حضرۃ ابن عمر نے جو فرمایا کہ " یدع ما حاک فی الصدر" تو یہ بھی تو ایمان کی حد ہے جسکی نسبت اول لدنی صلعم اوپر گذرچکا کہ " ما حاک فی النفس و تردد فی الصدر" فی الجملہ نفس مطمئنہ کے اس مقام پر پہونچکر السالک کے لیے دنیا و آخرۃ دونوں میں بہرجنت و نعائم جلت اور روح و ریحان و جناۃ النعیم کے عیش و سرور ہے ' غم کی ایک خلش اور اضطراب کی ایک جنبش بھی نہیں ہوسکتی تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - نحن اولیائکم فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم و لکم فیہا ما تدعون رہی دنیا کی زندگی جو ہزاروں لاکھوں دلوں کیلیے جہنمی سوزشوں اور دوزخی کے جلنوں اور درد و کرب دائمی کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے ' صاحب نفس مطمئنہ کیلیے باغ و بہار بہشت اور نعمت و سرور دارالنعام و سلام بن جاتی ہے ولمن خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو اللہ سے ڈرا اور اپنے نفس کو بدراہوں اور بد خیالوں سے روکا تو اسکا مقام دارالجنات جلت ہے ' اور جنت با نعیم و سرور و قرہ اعین ' اور اسکے لیے ایک نہیں دو دو جنتیں ہیں - اور سبحان اللہ امام ابن تیمیہ کی حقیقت فرمائی اور ومرشدانہ کی کہ ہمیشہ کہا کرتے کما نقل عنہ الحافظ ابن قیم " ان فی الدنیا جنۃ ' من لم یدخلہا ' لم یدخل الجنۃ الاخرۃ " دنیا میں بھی ایک جنت ہے سو جو اس دنیا کی جنت میں داخل نہوا ' وہ آخرت کی جنت میں بھی کبھی داخل نہوگا ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الاخرۃ اعمی شک وظلمت اور یقین و طمانیت کی محرومی ہی سبب سے اصلی جہنمی زندگی ہے اور جنات بہشتی یقین و بصائر ہی کا دوسرا نام ہے واللہ یدعوا الی الجنۃ و یدعوا الی دار السلام ا مرشد قرآن حکیم نے نفس انسانی کی امراض نفس ہی تسمیل کی ہیں نفس امارہ ' ا ا ہ ' مطمئنہ لوامہ ا آخر کو توجہ قریب رانتحل طمانیہ '

علاوہ جو کچھہ ھے " یقین ' برہان ' بصیرۃ " اور " فرقان " نہیں ھے ' شک و ظن ھے - عدم علم و بصیرۃ ھے - یا تخمین و راے اور تلعب و تخرص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۲)

ھوا - اور گناہ وہ ھے کہ اطمنان کی جگہہ تمہارے اندر چبھن اور خلش پیدا کرے ' اور دلکو اُسپر جماؤ اور قرار نہو - اگر سبکڑوں آدمی فتوی دیدیں کہ فلاں بات اچھی ھے لیکن خود تمہارے اندر اسپر اطمینان اور جمعیۃ خاطر نہو تو سمجھہ جاؤ کہ اسمیں کوئی کھوٹ ضرور ھے - انتہی - البتہ یہ یاد رھے کہ اس حدیث میں " قلب " کا جو لفظ آیا ھے ' تو اس سے مقصود " قلب سلیم " ھے - نہ کہ سقیم و مریض - کیونکہ ذائقہ کے باب میں تندرست آدمی کا ذائقہ معتبر ھوگا - نہ کہ بیمار کا - رات بھر کے تپ صفراوی نے جسکی زبانکے ذوق اصلی پر قبضہ کرلیا ھے ' وہ تو شہد کو بھی چکھہ کر منہہ بنا لیگا کہ کڑوا ھے - اسکا ذوق ' معیار حلاوت و تلخی نہیں ھوسکتا - اور پھر یہی معنی ھیں بعض عرفاء کے اس قول کے کہ طالب کی کامیابی کی پہچان یہ نہیں ھے کہ غفلت سے بالکل محفوظ ھو جاے - بلکہ یہ کہ غفلت پر احساس حسرت و غم اور ذکر و عمل پر وفور مسرت و شادمانی کا معاملہ مضبوط ھو جاے - تیسری قسم سعادت قلبی اور ارتقاء معنوی کا آخری ثمرتہ ھے - اور اسکو قرآن حکیم نے " نفس مطمئنہ " سے تعبیر فرمایا ھے : " یا ایتہا النفس المطمئنۃ ! ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی علم و یقین (و باصطلاح قرآن ایمان) کی وہ حالت جب فطرۃ اصلیہ ساری پیدا کی ھوئی بیماریوں اور مکتسبۃ و خارجیہ علتوں سے نجات پا جاے ' اور قلب کا آئینۂ فطرۃ ھر طرح کے رنگوں اور کدورتوں سے پاک و صاف ھوکر اپنی اصلی چمک اور درخشندگی حاصل کرلے - غرضکہ قلب " سلیم " ھو جاے کہ نجات کامل اور سعادت دارین کا مستحق بجز اسکے اور کوئی نہیں - مطلوب و مقصود اصلی صرف وھی ھے : یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم - سو یہ حالت اطمینان و سکون کامل اور یقین و راحت تامہ کی وہ بے میل اور بے داغ حالت ھے جس میں شک کا ایک ذرا سا دھبہ اور اضطراب و تذبذب کا ایک رائی برابر بھی داغ نہیں ھوتا - اسی لیے آنحضرۃ صلعم نے خطبۂ غزوۂ تبوک میں فرمایا " و خیر ما وقر فی القلوب الیقین و الارتیاب من الکفر " - اور قول حضرۃ ابن مسعود کہ

مرض کے لحاظ علت و ظہور ہر حال میں صرف یہی ہوا کہ شک و ظلمت
اور اس عالم میں وحی الٰہی اور حکمۃ نبوۃ اور انسے ماخوذ و مکتسب کے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۲]

ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور اسکا بعد مسخ و انقلاب بہنچ جاتا ' حتی
کہ احساس و تمیز تک کا باقی نہ رہنا نہ حالت ہوجاے کہ روشنی اور تاریکی
سنگہیا اور مردہ ' دونوں کو ایک سمجھنے لگے نہ اچھائی پر خوشی ہو
نہ برائی پر غم سو قرآن حکیم نے اسکو " نفس امارہ " سے تعبیر کیا ہے
ان النفس لامارۃ بالسوء اور یا وہ اس ظلمت کدہ سے قدم باہر نکلتا ہے -
نور فطرۃ کی بجھتی ہوئی روشنی ٹمٹمانے لگتی ہے حتی کہ احساس و امتیاز
خفتہ جاگ اٹھتا ہے ' اور روشنی کی ضیا اور تاریکی سے بیزاری محسوس
ہونے لگتی ہے - برائی سے بچنے اور دونوں میں نہ الجھنے کی طاقت تو
نہیں ہوتی ' لیکن فطرۃ اصلیہ کا سروش غیبی اپنا کام شروع کردیتا ہے - اسکی
صدائیں برابر سنائی دینے لگتی ہیں اچھائی اور نیکی سے وہ خوش ہوتا ہے
اور تحسین کرتا ہے ' اور بدی و بے راہی پر عمگیں ہوتا اور ملامت کرنے
لگتا ہے - یہ " نفس لوامہ " کی تندرستی و حصول کا مرتبہ ہے اور اسی لیے
قرآن حکیم نے اسے طرز مخصوص میں اسکی اندرونی شہادت پر انسان کو
توجہ دلائی ہے جو قانون مجازات و مکافات کی تصدیق کریں اور نتائج و
ثمرات عمل و نفوس عمل حسن و سوٓ کا نقش دلاتی ہے کیونکہ اگر ایسا
نہیں ہے تو ایک کام پر خوشی و سرور کا احساس کیوں ہو ' اور دوسرے کام پر
ملامت و احساس ندامت و خوف کیوں ؟ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم
بالنفس اللوامۃ یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف حدیث ابن معبد
عند احمد والدارمی میں اشارہ فرمایا ' اور جو حقیقت خیر و شر و فطرۃ انسانیۃ
اصلیہ کے باب میں چند لفظوں کے اندر ایک صحیفۂ علم اور ایک دیوان
درس حقیقت ہے ' اور اسی لیے طالب العرفان بحث و استدلال نظر کہ " البرما
اطمانت علیہ النفس ' واطمان الیہ القلب ' والاثم ما حاک فی النفس
و تردد فی الصدر ' وان افتاک الناس وافتوک " یعنی فرمایا - کہا
نیکی اور اچھائی کی حقیقت اور پہچان پوچھتے ہو ؟ سو پہچان اسکی یہ ہے کہ
" استفت قلبک " اپنے صدر سے فتوی طلب کرو - نیکی وہ کام ہے جس
پر نفس کو اطمینان اور خوشحالی ہوئی اور دل کے لئے آسودگی قرار اور اتکا

ھي کہا جاسکتا ہے ، وہ سب کچھ ان تین لفظوں میں جمع کردیا گیا اور
تلادا گیا - ولکن لا یعقلها الا العالمون - وقدس الله روح القائل وهو حجة
الاسلام ابن قیم اذ یقول فی النونیة الکریمة :

العلم قال الله قال رسوله ۔ قال الصحابة هم اولوالعرفان
ماالعلم نصبک للخلاف سفاهة ۔ بین الرسول وبین رأي فلان
کلا ولا عزل النصوص وانها ۔ لیست تفید حقائق الایمان
ان لا تفیدکم یقیناً لا ، ولا ۔ علماً ، فقد عزلت عن الایقان
والعلم عندکم ینال بغیرها ۔ بزبالة الافکار والاذهان
سمیتموه قواطعاً عقلیة ۔ تفي الظواهر حاملات معان
کلا ، ولا احصاء آراء الرجا ۔ ل وضبطها بالحصر والحسبان
کلا ولاالتاویل والتبدیل والتحریف للوحیین بالبهتان
کلا ولا الاشکال والتشکیک والوقف الذي ما فیه من عرفان
هذی علومکم التي من اجلها ۔ عادیتمونا یا اولی العرفان !

وقال شیخ الاکبر ، من جملة ابیات افتتح بها الباب الثامن وثلاث مائة
من الفتوحات :

کل علم تشهد الشرع له ۔ فهو علم نبه فلنعتصم
فاذا خالفه العقل فقل ۔ طورک الزم ما لکم فیه قدم

اور سبب اسکا ظاہر ہے - قلب و روح کی جتنی بیماریاں بھی
ہیں ، اصل مبدء انکا دو قسموں سے باہر نہیں - ایک قسم مرض کا
نام الحاد و انکار ہے - دوسری کا توھم و سوفسطائیة - باقی تمام بیماریاں
اسي کے اتباع و عوارض و فروع ہیں - اور دونوں قسموں میں
ظہور مرض کے علائم و آثار و عواقب مشترک ہیں - یعنی دونوں کا
نتیجہ شک و جہل و اضطراب ، اور فطرۃ کي طمانیة اور سرور و راحت قلبی کا
ازالہ - یعنی باصطلاح قرآن حکیم " نفس مطمئنه " (۱) کا فقدان - پس

(۱) انسان کی نفسي و قلبي حالت بلحاظ سعادت و شقاوت تین
قسموں سے باہر نہیں - یا تو نور فطرۃ کی محجوبیہ و مظلمیة بمصداق کلا بل ،

معرفت و امتیاز ہوا' مگر بعکم "علیکم بسنتي و سنة خلفاء الراشدین" اور وآخرین منهم لما یلحقوا بهم اور فاولٰئک مع الذین انعم الله علیهم الخ اور "ما انا علیه و اصحابي" معنا و حکما جزو و کل ' اصل و فرع ' مصدر و مشتق' یا شمس و کواکب کا سا معاملہ واقع ہوا ہے - روشني صرف ایک ہي ہے اور ایک هي کي ہے' اگرچہ چاند سے بھي ملجا لے اور چمکیلے ستاروں سے بھي

بحر یست متحد که باشکال مختلف
باراں و قطرہ و صدف وگوہر آمدہ
مشتق چولیک درنگري عین مصدرست
کیں در صفات ظاہر خود مضمر آمدہ

و یقرب من هذا ما قیل بالعربیة

و ما البحر الا الموج لا شي غیرہ
وان فرقته کثرة المتعدد !

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھي نہیں ' تو پھر جو کچھہ ہے ' نہ تو علم ہے اور نہ ہدی ' بلکہ خود جہل ہے اور مرض اگرچہ افسوس کہ اس دنیا میں زیادہ حصہ انہي مریضوں کا بستا ہے جنہوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب شفا سمجھا ہے' اور سم قاتل سے امید حیات رکھي ہے ! اور پھر یاد رہے کہ یہي معني هیں سلف کے اس قول کے کہ علم نہیں ہے مگر وہ جس میں حدثنا اور اخبرنا ہو اسکے سوا جو کچھہ ہے وساوس و ضلالۃ سے زیادہ نہیں - کما قال الشافعي رضي الله عنه

کل العلوم سوي القران مشغلة	الا الحدیث و الا الفقه في الدین
العلم ما کان فیه قال حدثنا	وما سوا ذاک وسواس الشیاطین

اور یہي معنی هیں اس قول نبوي صلعم کے کہ علم صرف تین هیں - ماسوا انکے جو کچھہ ہے فضل ہے آیة محکمة ' سنة قائمة ' فریضة عادلة اور یہ بھي منجملہ جوامع الکلم نبوت کے ہے کہ اس دنیا میں علم کي حقیقت اور اسکے حدود و مقصد و مراتب و انواع کي نسبت جو کچھہ

اس واقعہ کو معمولی سی بات سمجھکر معرضانہ آگے بڑھالیگا - لیکن صاحب نظر و بصیرۃ اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کرلے سکتا ہے -

انہوں نے ایک ایسے صاحب علم مگر مریض شک و اضطراب کو جو مدعیان علم و حکمت کی دانش فروشوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کرچکا تھا' یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑکر صرف حیات طیبۂ نبوت کے مطالعۂ و تفکر میں لگ جاؤ - اور گویا اسطرح بتلا دیا کہ علم و بصیرۃ کا اصلی سر چشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج مقام رسالت ہے' جسکو قرآن حکیم نے " الحکمۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے : و من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً - کیونکہ دنیا میں " حکمت صادقہ " کا اس " حکمت " سے الگ کوئی وجود ہی نہیں - " حکمت " یا تو خود منہاج و سنۃ نبوۃ ہے' یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اُس سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو - یہی " خیر کثیر " مبدء' جمیع خیرات و برکات ارض و نوع ہے' اور صرف اِسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہوسکتی ہیں - خواہ شکوک و ارتیاب کی بیماری ہو' خواہ اوہام و انکار کی - خواہ ادعاء ادریۃ کا ہیجان ہو' خواہ حیرانی و سرگردانی لا ادریۃ کا خمار :

رہر مرض کہ بنالد کسے ' شراب دہید !

کوئی بیماری ہو' دوا صرف ایک ہی ہے :

یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا !

باقی یا تو اسماء مختلفہ ہیں اور مسمی وہی ایک ہے - مثلاً " سنۃ و سیرۃ " کی جگہ " قرآن و کتاب " کا لفظ بولدیا جاے کہ نام دو ہوگئے مگر حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں - یعنی بات وہی ایک رہی - دلالۃ و تسمیہ میں تعدد ہوا - مدلول و مسمی میں نہیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد !

یا پھر اُسی نسخہ کے اجزاء و توابع جیسے آثار و سیرۃ صحابۂ و سلف امت ' اور معارف و بصائر ماخوذہ و مکتسبۂ کتاب و سنۃ کہ گو اشکال و اسماء میں

بقاء ذکر عظیم الشان بابل کے آباد کرنے والوں اور مصر کے سر بفلک مناروں کے بنانے والوں کو بھی نصیب نہ ہوا (حالانکہ شاید اسی غرض سے جبل معظم کی چٹانیں کاٹ کر چار سو ساٹھ گز کی بلندی تک پہنچادیں) وہ اصحاب کہف کے ایک بے زبان کتے کو اُس عبر مانی کتاب کی لوح محفوظ میں حاصل ہے، جسکی دائمی حفاظت کی ضمانت میں خود اللہ نے اپنی ذمہ داری پیش کی ہے وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید ! و للہ درما قال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما !

شیخ واسطی نے امام موصوف کے جو اشارات متکلمین و ارباب تاویل کے باب میں نقل کیے ہیں، انکو زیادہ تفصیل کے ساتھ انہوں نے اپنے مشہور مقالہ عقیدۃ الحمویہ میں لکھا ہے۔ یہ وہی تحریر ہے، جسکی بنا پر سب سے پہلے امام موصوف کے خلاف علماء سوء نے فتنہ اٹھایا، اور ربیع الاول سنہ ۶۹۸ میں مبتلائے محن و آلام ہوے۔ یہ رسالہ مصر میں دو بار چھپ چکا ہے۔ علامۂ سفارینی نے کہ گیارہویں صدی کے کبار اصحاب اثر و اعاظم حماۃ طریق سلف میں سے ہیں، ایک ضخیم مجلد میں اسکی شرح بھی لکھی ہے، اور آں طالبان حق و جویاں حقیقت کیلیے جنکے امراض قلب و اعتقاد کو علامۂ نسفی و تفتازانی و دوانی (رحمہم اللہ) کے معاجانوں نے اور زیادہ مزمن و شدید کرکے چھوڑ دیا ہو، اکسیر اعظم و تریاق مجرب و شفاء لما فی الصدور کا حکم رکھتی ہے۔ فیہ ماتشتہیہ الانفس و تلذ الاعین

سر خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید ؟

فصل

بہر حال اس واقعہ میں ذیل امور قابل غور و توجہ ہیں، جو امام موصوف کی مظلومیت کے سلسلہ میں عبرت انگیز ہیں ۔ ایک سرسری نظر رکھنے والا بھی

هوے بے اختیار اس کام کی طرف دل مائل ہو رہا ہے - اگر تفسیر کے سلسلے سے ذرا بھی مہلت نکلی اور حضرۃ شاہ ولی اللہ کی سیرۃ کی تکمیل سے فراغت ہوئی تو انشاء اللہ سیرۃ ابن تیمیہ و اصحابہ کی ترتیب پر متوجہ ہونگا - باقی رہا اصل مبحث تو الحمد للہ تفسیر البیان میں بہ تحت سورۂ بقرہ نہایت شرح و بسط سے لکھا جاچکا ہے' اور جستہ جستہ دیگر مقامات تفسیر میں بھی اسکی تحقیق و توضیح ہوچکی ہے' اور چونکہ مسئلہ کی اہمیت طالب انفراد بحث و استقلال نظر تھی' اسلیے گذشتہ سال ایک مستقل رسالہ " اتحاف الخلف بطریقۃ السلف " کے نام سے بھی انجام کو پہنچا - انشاء اللہ اس باب میں کافی و شافی ہوگا - اس موضوع پر بعض دیگر تالیفات بھی پیش نظر ہیں - لیکن ابھی یہی کس کو معلوم ہے کہ یہ تمام اوراق پریشان جن کو بلا فکر مآل و مستقبل لکھتا جاتا ہوں' اور (بقول ابن رشد) اس شخص کیطرح جو اپنے آتش زدہ مکان کا سامان جلد جلد کھڑکی سے باہر پھینک رہا ہو' باوجود ہجوم نوازل' و انبوہ زلازل' و احاطۂ حوادث' و تشتت بال' و بے سر و سامانی حال' جسقدر بھی فراغ خاطر ساتھہ دیتا ہے' صحبت قرطاس و قلم و تسوید واردات و افکار میں کمی نہیں کرتا' کبھی جمعیت و ترتیب اور صورت انطباع و اشاعت بھی نصیب ہوگی یا نہیں ؟ البتہ مزدور کا کام محنت ہے' اور چاکر کا چاکری - بعد کی فکر نہ ہمکو کرنی چاہیے' اور نہ کرنے سے کچھہ حاصل :

که خواجه خود روش بنده پروری داند !

واللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثی و علیہ فلیتوکل المتوکلون !

یہ سب کچھہ جو ہو رہا ہے' اگر ایک ذرۂ اخلاص و صداقت بھی رکھتا ہے' تو پھر نہ خوف زیاں ہے اور نہ خدشۂ ضیاع' اور انشاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کا معاملہ ارباب عمل کیلیے ہر وادی اور ہر گوشۂ کار میں کار فرما - شاہان عالم کے بنائے ہوے محل مٹ گئے اور قوموں کے آباد کیے ہوے شہر ویراں ہوگئے - کان لم یغنوا فیہا - لیکن اصحاب اخلاص کا ایک کلمۂ حق اور ایک نقش صدق بھی لوح عالم سے محو نہ ہوسکا - حتی کہ جو

نوبیه من یشاء اور اسیلیے گو انکا ظہور دور متاخرین میں ہوا' لیکن نہ لحاظ مرتبہ و معلومۃ کے داخل صفوف اوائل و اسلاف أمۃ و مصداق صحیح و آخرون منھم لما یلحقوا بہم - اور پھر اسي لیے سلسلۂ اصلاح و تجدید أمۃ میں انکي دعوۃ خلف کیلیے واسطۃ العقد کا بررجہ رابع ہوئي جو خلف کو سلف سے جوڑتي اور اواخر پر اوائل کے فیضان و برکات کا دروازہ کھولتي ہے - اور یہي بات ہے کہ عہد آخر کے تمام معاملات و کاروبار تجدید و دعوۃ کي فاتحۃ و مقدمۃ الہي کے سپرد ہوئي - و ما احسن ما قال الشیخ بدر الدین بن عز المعیلي في رسالہ - رحمۃ اللہ علیہما

فلئن تاخر من القرون لناس
فلقد تقدم في العلوم امام!

بہر حال اصحاب تاویل و راے اور متکلمین و اتباع فلاسفہ کي بے حاصلي و نا مرادي' اور سلف أمۃ و اصحاب تفویض کے مذہب حق و طریق حکمت اور عقلیات صادقۃ و کاملہ کے اثبات و نصرۃ میں امام ابن تیمیہ کے مباحث و مقالات اور براہین و قواطع کا عالم ہي دوسرا ہے' اور افسوس اُمت کي محرومي و واماندگي پرکہ صدیوں سے یہ خزائن معارف و کنوز حقائق موجود ہیں' مگر کوئي انکا شناسا و عارف پیدا نہوا - بلکہ ہمیشہ غفلت و جہل اور تعصب و جمود کي تاریکیوں میں مدفون و مجہول رکھا گیا و ھذا اصبت اول قارورۃ کسرت في الاسلام وکم من نوبۃ قد رمو الحق و العلم عن قوس واحدۃ! علی الخصوص آجکل مسلمانوں میں جس فتنۂ عقائد نے سر اٹھایا ہے' اور اکثر بل قالوا مثل ما قال الاولون وہ تمام فتنے اکٹھے ہوکر نکلنے آے ہیں جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوے تھے' اسکے لحاظ سے تو آج معارف ابن تیمیہ سے بڑھکر اور کوئي حجر مطلوب و مقصود وقت نہیں - البتہ ضرورت تھی کہ اس میں اضافۂ مطالب' و تفصیل اجمال و توضیح اشارات' و ضبط و تالیف اصلات و انتشار کي ہے - اور اسکا بہترین محمل و موقعہ امام ابن تیمیہ اور انکے اصحاب و تلامذہ کي سیرۃ و سوانحات عمریہ میں مل سکتا ہے - اس چیز کا خیال عرصہ سے تھا لیکن ان سطور کو لکھتے

گئي ہے اور لکھا ہے کہ گو ماخذ اسکا تہذیب ابن ہشام ہے لیکن حسن تبویب و اضافۂ فوائد کے لحاظ سے مستحق ترجیح ہے -

شیخ عماد الدین واسطي (رح) نے امام موصوف کي جس صحبت کا ذکر کیا ہے تو یہ مبحث منجملہ اُن اہم ترین مباحث شریعۃ اور دقیق ترین مقامات معارف کتاب و سنۃ کے ہے ' جنکي کشف و تحقیق اور بحث و تنقیب امام ابن تیمیہ کے مخصوص معارف میں سے ہے - بلکہ انکے منصب تجدید و امامۃ في الدین کا اصلي جوہر اور انکے تمام علوم و مقالات کا روح الروح اور صفوۃ المقال یہی مقام ہے - حقیقت اگرچہ سلف کے یہاں حالاً و عملاً بحد کمال موجود تھي ' لیکن قولاً و علماً اسکو منتہا درجۂ بحث و تحقیق و وضوح تک پہنچا دینا اور بطریق جوامع و کلیات و قواعد و مقالید اسکا اثبات کرنا اور اسطرح منقح و صاف کردینا کہ لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً کا جملہ اُسپر صادق آے ' تو یہ فضل مخصوص صرف اِمام موصوف اور اُنکے اصحاب و تلامذہ هي کے حصہ میں آیا - اسی لیے امام ذہبی نے کہا " و لقد نصر السنۃ المحضۃ و الطریقۃ السلفیۃ و احتج لہا ببراهین و مقدمات و امور لم یسبق الیہا ' و اطلق عبارات احجم عنہا الاولون و الآخرون " اور اسی لیے انکا مرتبۂ تجدید اور مائتیۃ تمام مجددین و مائتین اعصار اواخر میں سب سے بالا تر و ارفع واقع ہوا - کیونکہ اکثر مجددین اُمۃ کي تجدید و دعوۃ متعلق اعمال و فروع کے ہے ' لیکن امام موصوف کي تجدید براہ راست علوم و عقائد و اصول و اساسات شریعۃ سے متعلق ہوئي - پس جو نسبت اصل اور فرع میں ہے ' وهي نسبت اُنکے مرتبۂ تجدید اور دیگر مجددین اُمۃ کے مراتب میں سمجھني چاهیے - اور پھر بسبب اکتساب فیضان نسبت جامعیۃ محمدي ' علم و عمل کي اور تمام شاخوں اور راہوں کا بھی اُنکے مقام دعوۃ و تجدید نے احاطہ کیا ' اور اسطرح " آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داري " کا معاملہ ہی واقع ہوا - ذالک فضل اللہ

لوگوں نے اپنی محرومی و محجوبیت اورکوری و مجہولیت پر خود یہ کچھہ شہادتیں دی ہیں ' بھلا انکی پیروی سے کب باب معرفت تک رسائی ہو سکتی ہے ؟ ملت و ما احسن القول الشاعر العارف

لی لعل گراں بہا ز کان دگرست — واں در یگانہ را نشانے دگرست

اندیشۂ این و آں خیال من و تست — افسانۂ عشق را بیانے دگرست

پس حقیقت وہی ہے جسکو وحی الہی اور حاملین منصب نبوۃ علی الخصوص آخرہم و اعظمہم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب و اتباع نے دنیا کے آگے پیش کیا ' اور شک و ظن کی ظلمت و محجوبیت کی جگہ علوم سماویہ و نبویہ کی یقینیات و براہین کا دروازہ نوع انسانی پر کھولدیا ' اور جسکے علم و عمل کا نمونہ سلف صالح و اوائل امۃ مرحومۃ من السابقین الاولین من المہاجرین و الانصار' و الذین اتبعوہم باحسان من ورثۃ الانبیاء و خلفاء الرسل و ائمۃ الہدی ' رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ نے اخلاف و آخر امت کو ہمیشہ کیلیے دکھلا دیا اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون شیخ موصوف کہتے ہیں کہ اس ایک ہی صحبت میں سارے پردے شکوک و اضطراب کے اٹھہ گئے ' اور میرے دل نے حلاوۃ ایمان و طمانیۃ کی لذت پالی - میرا دل بے اختیار پکار اٹھا کہ جس نور حقیقت کی جستجو میں سرگرداں وحیراں ہوں ' اسکی شعاعیں امام ابن تیمیہ کے ناصیۂ امامت پر چمک رہی ہیں مجہی میرے حالات سے مطلع ہوے تو وصیۃ کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف سیرۃ نبویہ کے مطالعہ اور تدبر و تفکر کو اپنے اوپر لازم ٹھہرا لو - نفس اور ایمان کی تمام بیماریوں کیلیے یہی ایک نسخہ کافی ہے - چنانچہ میں نے اس وصیت کو حرز جان بنایا ' اور جو کچھہ پایا اسی کے وسیلہ سے پایا اور ہلاکت دنیا و آخرۃ سے نہیں بچا مگر اسی کے طفیل - انتہی -

شیخ موصوف نے صرف سیرۃ طیبہ کے مطالعہ ہی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ کمال شغف و ربط قلب سے اس باب میں بعض مفید تالیفات بہی کیں - ازانجملہ سیرۃ ابن اسحاق کا خلاصہ ہے جسکی حافظ ذہبی نے بہت تعریف

میں انکا مسلک دوسرا تھا ' لیکن پھر دوسرا ھی رنگ چڑھگیا - اس تبدیلی کا باعث صرف امام ابن تیمیہ کی انکی صحبت ھوئی - انکی نشو و نماء فقہا ؤ متکلمیں کی جماعت میں ھوئی تھی ' اسلیے جدل و خلاف اور کلام و راے کا اثر غالب تھا - مصر سے بغداد گئے تو وھاں خیالات میں توسیع ھوئی اور اپنی حالت کا محاسبہ کیا تو یقین و طمانیت سے قلب کو خالی پایا - نتیجہ یہ نکلا کہ فقہاء و متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ھوگئے اور تصوف کی طرف توجہ ھوئی ' لیکن عامۂ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا ' اس سے طبیعت اور زیادہ مکدر ھوگئی - بالاخر دمشق آے اور امام ابن تیمیہ کی صحبت میں داخل ھوے - وہ خود بیان کرتے ھیں کہ جب پہلی مرتبہ انکی صحبت درس میں حاضر ھوا تو عجیب اتفاق ھے کہ علم کلام ھی کی نسبت صحبت تھی - امام موصوف فرما رھے تھے " دنیا میں متکلمین و فلاسفہ سے بڑھکر مضطرب و محروم اور اطمینان قلب و سرور روح کی لذت سے یکقلم نا آشناء اور کوئی گروہ نہیں " پھر مشاھیر فلاسفۂ قدماء و ارباب مقالات کے چند اقوال سنائے جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیۃ و نامرادی اور بد حالی و بے بصیرتی کی شہادت دی ھے - اسی سلسلے میں امام رازی کے اشعار پڑھے کہ انکی مدۃ العمر کی کاوش و تعمق اور طلب و جستجو کا ما حصل یہ تھا :

لعمری لقد طفت المعاھد کلہا وسیرت طرفی بین تلک المعالم
فلم أر الا واضعا کف حائر علی ذقن ' او قارعا سن نادم

اور کہا کہ بعضوں نے اپنی مدۃ العمر کے قیل و قال اور کد و کاوش کا حاصل یہ بتلایا ھے (دراصل اشعار بالا شہرستانی کے اور آینیہ امام رازی کے ھیں)

نہایۃ ارباب العقول عقال واکثر سعی العالمین ضلال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا سوی ان جمعنا فیہ قیل و قالوا

آخر میں ایک ایسے قاطع و ارفع طریق سے جو سارے شکوں کو مٹا دینے والا اور ساری بے چینیوں سے نجات دلا دینے والا تھا ' ثابت کیا کہ جن

حقیقی اتباع اسکو کہتے ہیں' اور ایسا ہوتا ہے ! - انتہی یہ حافظ موصوف کی شہادت ہے - میں کہتا ہوں کہ اسوۂ محمدی کے کامل تأسی اور علوم و معارف نبوۃ کے کامل استفاضہ کا یہی وہ مقام ہے' جسکو اصحاب اشارات نے " نسبت محمدی " سے تعبیر کیا ہے' تو یہ " نسبت محمدی " ہے اور " نص محمدی " کا وہ استفاضۂ تامہ جسکی نسبت صاحب فتوحات نے کہا کہ امۃ مرحومہ کیلیے قطبیۃ و ملتحقۃ اور ولایہ کبری کا منتہی مرتبہ یہی ہے اور پھر یہی وہ حقیقت ہے' جسکو بعض اصحاب اصطلاح نے " اتحاد " کے مقام سے تعبیر کیا یعنی اتباع اور عشق و نسبۃ بالانبیاء کے کمال تفانی و استہلاک سے بحکم " المرء مع من احبہ "

عن المرء لا تسئل' وسل عن قرینہ !

مطیع و محب کا مطاع و محبوب کے تمام صفات و خصائص سے متصف و متخلق ہوجانا' اور بحکم " من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما " اور " حتی یکون ھواہ تابعا لما جئت بہ " اندرجہ اعتقاداً و عملاً استغراق محبت رسول و ترک ما سواہ کہ بحکم ومن یطع اللہ و رسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ - کامل مرتبۂ معیۃ و یگانگت سے بہرہ اندوز و فائز المرام ہونا' اور

فاذا ابصرتہ' ابصرتنی

کے معاملہ کا پیش آجانا یہ وہ " اتحاد " جو ملاحدۂ حلولیہ کا اتحاد ہے ** اور جو فی الحقیقت انسان کے تمام متنوعہ اقسام شرک میں سے اکبر و اغلظ قسم شرک کی ہے اعاذنا اللہ منہ کیونکہ فی الاصل " اتحاد " مصطلحۂ اصحاب حق و توحید کے معنی اس سے زیادہ نہیں کہ " تخلقوا باخلاق اللہ "

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست !

حافظ ابن کثیر (صاحب تفسیر) نے اپنی تاریخ کبیر " البدایۃ والنہایہ " میں اپنے شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھا ہے کہ ابتدا

نہ علم میں نہ عمل میں' نہ حال میں نہ اخلاق میں' نہ اتباع حق اور نہ شیوۂ کرم وکمال حلم میں' اور نہ اللہ اور اسکے شعائر کے حفظ و قیام کی راہ میں - اور قسم خدا کی' ہمنے اپنے زمانے میں کسی کو نہ دیکھا جسکے اقوال وافعال سے نبوۃ محمدی کے انوار اور آنکی سنۃ کی روشنیاں چھن چھنکر نکلتی ہوں - اِلا ابن تیمیہ کو- آنکو دیکھکر دل بے اختیار بول اٹھتا ہے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸)

ہیں - خود انکی بعض مصنفات کی اجازۃ آنسے لی تھی' یا کسی کتاب کی سند اقرب وجید انکے پاس ہوگی' اسکی اسناد حاصل کی اور اپنے شیوخ میں شمار کیا - اس بارے میں علماء سلف خصوصاً محدثین کرام کے ذوق علم کا کچھہ عجیب حال رہا ہے - خود معاصرین باہمدگر ایک دوسرے سے اجازۃ و اسناد حاصل کرلیتے' اور کمـــال حق پژوہی و بے نفسی سے ایک دوسرے کو بلا تکلف اپنے شیوخ میں شمـــار کرتے ! - حتی کہ اگر آنکے شاگردوں کے پاس بھی کسی کتاب کی سند ہوتی' یا کوئی عمدہ اور اقرب سلسلۂ اسناد ہوتا' تو بلا تامل آنکے سامنے شاگردانہ بیٹھہ جاتے اور سند حاصل کرلیتے - یہ معـــاملہ بڑے بڑے اکابر محدثین کی نسبت منقول ہے - ابن أبی شیبہ نے وکیع کا قول نقل کیا ہے " لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن ہو فوقہ' وعمن ہو مثلہ' وعمن ہو دونہ " خود امام بخاری کا قول و عمل یہ تھا . " لا یکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن ہو فوقہ و مثلہ و دونہ " نقلہ الحافظ بن حجر فی ہدی الساری - دنیا کی کسی قوم کی علمی تاریخ علم پرستی کی ایسی سچی اور پاک مثالیں نہیں پیش کرسکتی -

(مصنف نے یہاں اس وقت نوٹ کو بہت طول دیا تھا - مسودہ کے آدہس صفحوں تک برابر چلا گیا تھا - جناب مصنف اپنے جوش تحریر میں اسکی پروا نہیں کرتے' لیکن کئی کئی صفحوں کے فٹ نوٹس کا ہونا میرے خیال میں سخت قابل اعتراض ہے' اور اصل کتاب کے مطالعہ میں اس سے بے لطفی ہوجاتی ہے - میں نے اسقدر تذکرہ یہاں کیلیے ضروری پایا تو رہنے دیا - باقی باب پنجم میں داخل کردیا - وہاں مولانا نے اپنے والد مرحوم کے حالات تعلیم و اسناد کتب کا مفصل حال لکھا ہے اور بعینہ یہی مبحث وہاں بھی چھڑ گیا ہے - پس ایک ہی چیز کو دو جگہوں میں بیان کرنے سے کیا فائدہ ؟ چنانچہ اس حاشیہ کا بقیہ بھی اسی مبحث میں ملا دیا گیا - اسطرح ایک مستقل فصل اس مبحث پر مرتب ہوگئی - پبلیشر)

حقیقۃ ! " یعنی قسم خدا کی ' پھر کہتا ہوں کہ قسم خدا کی ' آسماں کے نیچے آج تمھارے شیخ ابن تیمیہ کا نظیر و مثیل کوئی دکھائی نہیں دیتا -

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

مسلمانوں میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور نجد و حجاز کی خاک چھانی - طلب سماع روایت و تلقی و تحمل علوم و احادیث میں سلف کا جو حال رہا ہے' اسکے سامنے یہ باتیں بھی ہیچ ہیں اور وہ اپنے مواقع پر درج ہیں - فربری کا قول مشہور ہے کہ امام بخاری سے آنکی زندگی میں نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کی سند حاصل کی' اور اسمیں ذرا بھی مبالغہ نہیں - حسن بن امام علی رضا نیشاپور میں داخل ہوے ' بیس ہزار آدمی آنکی خدمت میں حاضر ہوے تاکہ صرف ایک حدیث آنکے آبائی سلسلہ سے سن لیں اور اہل بیت کرام کے سلسلۂ علوء اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں حافظ ابو زرعہ اور امام مسلم بھی تھے حاکم نے تاریخ میں لکھا ہے کہ اُس دن نیشا پور کا عجیب حال تھا - نہ یک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں چھپ گیا - راستوں میں راہگیر ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتے تھے !

رشک آیدم نہ روشنی دیدہ ہاے خلق
دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست !

امام ابن تیمیہ حافظ ذہبی کے شیوخ کبار میں سے ہیں حافظ موصوف نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور مطلقاً قاضی ابو یعلی و ابن بطہ و ابن مندہ وغیرہم آثار حنابلہ ' اور بعض دیگر مصنفات سلف کی اجازت قرأۃ و سماع کے ساتھہ میں نے ابن تیمیہ سے لی تھی اسکے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت و اسناد بھی حاصل کی ہیں - الفقہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی اجازۃ جمیع مصنفات کیلیے درج کی ہے - اتنا ایک مشہور رسالہ رفع الملام عن ائمۃ الاسلام ہے - اسکو اپنے قلم سے لکھا ہے اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں " سمعت ھذا الکتاب علی مولفہ شیخنا الامام العلامۃ الزاہد شیخ الاسلام ' و مفتی الانام ' قدوۃ الامۃ ' اعجوبۃ الزمان ' تقی الدین ' سید العباد ' ابی العباس احمد بن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ " - حافظ عماد الدین الواسطی بھی (جنکا ذکر متن کتاب میں آیا ہے) حافظ ذہبی کے شیوخ کبار میں سے

ما رأينا في عصرنا هذا من تستجلى النبوة المحمدية و سنتها من اقواله و افعاله الا هذا الرجل - يشهد القلب الصحيح ان هذا هو الاتباع

[بقيه نوٹ صفحه ۱۴۸]

اجازة و مناولة تا مصنفین حاصل کیا هو - یا خود معاصرین و شیوخ میں جو لوگ صاحب مصنفات معتبرہ هوتے تھے ' اُنکی مصنفات کو خود اُنکے سامنے جزءً یا کلاً پڑھتے اور سنتے تھے ' اور فوائد و تشریحات متعلقه کے اخذ و سمع کے بعد به شرائط املاء و اجازة و مناولة اُنکی سند حاصل کرتے تھے - یه معلوم هے که کسی مصنف کی کتاب کا بطور خود مطالعه کر لینا اور هے ' اور خود مصنف سے اُسکو سننا اور اُسکے عوامض و مبانی و تشریحات کا حاصل کرنا اور هے - " تعلیم روایت " سے مقصود یه تها که قران حکیم اور احادیث و آثار و وقائع کو حسب طریق محدثین به سلسلۂ اسناد تا به صاحب قران و حدیث صلی الله علیه و سلم' یا تا به حاضر و سامع حاصل کرنا ' اور ایسے شیوخ حدیث سے شرائط مقررۂ محدثین کے مطابق روایت کا سننا اور تحمل جنهوں نے لقاؤ سماع و تصافح وغیرہ مختلف طرق اسناد سے روایات صحاح و مسانید و معاجم و کتب مشهورہ کو اخذ کیا هو - اس طریق تعلیم کی اهمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا هے که بڑے بڑے اکابر و اعاظم علوم آخر عمر تک سند اقرب وجید کی جستجو میں رهتے تھے اور اسکی طلب میں سفر و غربة کی بڑی بڑی محنتیں اور قربانیاں گوارا کرتے تھے - " اقرب " یه که سند کتاب و روایت میں از اصل مبدء تا به شیخ کم سے کم واسطے هوں - " جید " یه که سلسلۂ اسناد کے اشخاص علم و معرفه اور حفظ و اتقان اور کثرت تلامذہ و شیوخ و شهرت و اعتماد کے اعتبار سے ممتاز هوں - بسا اوقات ایسا هوتا تها که ایک اهل علم کو کسی کتاب یا حدیث کی متعدد اسناد حاصل هیں لیکن معلوم هوا که فلاں معاصر کے پاس اُنهی جزوں کی سند ایسے سلسلوں سے هے جن میں ایک واسطه کم هے' یا واسطة العقد کوئی مشهور و ممتاز شخص هے' تو صرف اتنی سی بات کیلیے ممالک بعیدہ کا سفر اختیار کرتے یا مراسلة کی راہ نکالتے تھے ' اور اُس سند کو حاصل کرکے چهوڑتے تھے - حافظ سخاوی نے مسند امام احمد کی ایک ایسی سند کیلیے جسمیں انکی حاصل کردہ سند سے ایک واسطه کم تها ' مصر سے عراق تک سفر کیا - اور علامۂ فلانی خود لکھتے هیں که صحاح کی اقرب ترین اسناد کی

كرماً و حلماً ' و تماماً في حق الله تعالى عاد اللهاك حرماته " قريب قريب ایسے هي الفاظ هیں - اسکے بعد پھر ایک موقعہ پر لکھتے ہیں " و الله

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

مرویات کو بطور تصنیف کے مرتب کرنے لگے - اسطرح کہ حلقۂ درس میں مطالب و مسائل املاء کرتے اور ساتھہ ساتھہ لکھتے بھی جاتے تا یہ مجموعہ مرتب کر لیتے اور پھر اسی کو املاء کرتے ابو علی قالی نے قرطبہ میں اپنی مشہور کتاب الامالي مرتب کی اور جامع زہراء میں اسکے مطالب کا املاء کیا اس دور کے اصحاب تصنیف جب کبھی بولتے ہیں " امللت هذا الكتاب " یا " امللت بحفظي " یا ابن خلکان وغیرہ میں اکثروں کی نسبت دیکھوگے " املي كتاب فلان " یا " املي كتابه " تو اس سے بھی مقصود ہے - آجکل کے بعض ارباب جرائد و رسائل نے اسکا مطلب نہیں سمجھا اور اس قسم کی تصریحات سے بالکل غلط استدلال کر دیے در اصل " ملل " اور " املاء " کے معنی پڑھنے اور بیان کرنے کے ہیں بعض اصحاب لغۃ نے " مله " کو بھی " امللت الكتاب " سے ماخوذ بتلایا ہے سورہ بقرہ میں ہے وليملل الذي عليه الحق اور فان كان الذي عليه الحق سفيها او ضعيفا او لا يستطيع ان يمل هو فليملل وليه بالعدل اور سورۂ فرقان کے اوائل میں قرآن کے نزول و تلاوت کی نسبت کفار کا قول نقل کیا و قالوا اساطير الاولين اكتتبها فهي تملى عليه بكرة و اصيلا بہر حال ادب و حدیث میں طرق جمع املاء اور تمام علوم سے زیادہ رائج و مقبول تھا ائمہ محدثین کے یہاں " املاء " ایک مخصوص اصطلاح ہوگئی - انہوں نے " سماع من لفظ الشيخ " کی دو مختلف قسمیں " املاء " اور مجرد " تحدیث " کو قرار دیا ہے اور یہ منجملہ اقسام ثمانیۂ تحمل حدیث عند المتاخرین (مثلاً قراۃ و اجازہ و مناولۃ و وجادہ وغیرہا) ایک خاص اور اعلیٰ قسم ہے کما صرح به الحافظ ابن الصلاح في النوع الرابع و العشرين - دوسری قسم " تعلیم کتب " ہے اس سے مقصود یہ تھا کہ جب مبتدی و اوائل علوم کی تعلیم سے فارغ ہو جاتے تھے تو پھر ائمۂ علوم کی معتبر و مستند کتابوں کو بتصحیح الفاظ و عانی و ضبط و اتقان غرائب و مشکلات و مرام مطالب و غوامض کے ساتھہ اپنے شیوخ و اساتذہ کے سامنے پڑھتے اور ... نے ... ... کے ... ان کتابوں کو ... املاء و

صاحب البلغة في الفقه باعتبار علم کے شیخ العصر اور باعتبار عمل و زهد و ورع کے بڑے بڑے اهل الله اور اصحاب طریقت کے ممدوح و مقصود تھے - حافظ ذهبي نے اُنکو اپنے شیوخ کتب (۱) میں سے شمار کیا ہے - کتاب المشتبه میں اُسکا ذکر ان لفظوں میں کرتے هیں " قال شیخنا القدوة عماد الدین الحزامي " یہي حافظ عماد الدین ایک رسالہ میں جو اصحاب و تلامذۂ ابن تیمیه کے نام لکھا تھا ' لکھتے هیں " و الله ثم و الله لم یرتحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علماً و عملاً ' و حالاً و خلقاً و اتباعاً ' و

---

(۱) " شیوخ کتب " کا صحیح مطلب سمجھہ لینا چاهیے - اوائل میں تعلیم صرف درس و املاء ' روایت و تحدیث ' اور صحبت و حضور مجالس میں محدود تھي - اُسکے بعد تدوین علوم و ترتیب کتب کا دور شروع هوا - اسلیے تعلیم و تحصیل کي بھي مختلف صورتیں اور قسمیں پیدا هوگئیں - ازانجمله تین صورتیں هیں جنکے لیے گو خاص الفاظ وضع نہیں کیے گئے مگر انضباط و امتیاز کیلیے اگر اُنکو تعلیم علوم ' تعلیم کتب ' اور تعلیم روایات سے تعبیر کیا جاے تو بہتر ہے - " تعلیم علوم " سے مقصود وهي طریق اصلي و قدیم که بذریعۂ درس و املاء (لکچرز) شیوخ سے علوم کي تحصیل کرنا - تمام فنون آلیه اور مهات علوم عربیة و قرآن و سنة کي تعلیم پہلے اس طریق سے حاصل کر لی جاتی تھي - آئمۂ علوم کي کتب امالي ایسے هي مجامع درس و املاء کے نوٹس یا لکچرز هیں - منتهیوں کیلیے اسمیں کسي مخصوص علم کي قید اور خصوصیت بھي نہ تھي - اکثر اوقات اساتذۂ علوم حسب وقت و حضور افکار مختلف علم و فن کي ملي جلي صحبتیں جاري رکھتے تھے - قاضي ابو یوسف کي امالي مخصوص به فقه ہے ' لیکن زجاجي ' ابو علی القالي ' سید مرتضي ' قاضی عبدالجبار ' ابن فارس و غیرهم کے جو دوا وین املاء اب نکل آئے هیں ' اُنمیں تفسیر ' لغة ' ادب ' تاریخ و وقائع ' مغازي و ملاحم وغیرها مختلف مباحث و مطالب پائے جاتے هیں - البته ابو علی قالي اور زجاجي وغیرہ کے یہاں غالب صحبت لغة و عربیة کی ہے - ابتدا میں ان مجامیع کی بنیاد یوں پڑي که تلامذہ اپنے حفظ و یاد داشت کیلیے اساتذہ کے تمام امالي یا اُنکا خلاصه لکھہ لیا کرتے تھے - لیکن آگے چلکر یه چیز اسقدر مقبول هوئي که اقسام تصنیف میں سے ایک خاص قسم بنگئي ' اور خود اساتذۂ و علماء فن اپني

حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ! اور معجم شیوخ میں لکھتے ہیں " نصر السنة المحفوظة حتی اعلی اللہ تعالی منارہ وجمع قلوب اہل التقوی علی محبتہ " یہ " سنۃ محفوظہ " کا علم و عمل ہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو اعمال نبوۃ کا دروازہ کھولدیتی ہے - حافظ برزالی کا قول سابق اوپر گزرچکا ہے " ما رأینا احداً اعلم بکتاب اللہ و سنة رسولہ و لا اتبع لہما منہ " ہم نے ابن تیمیہ سے بڑھکر نہ کسی کو کتاب و سنۃ کا عالم دیکھا اور نہ عامل سبحان اللہ کیسے جامع و مانع لفظوں میں تعریف کی ہے کہ اس آدھی سطر کے اندر وہ سب کچھ آگیا جو ابن تیمیہ کی نسبت کہا جاسکتا تھا اسے ممدوح کیلئے ایسے ہی مداحوں کے علم و زبان کی ضرورت تھی بس یہ حیثیت کہ کمال علم کتاب و سنۃ کے ساتھ کمال عمل کتاب و سنۃ بھی جمع ہو جاے ' وہ اصل مخصوص ہے جسکے بغیر نبوۃ کا پورا ورثہ علمی و عملی ورثہ نہیں ملسکتا گو بقدر استعداد و استحقاق ہر سالک طریق کے حصے میں کچھ نہ کچھ ضرور آتا ہے معاصرین ابن تیمیہ کی نسبت کوں کہہ سکتا ہے کہ اس وراثت میں حصہ نہیں رکھتے تھے ؟ لیکن ورثہ کا پانا دوسری چیز ہے اور وہ کامل اور پوری وراثت دوسری چیز ہے جسپر خلافت و نیابت اور جانشینی و قائم مقامی کا لقب صادق آجاے و للعم ما قیل ،

ہر

سویدائی دلِ دانا ہمت ہے ازل سے

آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہوا تھا !

اور یہ جو کہا ' یہ صرف حسن عقیدہ کی مداحی نہیں ہے ' بلکہ آکے معاصرین میں جو لوگ صاحب نظر و نقد تھے ' خود انکی زبانوں سے بعینہٖ اسی حقیقت نکل چکی ہے حافظ ابو العباس عماد الدین واسطی الحزامی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۶]

کی رائے اس تقریظ پر موقوف نہیں انکی سعتکی و ارادت کا جو حال ہے وہ دورکا منہ سے ظاہر ہوتا ہے جسمیں نہایت شرح و بسط سے ترجمہ لکھا ہے ' اور معاصرین کی شہادتیں انکے فضل و کمال بخصوص پر جمع کی ہیں -

علوم سنة کے استحضار اور اُنسے دلائل و براھین کے استنباط میں اُنکا رسوخ و احاطہ عجیب و غریب ھے - یہانتک کہ انپر یہ بات صادق آتی ھے کہ جس

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۵]

علاوہ تذکرۃ الحفاظ میں بالاختصار اور تاریخ الاسلام کبیر میں بالتفصیل تذکرہ کیا ھے اور خصوصیت کے ساتھہ اُنکے ابتلاؤ محن اور وقعات مصریہ و شامیہ کے حالات لکھے ھیں - امام موصوف کی ایک مشہور کتاب منہاج السنہ ھے - اُسکو اُنہوں نے مختصر کیا تھا - اُسکے دیباچہ میں بھی مفصل ترجمہ درج کیا ھے - علاوہ بریں ابن تیمیہ کی اکثر مصنفات اپنے قلم سے لکھی ھیں ' اور اُنکے آخر میں یہ ظاہر کرتے ہوے کہ " میں نے خود مصنف سے بہ شرائط قراۃ و سماعۃ انکی اجازت لی" مختصراً تذکرۂ حالات و مناقب بھی کرجاتے ھیں - من احب شیأً اکثر ذکرہ - قول مندرجۂ متن معجم کبیر میں ھے - حافظ ابن ناصر الدین شافعی نے الردالوافر میں اور حافظ عسقلانی و سیوطی نے درر کامنہ اور طبقات الحفاظ میں یہ تمام اقوال یکجا کردیے ھیں - نیز حافظ ابن قدامہ و حافظ عماد الدین واسطی اور ابو حفص بزار وغیرھم نے سیرۃ ابن تیمیہ میں - اور واضح رہے کہ صرف حافظ ذہبی ھی کا یہ حال نہیں ھے - الرد الوافر میں تقریباً ایک سو اکابر و مشاہیر عہد و قریب العہد کے اقوال نقل کیے ھیں جنھوں نے بالاتفاق آنکے مجتہد مطلق' امام العصر ' نادرۃ الدھر' نابغۃ الاسلام ' اوحد الزمان' مجدد کتاب و سنۃ ' محی الملۃ ' انموذج الخلفاء الراشدین ' آخر الائمۃ المجتہدین ' مفنی الفرق ' الامام فی کل علم و فن ' اعجوب علماء القرون الوسطیٰ' ہونے کا ایسے لفظوں میں اعتراف کیا ھے جن سے زیادہ توصیف و تمجید کے الفاظ نہیں ھوسکتے :

نہ من بران گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ھر طرف ھزار اند !

یہ حال تو معاصرین اور قریب العہد علماء کا ھے - بعد کے مورخین کا یہ حال ھے کہ الرد الوافر پر مصر و شام کے مشاہیر علماء و ائمۂ عصر نے تقریظیں لکھی ھیں - اُن میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی عینی حنفی شارح بخاری بھی ھیں - قاضی عینی لکھتے ھیں کہ جو شخص ابن تیمیہ کے مراتب عالیۂ علم و عمل و اجتہاد و امامۃ سے انکارکرتا ھے وہ یا تو مجنون لایعقل ھے' یا کمال سفیہ و بلید ' یا سخت شریر و مفسد - حافظ عسقلانی

ذهبي نے انکے حالات میں اشارہ کیا کہ " ولقد نصر السنة المحضة و الطريقة السلفية ' واحتج لها ببراهين و مقدمات و امور لم يسبق اليها و اطلق عبارات احجم عنها الاولون و الآخرون " يعني ابن تيمية نے سنة محضة اور طريقة خالصة سلف و اوائل کي حمايت کي' اور اسکے ليے ايسي دليلوں اور مقدموں سے احتجاج کيا جو اس سے پہلے کسي سے بھي بن نہ آے - تو يہ جو کہا کہ " نصر السنة المحضة " تو ايک عجيب نکتہ کہديا اور گويا ابن تيمية کي پوري سوانح عمري بيان کردي - يہي وہ فضل مخصوص ہے جو ذهبي و برزالي و مزي و ابن دقيق العيد جيسے شيوخ عہد کے سروں کو بھي ابن تيمية کے سامنے اطفال مکاتب کي طرح جھکا رہا ہے - صدر اول کے بعد سے هميں سنہ کا معاملہ بہت نازک ہوگيا ' اور ايک راہ " اتباع سنة " کي ہوگئي اور ايک اتباع " سنة خالص و محض " کي' والقصة بطولها تو اس عہد ميں علم و عمل سنہ والے بہت سے مگر " سنة محضة و خالصة " کا مقام صرف ابن تيمية هي کو ملا تھا ' اور اسي کمال نشہ و بخلوص نصعات لدنۃ اور بے ميل و بے داغ اتباع و رفاقتي سنة نے انکو اعمال لدوہ کي وراثت کاملہ و نيابۃ حقہ کے منصب ارفع و اعلی پر پہنچا ديا تھا

اے گل بہ تو خورسندم ' تو بوے کسے داري !

يہي حافظ ذهبي ايک دوسرے موقعہ پر لکھتے هيں " و هو عجب في استحضار السنة و استخراج الحجج منها بحيث يصدق عليه ان يقال كل حديث لا يعرفه ابن تيمية فليس بحديث ولكن الحاطة لله تعالى " (1) يعني

---

(۱) حافظ ذهبي نے امام ابن تيمية کا ترجمہ سات سے زيادہ موقعوں پر لکھا ہے هر موقعہ پر پوري تفصيل سے حالات لکھتے هيں اور معلوم هوتا ہے کہ لکھتے هوے جوش ارادت و اضطراب عقيدت سے بيخود هو هو جاتے هيں سب سے زيادہ مفصل بيانوں معاجم ميں کي ہے يعني معجم کبير ' اوسط ' صغير - اور جو لوگ بہ لحاظ احد سند و اجازت مسند امام احمد ' و سماعۃ روايت ' و قراة مصنفات ' امام ابن تيمية کے شاگردوں ميں داخل هيں اسلئے انکے معجم مذکور ميں انکي حالات لکھے هيں ان کتابوں کے

کچھ سمجھ لیتا اور پرکھ لیتا ہے ' اُسی طرح جماعت و ملت کے تمام
امراض جدیدہ و مزمنہ اور ظاہرہ و مخفیہ کا نباض ہونا ' اور انسان کی
ذہنی و نفسی اور روحانی و معنوی بیماریوں کو بہ یک نظر تفرس پہچان
لینا ' اور ٹھیک ٹھیک اُنکی حالت و استعداد اور مقتضیات کے مطابق
درجہ بدرجہ علاج کرنا ' اور ہر مریض کو اُسکی حالت کے مطابق نسخہ دینا '
اعمال مہمۂ و مختصۂ نبوۃ میں سے ہے ' اور یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم
الکتاب و الحکمۃ میں " یزکیہم " اُسی جانب اشارہ ' پس انبیاء کرام کے بعد
یہ مقام صرف اُنہی نفوس خاصہ کو حاصل ہو سکتا ہے جو اسوۂ حسنۂ نبوۃ
اور اخلاق و صفات نبویہ کے کامل تأسی اور سنۂ سنیۂ خالصۂ و محصنہ کے
کمال اتباع و تعامل سے وراثت و نیابت انبیاء و رسل کے مرتبہ پر پہنچ جاتے
ہیں ' اور معالجۂ نفوس ' و تداوی ارواح و قلوب ' و طبابۂ اقوام و ملل کے
تمام اسرار و خفایاء اُن پر اس طرح کھل جاتے ہیں کہ بقول صاحب تفہیمات
" گویا ہمہ را میاں ہر دو چشم خود متمثل و متشخص می بیند ' و نہ از
چشم بصیرہ بلکہ از چشم سر مشاہدہ می کنند " تا مقام کشف و رفع حجب
حاصل ہو جاتا ہے - حضرۃ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین
میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے " ہم حراس القلوب ' جواسیس الارواح '
الامناء علی الاسرار و الخفیات ' المطلعون علی ما اضمرت بواطن العباد '
و اودعت علمہ الغیاب " وہ دلوں کے نگران و نگہبان ' روحوں کی جاسوسی
کرنے والے ' رازوں اور بھیدوں کے خزانچی ' اور سینوں کے اندر کی چھپی
ہوئی باتوں اور دلوں کی تہ کی نیتوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں !
تو گو اس عہد میں بڑے بڑے اصحاب علم و عمل موجود تھے ' مگر
" علیم بذات الصدور " اور " [illegible] " ہونے میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

و قد علم الرحمن أن زماننا * تشعب فيه الرأي اي تشعب

فجاء بتحرير عالم من سراتهم * لسبع مئين بعد هجرة يثرب

يقوم قناة الدين بعد اعوجاجها * و ينقذها من قبضة المتعصب

و جاهد في ذات الإله بنفسه * و بالمال و الأهلين و الأم و الأب

و من رام حذراً درية القوم في الورى * فذاك الذي مدرام عنقاء مغرب

عليم بادواء النفوس و طبها * بحكمته فعل الطبيب المجرب

آخري شعر محض شاعرانہ مداحي نہيں ہے - ايک نہايت ہي دقيق نکتہ کي طرف اشارہ ہے " عليم بادواء النفوس " اور " بحکمته فعل الطبيب المجرب " يعني مقام نبوة کي وراثت و نيابة کاملہ يہ بات کہ جس طرح ايک طبيب حاذق ہر طرح کي بيماريوں اور اُنکے اسباب و آثار و نتائج کو جانتا ' اور ہر عمر و مزاج کے بيماروں کا علاج کرتا ' اور کمال حذاقت و فراسة طبيہ کي راہ سے صرف چہرہ ديکھکر يا نبض پر اُنگلياں رکھکر سب

[بقيہ نوٹ صفحہ ۱۴۲]

نہيں " ولو فتحنا هذا الباب و اخذنا بقول المعاصرين بعضهم في بعض لما سلم لنا احد من الائمة بل احد الصحابة و التابعين " اور يہ بالکل حق ہے امام ابن عبد السلام کا قول اگر حافظ ابن الصلاح کي نسبت ہم قبول کرليں اور حافظ ابن صلاح کا ابن عبد السلام کي نسبت ' يا حافظ سيوطي کي راے حافظ سخاوي کي نسبت مان لي جاے اور حافظ سخاوي کي سيوطي کي نسبت ' تو اسکا نتيجہ صرف يہي نکلے گا کہ ہم دونوں سے بدظن ہو جائينگے ' حالانکہ دونوں کمال حسن ظن و اعتقاد کے مستحق ہيں - بڑے بڑے ائمہ علم و عمل کو اس بارے ميں لغزش ہوئي ' اور ہم کو يقين ہے کہ اُنکي خدمات کبرا و عظائم علم و عمل کے مقابلے ميں يہ لغزش ضرور بخشدي جائيگي - ہمارے جاہل سلم و تہي دستان عمل کو زيب نہيں ديتا کہ ان ميں سے کسي کي نسبت بهي حرف سوء نکاليں يا انکے ادب و تعظيم ميں مقابلہ اولين حاملين کے اثر دل لگادين - جن انہوں نے ايک منتہي معني کي راہ لي ليکن ہمارے دامن ميں بجز گرد و خاک کے اور کيا ہے ؟

ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان ، و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا !

غور کرنا چاهیے که آخر وہ کیا چیز تهي جسکو وہ سب بهي نه پاسکے ؟ اسکو خود شیخ ابو حیان نے امام ابن تیمیه کي ایک مجلس دیکھتے هي کہدیا تھا (۱)

قام ابن تیمیة في نصر شرعتنا * مقام سید تیم اذ مضت مضر
فاظهر الحق اذ آثاره درست * و أخمد الشر اذ طارت له شرر
کنا نحدث عن حبر یجئي ' فها * انت الامام الذي قد کان ینتظر

تو یه جو کہا که " مقام سید تیم " اور " انت الامام الذي قد کان ینتظر " سو یہی وہ چیز ہے که اوروں کو سب کچھه ملا تھا مگر وہ چیز نہیں ملي تھي' اور یہي هے که همیشه سیکڑوں هزاروں اصحاب طریق میں سے کسی ایک رجل الرجال هي کے حصے میں آتي هے - شیخ نجم الدین اسحاق نے اپنے مشہور تائیه میں بهي اسی چیز کی طرف اشارہ کیا تها :

---

(۱) یه وهی ابو حیان امام النحو و الادب هیں جنکی تفسیر بحر المحیط اور اسکا مختصر نہر مصر میں چھپ گیا هے - حافظ عسقلانی نے درر میں ذهبي سے نقل کیا هے که جب امام ابن تیمیه مصر گئے تو شیخ ابوحیان سے ملاقات هوي - پہلي هي مجلس میں اسدرجه معترف هوے که وہ البدیهه اشعار مذکورۂ متن انکي مدح میں کہکر سناے' اور کہا " و الله ما رأت عینای مثل هذا الرجل " لیکن بعد کو صحبت سازگار نه هوي - نحو کے کسی مسئله کی نسبت ابو حیان نے سیبویه کا حواله دیا - ابن تیمیه نے کہا - یه سیبویه کی اُن اسی غلطیوں میں سے ایک غلطی هے جو اُس نے قرآن کے متعلق کی هیں - و ما کان سیبویه نبی النحو و لا معصوماً - اسپر ابو حیان نہایت برافروخته هوے اور پهر آخر تک مخالف رهے - حافظ عسقلانی لکھتے هیں " و صدر ذلک ذنبا لا یغفر " یہي وجه هے که تفسیر میں ایک موقعه پر امام ابن تیمیه کا ذکر اسطرح کیا هے جس سے نہایت نفرت و مخالفت ٹپکتی هے - کیا خوب فرمایا حبر الامة حضرة ابن عباس نے " استمعوا علی العلماء و لا تصدقوا بعضهم علی بعض ' و الذی نفسی بیده ' لهم اشد تغایرا من التیوس فی زروبها " و قال بعض الائمه - " یوخذ بقول العلماء فی کل شی الا قول بعضهم فی بعض " حافظ ابن عبد البر نے کتاب العلم میں یه اقوال نقل کیے هیں' اور حافظ ذهبی نے قول العلماء بعضهم فی بعض پر ایک رساله لکھا اور کہا که معاصرۃ سے بڑھکر علماء کیلیے کوئي ابتلاء

تو وہ جو ایک چیز ہے کہ " آنے دارد " اُسکے لیے کسی کا صرف خوبصورت
ہونا ہی کافی نہیں خوبصورت تو ہزاروں ہوتے ہیں مگر " آن " رکھنے
والے چشم و ابرو لاکھوں خوبان روزگار میں بھی ڈھونڈھے نہیں ملتے اور
اگر مبالغہ نہیں تو سمجھنا چاہیے کہ فطرت کی تیزی ہی مساعی بلکہ غیر
متوقع اسراف ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں حسینوں اور خوبروؤں
کی کمی نہ تھی معاجم ذہبی اور درر کامنہ عسقلانی سے اگر اُس عہد
کے صرف ایسے علماء کبار کی ایک فہرست طیار کی جائے جو اپنے عصر اور
کمال علم و عمل کی بنا پر آئمۂ عصر و اساطین علوم تسلیم کیے گئے تو
اُنکی تعداد سو سے بھی یقیناً متجاوز ہوگی - صاحب الرد الوافر نے صرف اُن
علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شیخ الاسلام کے مرتبۂ اجتہاد مطلق و امامۃ
فی الدین اور تجدید و احیاء شریعت کا اعتراف کیا - اُن میں سے صرف
معاصرین کو چھانٹ لیا جائے تو ساٹھ ستر سے کم نہونگے یہ سب یقیناً
حسین تھے اور بعض کی حسن و رعنائی پر تو ایک رسالہ مرقعہ و شیدا
ہوا اور کتنے ہی حسینان روزگار نے اُنسے دلربائی و دلبری کے عہد اور
نقلے سیکھے - تاہم اسکو کیا کیجیے کہ وہ جو ایک چیز حسن و خوبروئی سے
بھی بلند تر ہے' یعنی عزیمۃ دعوۃ و تشبہ بالانبیاء کی شان و آن' تو اُسکے لیے؟
صرف حسن طلعت و دلکشی قامت ہی کافی نہیں ان باتوں کے علاوہ
بھی کچھ اور ہونا چاہیے اور وہ اُس عہد میں صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ
ہی کے حصے میں آیا تھا

ہزار نکتہ درین کار و بار دلداری ست
کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاری ست !

حافظ برزالی' ابو الحجاج مزی' ابن سید الناس' ابن دقیق العید'
ذہبی' ابن نصر مقدسی' ابو حیان صاحب بحر' ان خوبان عہد کے
حسن و جمال پر کون الزام دھر سکتا ہے؟ لیکن وہ سب یک زبان ہوکر کہتے
ہیں کہ امام ابن تیمیہ کا سا جمال ہماری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور انکا
معاملہ اس سے کہاں بالاتر ہے کہ ہم جیسے انکی تعریف و توصیف کریں تو

با اُس نادرۃ الدھر کي بے ھمتائیوں کا یہ حال تھا کہ جو نظر پڑتي تھي بے ساختہ یہی کہہ اُٹھتي تھي - سورج کو کڑوروں آنکھیں دیکھتي ھیں ' لیکن ھر آنکھہ کو یہي نظر آتا ھے کہ روشن ھے - یہ تو کوئي نہیں کہتا کہ روشن نہیں ؟ پریوں کے وجود میں لوگوں کو اختلاف ھے لیکن خوبصورت انسانوں کے بارے میں سب کي رائیں متفق ھیں - ایک حسین چہرے کو جو دیکھیگا ' وھي کہیگا جو سب کي زبانوں سے نکل رھا ھے :

این نگاھیست کہ شائستۂ دیدارے ھست !

مشہودات و محسوسات میں ھمیشہ تمام ارباب انظار و احساس یک حکم و یک زبان ھوتے ھیں - یہاں اختلاف کي گنجائش نہیں - الا یہ کہ کوئي اندھا یا فاتر الحس ھو - سو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں بھي ایسے لوگ تھے جنکي نظروں پر تعصب و نفسانیت یا جہل و تقلید کا حجاب پڑ گیا تھا ' پس اُنکو وھي نظر آیا جو بند آنکھوں کو نظر آ سکتا ھے :

و ما ضر نور الشمس ان کان ناظراً * الیھا عیون لم تزل دھرھا غمضا

لیکن اُنکا یہاں ذکر نہیں - اصحاب بصارت جتنے تھے ' ان سب نے بالاجماع یہي کہا " ما رأینا مثلہ و لا رای ھو مثل نفسہ " اور بھي وہ خصائص بینۂ و باھرہ مقام تجدید و نیابۃ نبوۃ کے ھیں جنکي نسبت بار بار کہہ رھا ھوں کہ بڑے سے بڑے سر کو بھي وھاں جھکے بغیر چارہ نہیں :

فانک شمس و الملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منھن کوکب !

تم جانتے ھو کہ ایک چیز خوبصورتي ھے ' اور ایک چیز اُس سے بھي بڑھکر ھے جسکے لیے زبان کچھہ نہیں کہہ سکتي لیکن آنکھہ سمجھتي اور ذوق پہچان لیتا ھے - خواجہ حافظ نے اسکو " آن " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے :

شاھد آن نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اور پھر جب بالکل مجبور ھوگئے تو اشارہ کرکے چھوڑ دیا :

این کہ مي گویند " آن بہتر ز حسن "
یار ما " این " دارد و " آن " نیز ھم !

حافظ ابو الحجاج مزي صاحب تہذیب جس مرتبہ کے امام الحدیث تھے '
اُسکا حال امام ذہبي کي مصنفات خصوصاً تذکرہ و معاجم اور طبقات کبری
سبکي سے معلوم ہوسکتا ہے آنکے تمام معاصرین اسپر متفق ہیں کہ وہ نہ
صرف جرح و تعدیل رجال کے امام تھے بلکہ اِس فن کے اماموں کے امام -
ہزاروں انسانوں کي ثقاہت و عدم ثقاہت - کا فیصلہ آنکے قبضۂ علم میں تھا -
با این ہمہ نہ معاملات آور ہیں ' اور نسبت نبوۃ ' و نیابۃ کاملۂ منصب
رسالۃ ' و عزیمۃ دعوۃ کبری ' و تشبہ و تخلق باالانبیاء کا مقام دوسرا ہے وہ تو اُس
عہد میں صرف اس نعمۃ ہي کیلئے تھا چنانچہ خود آنکو بھي وہي
کہنا پڑا جو اُس عہد کے تمام اصحاب حق نے کہا تھا " ما رایت مثلہ
ولا رای ہو مثل نفسہ ' و ما رایت احداً اعلم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ و لا اتبع
لہما منہ " یعنی میں نے آنکا مثل دیکھا ' اور نہ خود انھوں نے کسي کو اپنا ہمتا
پایا - اور نہ میں نے کسي شخص کو اُنسے زیادہ کتاب و سنۃ کا علم رکھنے والا
اور کتاب و سنۃ کا اتباع کرنے والا دیکھا ! حافظ موصوف نے ایک اور موقعہ پر کہا
" لم یر مثلہ منذ اربع مائۃ سنۃ " چار سو برس سے ایسا باکمال پیدا نہیں ہوا

قمریان پاس غلط کردہ خود مي دارند
ورنہ یک سرو درین باغ نہ اندام تو نیست

یہاں ایک بات قابل غور ہے " ما رایت مثلہ و لا رای ہو مثل نفسہ "
یہ جملہ آنکے اکثر معاصرین کي زبان پر بعینہ جاري ہوا ہے - ذہبي اور
مزي کي زبانی سن چکے حافظ برزالي اور ابن حجي سے ایسا ہي
منقول ہے - شیخ عماد الدین واسطي ' ابن سید الناس ' ابن نصر مقدسي '
ابن دقیق العید وغیرہم نے یہي کہا الرد الوافر اور برل الجلي کے
دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ تقریباً سب نے بعینہ اسي جملے کو دہرایا ہے -
اس سے معلوم ہوا کہ کسي عارف و جوہر شناس نے آنکے وصف میں
سب سے پہلے یہ جملہ کہا تھا ' لیکن کچھہ ایسا مجمع و مرور واقع ہوا کہ
تمام ناکمان عہد کي زبانیں پر خود بخود جوگیا

حافظ اوند کہ بر قامت او دوختہ بود !

سبب کو راہ عزیمۃ دعوۃ ' و تجدید و احیاء ملت ' و رفع اعلام سنۃ ' و اخماد شرور بدعۃ ' و کشف و ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنۃ ' و غوامض و سرائر معارف و حکمۃ نبوۃ ' و انفجار ینابیع الحکمۃ من اللسان و الجنان ' و جہاد فی سبیل اللہ بالسیف و القلم و اللسان میں منزلوں اپنے پیچھے چھوڑ دیا ' اور علوم و اعمال وہبیہ و کسبیہ کی اُن بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوے جہاں اُنکے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کو بھی دار نہیں - حتیٰ کہ خود اُنکے معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا " ما رأینا مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ " نہ تو ہماری آنکھوں نے اُسکا مثل دیکھا اور نہ خود اُسکو اپنا سا کوئی نظر آیا :

اے تو مجموعۂ خوبی ' بچہ نامت خوانم ؟

خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۃ الارض و اعجوبۃ الدہر کے اوصاف و مدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور وہ ختم نہ ہوے ' تو بالآخر یہ کہکر خاموش ہو جانا پڑا " وھو اکبر من ان ینبہ علی سیرتہ مثلی - و واللہ لو حلفت بین الرکن و المقام انی ما رأیت بعینی مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ ' لما حنثت ! " اُنکا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ مجھہ جیسا شخص انکی سیرۃ و فضیلت بیان کرے - قسم خدا کی ' اگر میں خانۂ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہوکر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے اُنکا مثل دیکھا اور نہ خود اُنھوں نے اپنا ہمتا ' تو میری قسم سچی ہوگی اور میرے لیے کفارۂ یمین نہیں " ! وکفاک بالذہبی شاہداً (۱) :

تقی الدین اضحیٰ بحر علم ... یجدب السائلین بلا قنوط
احاط بکل علم فیہ نفع ... فقل ما شئت فی البحر المحیط !

(۱) یہ امام ذہبی کا قول ہے ' اور خود امام موصوف کے تبحر و جامعیۃ علم کا جو حال تھا ' اُسکے لیے انکے شاگرد علامۂ تاج سبکی کا یہ قول کفایت کرتا ہے " و ھو رحل الرجال فی کل سبیل کانما جمعت الامۃ فی صعید واحد فنظرھا ! " قال فی طبقاتہ الکبری -

اسدرجه احسان نهیں هے جسقدر حافظ دهبي کا - اور اگر کوئي دوسرا اس وصف میں اُنکا شریک هے تو وہ صرف اُنسے متاخر حافظ ابن حجر عسقلاني هیں - ولیس لهما ثالث یہي وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث هیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و جواہر خلف کیلیے محفوظ کردیے ' بلکہ تمام مشکلات و معضلات کو کو صاف کرکے اور ضبط و اتقان ' و تہذیب و ترتیب ' و تلخیص و تشریح ' و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کرکے تمام آنے والي امت کیلیے اتباع سنۃ کي راہ بالکل سہل و آسان کردي - علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا هے اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا ' سو علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کي خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی هیں - یہ اُنہي کي خد ات حسنہ کا نتیجہ هے کہ آج یہ علم مقدس اسقدر صاف و سہل هوگیا هے کہ طالبین عمل بالسنۃ کیلیے کسي طرح کي عذر داري و بہانہ جوئي کي گنجائش باقي نہ رهي امت کا کوئي مرد اب نہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث پر عمل کرنا بمقابلۂ کتب جدل وخلاف و قال اقول وکذا عند زید وکذا عند فلاں کے زیادہ مشکل هے - بلکہ جس طالب صادق کا جي چاهے' آنکھیں بند کرلے اور اس صراط مستقیم پر بے علم و عش و بے خوف و خطر دوڑتا چلا جاے ' مهر طریقا مستقیما ' سہلا ' مسلوکا ' واسعاً ' موصلاً الی المقصود و المطلوب ! و رضي اللہ عن الذهبي حاث یقول

الفقه قـــال اللــه قال رسوله * ان صح ' و الاجماع فاجهد فيه
و حذار من نصب الخلاف جهالة * بين النبي و بين رأى فقيه

پس غور کرو کہ ایسے اصحاب کمال و ائمۂ علم تھے جو اُس عہد میں موجود تھے ' با اس همه یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رهي هے اور هر صاحب بصارت دیکھ رہا ہے کہ مقام عزیمۃ دعوۃ کا جو ایک مقام خاص هے ' وہ ان میں سے کسي کے حصے میں بھي نہ آیا وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ هي کیلیے تھا - سب اپنے اپنے درجے ناموں میں رکھتے' لیکن انہوں نے وہ سب کام بھی اُنکے بہار آنکے حور (؟) سب کرر هے ہے ' اور پھر ان سے بڑھکر یہ کہ

و عملي تنزل کا بیج اچھي طرح بار آور هوچکا تھا ' با ایں همه ائمۂ دین اور کاملین علوم کي ایک جماعۃ کثیرہ هر حصۂ ملک میں موجود تھي ' اور علی الخصوص دیار مصر و شام تو علماء و کاملین امت سے مملوء و مشحون تھے - حتی کہ قاضي ابو البرکات مخزومي اپنے بائیہ میں صرف دیار شام کي نسبت کہتے هیں :

و کان في عصـرہ بالشـام یومئـذ

سبعون مجتہداً من کـل منتخب !

پھر یہ بھي نہیں کہ صرف ایسے هي لوگ هوں جنکا شمار عامۂ علماء و مشائخ میں کیا جاے ' بلکہ بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم اور خواص و اعاظم نظر و اجتہاد موجود تھے جنکے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامي میں پیدا نہیں هوے - ابو الفتح ابن سید الناس اشبیلي ' شمس الدین مقدسي ' ابو العلاء انصاري السبکي ' قاضي ابن الزملکاني ' سید ابو المحاسن دمشقي ' ابو عبد اللہ حریری ' ابو العباس ابن عمر الواسطي ' حافظ ابو الفداء عماد الدین ' حافظ احمد بن قدامہ مقدسي ' ابو اسحاق السعدي ' امام برهان الدین الفزاري ' حافظ صلاح الدین بعلبکي ' شیخ صفي الدین بغدادي ' حافظ ابن شامہ دمشقي ' قاضي تقی الدین دقوقي ' شیخ عمر بن الوردي ' امام ابو العباس بن حجي ' حافظ جمال الدین عقیلي ' حافظ برزالي الاشبیلی ' تقي الدین السبکي ' حافظ جمال الدین المزي ' امام تقي الدین ابن دقیق العید ' ابو حیان صاحب تفسیر ' حافظ ابو عبد اللہ الذهبي ' اور انکے علاوہ بے شمار ائمۂ و اعلام عہد جنکے حالات حافظ ذهبي اور ابن قدامہ و عسقلاني کي مصنفات میں موجود هیں - تو تم ان لوگوں کي نسبت کیا سمجھتے هو ؟ کون هے جو ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقوی اور اتباع حق و سداد سے انکار کرسکتا هے ؟ علی الخصوص حافظ مزي ' برزالي ' ابن دقیق العید ' اور حافظ ذهبي تو اس پایہ کے بزرگ تھے ' کہ ان میں سے هر شخص علوم سنۃ کا خزانہ اور حفظ و نقد کا امیر المومنین تھا - علماء حدیث متاخرین میں سے کسي مصنف کا بھي هم اخلاف امت و بیچارگان دورۂ آخر پر

گئے ' مگر دوسري راه سامنے آئي تو اول قدم هي میں ٹھوکر لگي ' حالانکہ مرد کامل وہ ہے جس پر ایکدم رہبہ خوفا و طمعا کا مقام ایسا طاري ہو جاے کہ دنیا کا خوف اور دنیا کي طمع ' دونوں قسم کے ہرے آسکے لیے بالکل بیکار ہو جائیں - ہم القوم الذین لا تشقي جلیسهم ' و لا یستوحش انیسهم ' قد بالوا مطالبهم برفع اکفهم الی خالقهم ' لا یحتاجون في حوائجهم الا الیه ' و لا یعولون في مقاصدهم الا علیه ! و للہ در ما قال

و نبئت لیلی ارسلت بشفاعة * الی ' فهلا نفس لیلی شفیعها

ا اکرم من لیلی علی ' فلرتجی * به الوصل ' ام کنت امرء لا اطیعها

فصل

یہ تو اوائل کا حال تھا - عہد متاخرین میں بھي دیکھو تو ظہور عزیمۃ دعوۃ و تجدید امت کي تو العجبیں کا ہمیشہ ایسا هي حال رہا - آٹھویں صدي ہجري کے اوائل میں جب دعوۃ عامۃ امت ' و تجدید شریعت ' و احیاء السنۃ بعد موتها ' و اخماد البدعۃ بعد شیوعها و ارتفاعها کي روح القدس نے آیۃ من آیات اللہ ' و حجۃ قائمۃ من حجج اللہ ' شیخ المصلحین و ملاذ المجددین ' سند الکاملین ' و امام العارفین ' وارث الانبیاء ' و قدوۃ الاولیاء ' حضرۃ شیخ الاسلام تقي الدین ابن تیمیہ رضي اللہ تعالی عنہ کے وجود مبارک میں ظہور کیا ' اور عہد اواخر کے تمام مسالک دعوۃ و تجدید کي ریاست و امامۃ اور قطبیت و مرکزیۃ کا مقام اس مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا ' تو کیا اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور کوئي عالم حق نہ تھا ؟ تاریخ اسلام میں اس عہد کي جسقدر تفصیلات ملتي ہیں ' کسي عہد کي نہیں ملتیں اگرچہ عربي خلافۃ کے نکلي اختتام ' اور فتنۂ عظیمۂ یاجوج و ماجوج (یعنی تاتار) کے من کل حدب ینسلون ' اور تعدد مذاهب ' و تشتت جماعت ' و شیوع بدعات ' و استیلاء تقلید ' و سد باب نظر و اجتہاد کے مفاسد و مصائب اس زمانے میں پوري طرح ظہور کرچکے تے ' اور مسلمانوں کے علمي

میں اپنے مکان میں اپنے ہاتھہ سے اسقدر کشتکاری کرلیتا ہوں جو میری ضروریات کیلیے کافي ہے (۱) اس بوجھہ کو اٹھاکر کیا کرونگا ؟ کہا گیا کہ اپنے لڑکے کو حکم دیجیے وہ قبول کرلیں - فرمایا وہ اپني مرضي کا مختار ہے - لیکن جب عبد اللہ سے کہا گیا تو انہوں نے بھي واپس کردیا - آخر مجبور ہوکر لانے والوں نے کہا کہ خود نہیں رکھنا چاہتے تو امیر المؤمنین کا حکم ہے - قبول کرلیجیے اور فقراؤ مساکین کو بانٹ دیجیے - فرمایا میرے دروازے سے زیادہ امیر المومنین کے محل کے نیچے فقیروں کا مجمع رہتا ہے - فقیروں هي کو دینا ہے تو وہیں دیدیا جاے - اس ہنگامہ کي یہاں کیا ضرورت ہے ؟ ایک مرتبہ اسحاق بن ابراہیم کے سخت اصرار سے دس ہزار درہم لے لیے تو اُسي وقت مہاجرین و انصار کي اولاد میں تفسیم کردیے :

عـدیـل همت سافي ست فطـرۂ عـرفي
که حاتم دگران رگـداے خویشتـن ست !

اُنکے لڑکے راوي ہیں کہ جب خلیفۂ متوکل اُنکي تعظیم و تکریم میں حد درجہ غلو کرنے لگا تو انہوں نے کہا " ھذا امر اشد علي من ذاک - ذاک فتنة الدین و ھذا فتنة الدنیا " یہ معاملہ تو گذشتہ معاملہ سے بھي کہیں زیادہ میرے لیے سخت ہے - وہ دین کے بارے میں فتنہ تھا اور یہ فتنۂ دنیا ہے ! یعني مصائب و محن کي آزمائش کہیں زیادہ پر امن ہے ' بمقابلۂ آزمایش نعیم دنیا و دعوۃ طمع و ترغیب کے ' اور یہ بالکل حق ہے - کتنے هي شہسواران ثبات و استقامت ہیں جو پہلے میدان آزمایش سے تو صحیح و سلامت نکل

---

(۱) حافظ ابن جوزي اور خطیب نے لکھا ہے کہ امام موصوف کا ذریعۂ معاش یہ تھا کہ اپنے مکان کی زمین میں تھوڑي سي کشتکاري کرلیتے اور اسي کے حاصل پر قانع رہتے - زراعت کي زکواۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں اُنکا عمل حضرۃ عمر کے فرمان خلافۃ پر تھا جو انہوں نے ارض سواد (عراق) کي نسبت نافذ فرمایا تھا " علی کل جریب درهماً و قفیزا " - غور کرو ' یہ حال علماء سلف کا تھا ' اور جو حال آج علماء دنیا کی دنیا پرستیوں کا ہو رہا ہے وہ معلوم ہے - یا کلون اموال الناس بالباطل - الخ

امام موصوف کا بھی وہ مقام ہے جسکی طرف بشر حافی نے اشارہ کیا تھا " قام احمد مقام الانبیاء " اور کہا کہ امام احمد کی استقامت و ثبات کی آزمائش لگاتار چار بادشاہوں نے کی " بعضہم بالضراء و بعضہم بالسراء " مامون ' معتصم ' اور واثق نے ضرب و حبس سے آزمائش کی ' اور متوکل نے تعظیم و تکریم اور عطاء و بخشش دلانا سے ' لیکن " مکان فیہا معتصما باللہ عزوجل " انکی استقامت و عشق حق پر نہ تو خوف دنیا غالب آیا اور نہ طمع دنیا ' دونوں کسوٹیوں پر انکا سونا یکساں طور پر کھرا نکلا ! و البلاء للولاء کالنار للذهب

بندگاں ہر کہ در عشق خداوند اللہ

دو جہاں را بہ تماشائے تو بفروختہ اند !

مامون و معتصم اور الواثق نے جو کچھہ کیا وہ معلوم ہے - جعفر المتوکل کا یہ حال ہے کہ اسکی خلافت بدعۃ و ارباب بدعۃ کے زوال و خسران اور سنۃ و اصحاب حدیث کے امن و عروج کا اعلان عام تھی حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ متوکل باللہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا کہ کسی طرح پچھلے مظالم کی تلافی کرے ایک بار اس نے بیس ہزار سکے بھیجے اور دربار میں بلایا - ایک بار ایک لاکھہ درہم بھیجا اور سخت اصرار کیا کہ اسکو قبول کرلیجیے لیکن ہر مرتبہ امام موصوف نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

ہوتا تھا ' مگر اب ترک حکمت و سنۃ کا جو حال ہو رہا ہے وہ اس سے بھی اشد و اہم ہے واللہ الامر بیدہ و رافع اعلام سنۃ رسولہ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل - اور یہ جو کہا کہ معتزلۂ جدید اور انکے چھوٹے بھائی ' تو ان لوگوں کا کچھہ عجب حال ہے انکو دیکھکر بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے کہ اللہ تعالی ان پر رحم کرے ! معتزلۂ قدیم علم و عمل دونوں اعتبار سے بدرجہا ان سے بہتر تھے ' اور ابو ابلیں ایک راہ رکھتے تھے

گر نہ بودے نماز کعبے لنار * آدمی جانتے کرے کچھہ تو؟

یہ مطلب المطلوبات تو کسی مرض کی دوا نہیں اور عملی زندگی سے یک قلم کورے ولہم اعمال من دون ذالک ہم لہا عاملون !

عشق و شغف سے اپنے قلب و روح کو ہمیشہ معمور و آباد رکھتے ہیں۔ و رحمۃ اللہ علی القائل و ھو ابن اعین (کما نقل الخطیب فی التاریخ) اذ یقول :

اضحی ابن حنبل محنۃ ماموۃ ۔ و بحب احمد یعرف المتنسک
و اذا رأیت لاحمد متنقصاً ۔ فاعلم بان ستورہ ستہتک !

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

کی اشاعت کی نوبت آئی تو اسمیں تفصیل ملیگی - یہاں صرف اسقدر اشارہ بس کرتا ہے کہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں لفظ " حکمت " سے مقصود سنۃ و اُسوۂ اعمال انبیاء کرام ہے - لا غیر - یہی معنی اللہ کے رسول نے " حکمت " مستعملۂ قرآن کے بتلائے ہیں - وہ معنی نہیں ہیں جو معتزلۂ قدیم اور اُنکے خوشہ چیبوں نے (مثلاً امام رازی رحمۃ اللہ علیہ) یا اُنکے چھوٹے بھائیوں نے (یعنی اکثر اشاعرہ رحمہم اللہ نے) سمجھے' اور نہ وہ معنی جسکو آجکل کے معتزلۂ جدید باسم دین الفطرۃ' اور اُنکے چھوٹے بھائی باسم مسلک حکماء اسلام و حکمت کلامی بیان کرتے ہیں - بل قالوا مثل ما قال الاولون - یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کو ایک ساتھہ دو چیزیں دی گئیں - " کتاب " اور " حکمت " - و آتیناھم الکتاب و الحکمۃ - کتاب وحی متلو ہے اور حکمت اُس نبی کی منہاج عمل و سنۃ - و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ - یہی حکمت وہ خیر کثیر ہے کہ من یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور یہی وہ چیز ہے جسکی نسبت مقدام کی روایت میں زور دیکر نبی بار فرمایا " الا' انی اوتیت الکتاب و مثلہ " تو یہ " مثلہ " ہے - یعنی کتاب اللہ اور مثل اُسکے سنۃ و اُسوۂ حسنۂ رسول اللہ :

این دو شمع اند که از یک دگر افروخته اند !

اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کی اشاعت و تبلیغ ضروری ہوئی' اُسی طرح اِسکی بھی کہ " فلیبلغ الشاھد الغائب " تاکہ ایسا نہو کہ " یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذ القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ' و ما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ " لیکن افسوس کہ ایساھی ہوا - کہا گیا کہ الزیادۃ علی الکتاب نسخ' اور نسخ ہو نہیں سکتا جبتک خبر متواتر نہو' اور خبر متواتر بشروطہٖ کالمعدوم - پس ما وجدتم فیہ کے سوا اور کچھہ نہیں - یہ پچھلے وقتونکی بات ہے جبکہ معاملہ اس سے آگے نہیں

کہ اُنکا طریقہ بو تاویل و راے کي عقلمندي سے خالي اور محض ظاہر پرستي اور بے دانشي و بے علمي کا مجموعہ ہے حتی کہ الرحمن علی العرش استوی اور ید و علو و نزول کے دقیق و فلسفیانہ معانی بھي اُنکو معلوم نہ ہو اور تجسم و جہت کے اعتقاد میں مبتلا ! برخلاف اسکے عصابۂ صالحۂ کتاب و سنۃ و طائفۂ حقۂ ما انا علیہ و اصحابي کہ جمیع طرق و مذاہب مبتدعہ سے نکسو و دامن کشاں ھیں اگرچہ " ان تعض باصل شجرۃ" کي نوبت آجاے (۱) اور مبتدعین و ارباب ھواء کے تمام شعبہ ھاے تیرہ و روش ھاے نا ہموار سے بکلي پناہ ڈھونڈھتے ھیں اگرچہ اسکي وجہ سے لاکھوں کروروں انسانوں کے نزدیک مطعون و مردود ہوجائیں ' تو اُنکا حال نہ ہے کہ اس امام اهل السنۃ کي محبت و پیروي کو اپنے ایمان کي زینت اور اسے عقائد کي خوبرؤي و زیبائي سمجھتے ھیں اور اُنکے مسلک سنۃ و حکمت (۲) اور طریق محمدیۃ خالص بے مزج بدعۃ قیاس و راے کے

---

(۱) یہ وصیت کي تھي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ حذیفۃ اعلم الصحابۃ بالفتن کو کہ فاعتزل تلک الفرق کلہا و لو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت" یعني جب مسلمانوں کي ایک جماعت اور ایک سبیل نہ رہے اور بہت سے مذھبوں اور طریقوں میں بٹ جائیں تو طالب حق کو چاھیے کہ ان سارے تفرقے مذھبوں اور جماعتوں سے الگ ہوجاے اور صرف مسلم و مومن رہے - اگر ایسا کرنے میں غربت و بیکسي کي وجہ سے درختوں کي جڑ چباکر جینا پڑے ' تو اسکو بھي گوارا کرلے مگر الگ الگ مذھب بنانے والوں کا ساتھہ نہ دے ! - پوري روایت صحیحین میں ہے -

ان السلامۃ عن سلمی و جاراتہا * ان لا تمر علی حال بوادیہا !
من حام حول الحمي یوشك ان یقع فیہ

(۲) یہاں " حکمت " کا لفظ دیکھکر آجکل کے علماء ملت و مجتہدین الم الم جدید چونکلینگے کہ ظاہر پرستان حدیث و سنۃ کے مسلک کو حکمت سے کیا علاقہ ؟ ان لوگونکے نزدیک ظنون و شکوک کا نام حکمت ہے جسکو " فلسفہ " کے لفظ سے تعبیر کي جاے ' اور وہم پرستي و الحاد خفی کا نام طریق حکیمانہ ہے جسکو تطبیق عقل و نقل کے لقب سے اُسکي نمائش کی جاے ۔ لا مراء اسکي تفصیل کا یہاں ہے اگر بعمر الانسان

هي مقام پر پهنچا دیا هے - حتی که تمام آئمۂ اسلام میں یه فضل مخصوص صرف انهي کے حصے میں آیا که انکي محبت و پیروي اهل حق و سنة هونے کی دلیل تهري اور انسے انحراف بدعتي هونے کي سب سے بڑي پہچان ! الله تعالی نے انکو فدا في السنة هونے کا وه مرتبه عطا فرمایا که کمال استغراق و تفاني کي وجه سے خود انکي ذات گرامي هي یکسر سنة و اتباع سنة کا پیکر و مجسمه بنگئي - بحدیکه :

نتوان ترا و جان را بهم امتیاز کردن !

جو اس امام کے قدم بقدم چلا اس نے سنة کو پایا ' اور جس نے اسکي راه چهوڑي اس نے سنة رسول و منهج اصحاب رسول سے انحراف کیا - یه کیا تها که بڑے بڑے آئمۂ عصر کو اعتراف کرنا پڑا " اذا رائیت الرجل یحب احمد بن حنبل ' فاعلم انه صاحب سنة ! اگرکسی کو دیکهو که امام احمد سے محبت رکهتا هے تو بس جان لو که صاحب سنة هے ! خطیب نے تاریخ میں همدانی کا قول نقل کیا هے " یعرف به المسلم من الزندیق " اسي کسوٹي پر مسلم کو زندیق سے پرکها جایگا - دورقي نے کہا " من سمعتموه یذکر احمد بن حنبل بسؤ فاتهموه علی الاسلام " !

انا من اهوی ' و من اهوی ' انا * نحن روحان حللنا بدنا

فاذا ابصرتني ' ابصرته * و اذا ' ابصرته ' ابصرتنا !

و یقرب من هذا ما قیل بالفارسیة :

جذبۂ وصل بحدیست میان من و تو

که رقیب آمد و پرسید نشان من و تو

امام موصوف کے متعلق اسي حقیقت کو مزاحم الخاقاني نے ایک قطعه میں نظم کیا تها :

لقد صار فی الافاق احمد محنة * و امر الوری فیها فلیس بمشکل

تری ذا الهوی جهلا لاحمد مبغضاً * و تعرف ذا التقوی یحب ابن حنبل !

اور یه بالکل حق هے - آج بهي دیکهه لو - ارباب بدعة کو کبهي امام موصوف کا مسلک خوش نه آئیگا - انکي محبت سے انکا دل بالکل کورا هوگا - بلکه کهینگے

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ تجھہ سے تو یہ بھی نہو سکا !

حافظ ابن جوزی نے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے " ضربت احمد بن حنبل ثمانین سوطاً لو ضربتها فیلاً لهدته ! " احمد بن حنبل کو ایسی کوڑے ایسے سخت مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اٹھتا، مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اف تک نہ کی - جب تک ہوش رہا، ہر ضرب پر یا تو وہی جملہ زبان سے نکلتا رہا جسکے لیے یہ سب کچھہ ہو رہا تھا " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" اور یا یہ آیۃ کریمہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا !

روے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہاے ید اللہ میرسد !

یہ ہے مقام ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا ' اور یہ ہے وراثت و نیابت حقیقی و کامل فاستقم کما امرت اور انک باعیننا اور فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا کی ' اور یہ ہیں مجسم و ممثل معنی کریمۂ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ اور رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ ' الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ! کے ' اور یہ ہے وہ معاملہ کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان ! جب بندگان حق کو شیاطین و ابالیس کا وہ مکر و خدع بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلاسکتا کہ لتزول منہ الجبال تو ظاہر ہے کہ حمزے کے کوڑے اور لوہے کی دھار انکی استقامت پر کب غالب آنے والی ہے ؟ یہ تو اُسکے مقابلے میں محض ایک ابتدائی اور آزمایشی منزل ہے

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ابھی اُس خستہ کے نیروے تن کی آزمایش ہے !

فی الحقیقت حضرۃ امام موصوف کی نسبت محدثی اور کمال مرتبۂ ناسی اولوا العزم کی بھی وہ شان رجالۃ ہے جس نے اکثر تمام ائمۂ و محدثین امت کی مذہب مراتب وکمال سے بلند کرکے ایک دوسرے

تو جب ہم راہ سے گذر رہے تھے ' ایک آدمی مجھسے ملا اور کہا مجکو پہچانتے ہو؟ میں مشہور چور اور عیار ابو الہیثم حداد ہوں - میرا نام شاہی دفتر میں ثبت ہے - بارہا چوری کرنے پکڑا گیا اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں - صرف کوڑوں ہی کی مار اگر گنوں تو سب ملاکر اٹھارہ ہزار ضربیں تو میری پیٹھہ پر ضرور پڑی ہونگی - با ایں ہمہ میری استقامت کا یہ حال ہے کہ اہتک چوری سے باز نہ آیا - جب کوڑے کہا کر جیل خانے سے نکلا ' سیدھا چوری کی تاک میں چلا گیا - میری استقامت کا یہ حال شیطان کی طاعت میں رہا ہے - دنیا کی خاطر - افسوس تم پر اگر اللہ کی محبت کی راہ میں اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکو اور دین حق کی خاطر چند کوڑوں کی ضرب برداشت نہ کر - میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا - اگر حق کی خاطر اتنا بھی نہ کرسکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چور اور ڈاکو کر رہا ہے تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھہ درجہ بہتر!

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

اعتدال و قوام خلقت میں اعتدال ظاہر و باطن ' دونوں داخل ہیں - پس انبیاء کرام کے ظاہر و باطن ' دونوں میں بجز جمال و حسن و خوبروئی کے اور کچھہ نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے - مگر مجرد جمال صورت کوئی ایسی چیز نہیں جو انبیاء کیلیے موجب فخر و مباہات یا معجزہ ہو اور قرآن حکیم اسکا خاص طور پر ذکر کرے - حضرۃ یوسف کا اصلی جمال ' جمال عصمت و باطن تھا ' جسکا جلوہ قال معاذ اللہ ! ان ربی احسن مثوای کے مقام پر بھی نمایاں ہوا ' ما ھذا بشرا کے معاملہ میں بھی ' السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کے اعلان میں بھی ' یا صاحبی السجن الخ کے وعظ و اعلان حق میں بھی ' اور انی حفیظ علیم کے تحت جلال و عظمت پر بھی ! کیا وہ جمال اُنکے حسن مقدس کی جہان آرائی کیلیے بس نہیں کرتا ؟ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب !

سورۂ یوسف کی چھہ مشہور و عام غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ تھی - سورۂ مذکورہ کی تفسیر میں یہ مبحث بالتفصیل لکھا جا چکا ہے -

کرے خدا ابو الہیثم کو بخش دے! میں نے ایک دن پوچھا - ابو الہیثم کون ہے؟ کہا جس دن مجھکو سپاہی دربار میں لیگئے اور کوڑے مارے گئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵)

ولقد راودته عن نفسه فاستعصم ہاں ' بیشک ' میں نے اسکو بہت پھسلانا چاہا تھا ' مگر وہ بے قابو نہ ہوا یعنی ایسے پاک شخص کے مقابلے میں اپنی ناکامی کا اقرار باعث عار نہیں - اگر یہ معاملہ صرف محبت حسن صورت ہی کا تھا تو اس موقعہ پر یہ کہنے کا کون موقع تھا؟ ان عورتوں نے کہا تھا ان ہذا الا ملک کریم اگر وہ صرف حسن صورت ہی دیکھکر بیخود ہوگئی تھیں تو ملک کریم کیوں کہا؟ فرشتوں کی خوبصورتی کا تو شہرہ نہیں ہے - پاکی اور عصمت کا ہے - فلما سمعت بمکرہن - اگر صرف ان عورتوں نے حضرۃ یوسف کی تحقیر ہی کی تھی ' اور بنیاد ملامت صرف یہی تھی کہ ایک غلام پر کیوں جان دینے لگی اور خود انکے دل میں کھوٹ نہ تھا ' تو اسمیں مکر کی کونسی بات ہوئی؟ مکر کے معنی عربی میں یہ ہیں " ایصال الشی الی الغیر بطریق خفی " وکذالک الکید والمخادعہ - جب ان عورتوں کے خیال کو مکر کہا تو اسمیں کوئی مخفی بات بھی ضرور ہونی چاہئیے - ایک مرتبہ مجھکو خیال ہوا کہ یہ مشہور تفسیر تو خود ایک حدیث کے خلاف ہے - حضرۃ عائشہ کی مشہور روایت میں ہے کہ مرض الموت میں آپنے بلال سے کہا - حضرۃ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے کہدو - اسپر حضرۃ عائشہ نے اور پھر انکی تحریک سے حضرۃ حفصہ نے کہا " رجل اسیف " حضرۃ ابوبکر بڑے ہی رقیق القلب آدمی ہیں آپسے نہ ہوسکے گا کہ آپکی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھائیں حضرۃ عمر کیلئے فرمادیجیے - اسپر آپنے فرمایا " انکن صواحب یوسف " اگر وہی مشہور تفسیر مانلی جائے تو آپکی یہ تمثیل کسی طرح بھی درست نہیں ہوتی -

ہم ان تاویلوں سے بیخبر نہیں ہیں جو مفسرین نے کلمات کا مکر وکید ثابت کرنے کیلئے کی ہیں ' مگر اس صاف صاف تفسیر کے بعد ان تکلفات کی ضرورت باقی نہیں رہتی حضرۃ یوسف کے جمال صورت سے بھی ہمیں انکار نہیں ' اور حضرۃ یوسف پر کیا موقوف ہے؟ دنیا میں کوئی نبی بھی بد صورت نہیں آیا - انبیاء کرام فطرۃ و مزاج انسانی کا کامل ترین ظہور ہوتے ہیں - کامل فطرۃ بغیر اعتدال و قوام خلقت و کمال نشو جسم و ہیکل ممکن نہیں " وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب شدابا لا نبتہ الغلمان " اور

امام موصوف کے لڑکے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ کہا کرتے " رحم اللہ ابا الہیثم ' غفر اللہ لابی الہیثم " خدا ابو الہیثم پر رحم

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

قران میں کہیں نہیں ہے - وہاں تو صرف اس اعتراف پر معاملہ ختم ہوجاتا ہے کہ ان ھذا الا ملک کریم اور بلاغۃ قرانی کے خلاف ہے کہ ایک غیر متذکرہ و مجہول واقعہ کی طرف جانبجا اشارہ کیا جاے - پس اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی - صاف بات یہ ہے کہ ملامت کرنے والی عورتوں کے دلوں میں دراصل پہلے سے کھوٹ تھا - وہ خود حضرۃ یوسف پر ریجھی ہوئی تھیں ' مگر بظاہر امرأۃ العزیز کو طعنہ دیا کرتی تھیں کہ ایک نوخیز غلام پر مرنے لگی اور اسکو بھی قابو میں نہ لا سکی ؟ یعنی ہم ہوتے تو ایک ہی چلتر میں پاکبازی کی ساری دھوم ختم کردیتے - فلما سمعت بمکرھن جب امرأۃ العزیز نے انکی اِس مکاری کا حال سنا تو حضرۃ یوسف سے مقابلہ کرادیا کہ اچھا ' میں تو اسکو قابو میں نہ لا سکی - اگر اسکی پاکبازی ایسی ہی پھسل پڑنے والی ہے تو تم بھی اپنے سارے داؤ آزما دیکھو - جب حضرۃ یوسف سامنے آے تو اکبرنہ انکی عصمت و پاکی کی عظمت نے انکو قائل کردیا - و قطعن ایدیھن جب اظہار عشق و فریفتگی کے سارے چلتر ناکام رہے تو پھر یہ کیا کہ اپنا کمال عشق جتانے کیلیے اپنے ھات کات لیے - یعنے زخم لگا کر خون بہادیا - یہ بھی ایک چلتر تھا کہ نہ مانوگے تو یہی چھری ہوگی اور ہماری جان - لیکن جب وہ کوہ عصمت اِسپر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو بے اختیار پکار اٹھیں : ما ھذا بشرا ' ان ھذا الا ملک کریم ! ہم نے تو وہ وہ ناز و عشوہ دکھلاے اور وہ وہ چلتر کیے کہ کوئی کیسا ہی انسان ہوتا مگر اپنے کو قابو میں نہیں رکھہ سکتا تھا - لیکن یہ تو پاکی و قدوسیت کا فرشتہ ہے جسکو گناہ کا کوئی دام بھی پھنسا نہیں سکتا ! اِسپر امرأۃ العزیز بولی فذلکن الذي لمتنني فیہ - دیکھا ! یہ ہے وہ پیکر عصمت اور مجسمۂ ملکوتیۃ جسکے لیے مجکو ملامت کیا کرتی تھیں ! :

هزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آے ' کرے شکار مجھے !

خود امرأۃ العزیز کا یہ قول ہی تفسیر مشہور کی تغلیط کیلیے کافی ہے :

کہلتي الماتِ مصر نے تو صرف ہاتھ هي کات لیے تھ اکبرنہ ' و قطعن ایدیھن و قلن حاش للہ ! ما ھذا بشرا ' ان ھذا الا ملک کریم (۱) لیکن عجب نہیں کہ تمہارے ہاتھوں کي چھریاں خود تمہارے هي گردنوں پر چل جائیں اور اسوقت دل بالحلکل عشق یوسفي کہتے فذالکن الذي لمتنني فیہ ! و لقد احسن القائل

لو یسمعون کما سمعت کلامہا * خروا لعزة سجداً و رکوعا !

(۱) عام طور پر یہ واقعہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورتیں حضرت یوسف کا جمال صورت دیکھکر ایسي بیخود ہوگئیں کہ پھلوں کي جگہ اپنے ہاتھ کات ڈالے ' مگر قرآن حکیم سے ایسا ثابت نہیں ہوتا - حضرة یوسف نے اس واقعہ کے بعد هي دعا مانگي و الا تصرف علي کیدھن اصب الیھن خدایا ! اگر ان عورتوں کے مکر و فریب سے تو نے نہ بچایا تو ممکن ہے کہ میں انکي جھک جاؤں یہاں ان عورتوں کے معاملہ کو " کید " کہا لیکن اگر وہ تاب نظارۂ جمال نہ لاکر بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں " کید " کي کونسي بات تھي ؟ پھر خدا فرماتا ہے فصرف عنہ کیدھن ہم نے ان عورتوں کے کید کو اسکي طرف سے ہٹا دیا - پھر قید خانے میں بادشاہ کے پیامبر سے کہا ما بال النسوة التي قطعن ایدیھن ' ان ربي بکیدھن علیم تعلي نے اس معاملہ کو صاف کرلو کہ وہ جو عورتوں نے اپنے ہاتھ کات ڈالے تھے تو اسکي حقیقت کیا تھي ؟ میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جانتا ہے ان دونوں مقامات میں بھي اس معاملہ کو کید سے تعبیر کیا اور آخري آیة میں تو صاف صاف قطع ید کو حضرة یوسف " کید " کہہ رہے ہیں - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ جب حسب تحریک حضرة یوسف بادشاہ نے ان عورتوں سے معاملہ کي تصدیق چاھي تو ان لفظوں میں پوچھا ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسہ ؟ تمھارا کیا حال تھا جب تم لوگوں نے یوسف کو پھسلانا چاہا تھا ؟ یہاں بھي " راودتن عن نفسہ " کا لفظ ہے جو ان عورتوں نے امراة العزیز کي نسبت کہا تھا تراود فتاھا عن نفسہ اور راودتہ التي ھو في بیتھا عن نفسہ اور و لقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم پس اگر وہ عورتیں صورت هي دیکھکر مسحور و بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں پھسلانے اور بہکانے کا مکر کیا تھا ؟ اگر کہا جائے کہ ہاتھ کٹنے کے بعد انھوں نے پھسلانا چاہا تھا ' تو وہ

اور پیٹھہ کا خون پانؤں تک بہہ رہا تھا ' تو اب بتلاؤ کہ وہ تمھارا رخصت والا معاملہ کیا ہوا ؟ کیا ایسي حالت میں رخصت نہ تھي کہ روزہ کھولدیتے اور نماز کیلیے اسقدر توقف کر جاتے کہ زخموں پر مرہم تو لگا دیا جاتا ؟ اور اگر تم اس عالم میں ہو کہ امن و فراغت اور طاقت و فرصت کي حالت میں بھي مصائب و خطرات سے بچنے کیلیے دعوۃ الی الحق کو ترک و ملتوي اور عزم و ثبات حق سے انحراف کیا جاسکتا ہے' اور تمھارے نزدیک مصلحت و رخصت اِسي میں ہے کہ بطلان و ضلالۃ کے آگے سر جھکا دیا جاے' تو خدا را بتلاؤ کہ یہ عالم کونسا تھا ؟ کبھي اِس عالم کي بھي کوئي خبر تم تک پہنچي ہے ؟

یاران خبر دھید کہ این جلوہ گاہ کیست ؟

افسوس ' حیلہ جوئي و بہانہ سازي کا نام تمھاري بولي میں رخصت ہے ' اور ھمت کي موت اور ایمان کي جانکني کو تمھاري بستي میں مصلحت بیني اور دانشمندي کے لقب سے پکارا جاتا ہے - تم کو اِس عالم کي کیا خبر؟ اقلیم عزائم اور ھمت آباد عشق کے معاملات تمھارے وھم و گمان سے بھي بالا تر ھیں - تمھارے لیے یہي بہت ہے کہ کسي نہ کسي طرح اپنے ایمان کي بچي بچائي اور نچي کھچي پونجي بچا لیجاؤ - اگرچہ اسکي بھي امید نہیں :

تو اے گرد توھم ! شوکت دریا چہ میداني ؟
اسیر عدر لنگی ' وسعت صحرا چہ میداني ؟

تم کہتے ہو کہ دیدہ و دانستہ اپني جان ہلاکت میں ڈالدینا کونسي عقلمندي اور کہاں کي حق پرستي ہے ؟ بلکہ ایک طرح کي ضلالۃ و جنون : حتی تکون حرضاً او تکون من الھالکین - تو تمھاري مثال ٹھیک ٹھیک ائمات مصر کی سی ہے جو جمال عصمت یوسفي سے بیخبر امرأۃ العزیز کو ملامت کیا کرتي تھیں : تراود فتاھا عن نفسہ قد شغفھا حبا - انا لنراھا في ضلال مبین - لیکن کاش ایسا ھوتا کہ پردہ اٹھایا جا سکتا اور یہ کہا جاسکتا کہ اخرج علیھن ! تو اُسوقت ملامت گران نے درد پر اپني ملامتوں کي حقیقت

ساتھیوں میں سے کس نے ایسی ھٹ کی جیسی تم کر رہے ھو؟ امام احمد نے کہا یہ تو کوئی دلیل نہ ھوئی " اعطونی شیئا من کتاب اللہ او سنة رسولہ حتی اقول بہ " عین حالت صوم میں کہ صرف دانی کے چند گھونٹ پی کر روزہ رکھہ لیا تھا ' نو تازہ دم جلادوں نے پوری قوة سے کوڑے مارے یہانتک کہ تمام پیٹھہ زخموں سے چور ھوگئی اور تمام جسم خون سے رنگین ھوگیا - خود کہتے ھیں کہ جب ھوش آیا تو چند آدمی پانی لاے اور کہا پی لو مگر میں نے انکار کردیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا - وھاں سے مجکو اسحاق بن ابراھیم کے مکان میں لیگئے - ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا - ابن سماعہ نے امامت کی اور میں نے نماز پڑھی - نماز کے بعد ابن سماعہ نے کہا : تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہہ رہا ہے ؟ یعنے دم جاری و کثیر کے بعد طہارت کہاں رھی ؟ میں نے جواب دیا " قد صلی عمر و جرحہ یثعب دماً " ھاں مگر میں نے وھی کیا جو حضرة عمر نے کیا تھا - صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں اُنہوں نے نماز پوری کی !

ابن سماعہ کے جواب میں حضرة امام نے حضرة عمر کی جو نظیر پیش کی تو یہ اُنکی تشفی کیلیے بس کرتی تھی ' مگر میں کہتا ھوں کہ جو خون اُسوقت امام احمد بن حنبل کے زخموں سے بہہ رہا تھا ' اگر وہ خون ناپاک تھا اور اُسکے ساتھہ نماز نہیں ھوسکتی تو پھر دنیا میں اور کونسی چیز ایسی ہے جو انسان کو پاک کرسکتی ہے ' اور کونسا پانی ہے جو طاھر و مطہر ھوسکتا ہے ؟ اگر یہ ناپاک ہے تو دنیا کی تمام پاکیاں اِس ناپاکی پر قرباں ! اور دنیا کی ساری طہارتیں اِسپر سے نچھاور ! یہ کیا بات ہے کہ پاک سے پاک اور مقدس سے مقدس انسان کی میت کیلیے بھی غسل ضروری ٹھہرا کہ " اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین " (۱) مگر شہیدان حق کیلیے یہ بات ھوئی کہ اُنکی پاکی شرمندۂ آب غسل نہیں " لم یصل

---

(۱) اخرجہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ -

بار بار کہہ رہا ہوں کہ عزیمۃ دعوۃ ' عزیمۃ دعوۃ ' تو یہ ہے عزیمۃ دعوۃ ' اور
یہ ہے وراثت و نیابت مقام فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل کی ' اور یہ
ہے خاصہ مرتبۂ عظیمۂ " من یجدد لہا دینہا " کا ' اور یہ ہے آں امام میں کا
صبر اعظم ، اکبر جلکی نسبت ترمذی کی روایت میں فرمایا " الصبر
فیہم کالقبض علی الجمر " تو یہی وہ لوگ ہیں جو اگر چاہیں تو گوشۂ
رحمت و بیچارگی میں امن و عافیت کے پھول چن سکتے ہیں ' لیکن وہ
پھولوں کو چھوڑ کر دہکتے ہوئے انگارے پکڑ لیتے ہیں ' اور اسی لیے انکا
اجر و ثواب بھی " مثل اجر خمسین رجلاً یعملون مثل عملکم " کا حکم رکھتا
ہے مانا کہ ضعیفوں اور درماندوں کیلئے رخصت و گلو خلاصی کی راہیں
بھی بازکھی گئی ہیں لیکن اصحاب عزائم کا عالم دوسرا ہے - انکی ہمت
عالی بھلا میدان عزیمۃ و استقبال بالاضطراب کو چھوڑ کر تنگناے رخصت و ضعف
میں پناہ لینا کب گوارا کرسکتی ہے ؟ جوانان ہمت اور مردان کارزار اس
ننگ کو کیوں قبول کرنے لگے کہ کمزوروں اور درماندوں کی لکڑی کا سہارا
پکڑیں ؟ جلکے لیے اس میں سلامتی ہے ' ہوا کرے ' مگر انکے لئے تو ایسا کرنا
ہمت کی موت ہے ' ایمان کی پامالی ہے ' اور عشق کی جبیں عزت کیلئے داغ
ننگ و عار سے کم نہیں حسنات الابرار سئیات المقربین ! رخصۃ و عزیمۃ
کی تفریق اور اعلی و ادنی کا امتیاز اصحاب عمل کیلئے ہے نہ کہ اصحاب عشق
کیلئے - عشق کی راہ ایک ہی ہے ' اور اسمیں جو کچھ ہے عزیمۃ ہی
عزیمۃ ہے ضعف و بیچارگی کا تو ذکر ہی کیا ؟ وہاں رخصت کا نام لینا
بھی کفر اور معصیت نہیں - کما قال بعض المحققین العارفین

ملت عشق از ہمہ دیں ہا جداست
عاشقاں را مذہب و ملت خداست !

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب معتصم باللہ نے جلادوں کو ضرب
تازیانہ کیلئے حکم دیا تو وہ علماء اہل سنہ بھی دربار میں موجود تھے جو
شدائد محن و مصائب کی تاب نہ لاسکے اور اقرار کرکے چھوٹ گئے - ان میں سے
ایک نے کہا " من صدع من اصحابک فی ہذا الامر ما تصنع " خود تمہارے

تھیں! (۱) ابو العباس کہتے ھیں کہ جب ہم نے یہ بات سنی تو مایوس چلے آئے کہ انکو سمجھانا بیکار ھے - یہ اپنی بات سے پھرنے والے نہیں " یہ جو میں

---

(۱) اصل حدیث کے الفاظ صحیح بخاری میں یہ ھیں " یا قریب قریب اسکے " شکونا الی رسول اللہ صلعم وھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبۃ قلنا الا تدعو اللہ لنا ؟ قال : کان الرجل فی من قبلکم یحفرلہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق ، وما یصدہ ذلک من دینہ - و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم و عصب ، وما یصدہ ذلک عن دینہ - واللہ لیتمن ھذ الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ ولکنکم تستعجلون " یہ ھجرۃ سے پیشتر کا واقعہ ھے - بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اعداء حق کے ظلم و جور کی حد ہوگئی - آپ ھمارے لیے دعا نہیں کرتے ؟ فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ھیں کہ ظالموں نے انکو گڑھوں میں کھڑا کر کے آرہ سے چیر دیا مگر اس پر بھی انہوں نے حق سے منہہ نہ موڑا ، اور ایسا ھوا کہ حق پرستوں کی کھالوں پر لوھے کی کنگھیاں پھرائی گئیں جو گوشت کو ھڈی اور پٹھے سے جدا کردیتی تھیں ، لیکن اسکو بھی انھوں نے سہہ لیا اور حق سے منہ نہ موڑا - خدا کی قسم ! دعوۃ حق کا جو کام شروع ھوا ھے وہ پورا ھوکر رھیگا ، یہانتک کہ وہ وقت قریب ھے جب یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائیگا اور بجز اللہ کے اور کسی کا خوف اسکے دل میں نہوگا (یعنی راہ میں ھر جگہ صرف مسلمان ھی ھونگے - کوئی غیر نہوگا جو حملہ کرے یا لوٹے) یہ ھونے والا ھے مگر تم جلد بازی کرتے ھو " امام بخاری باب علامات النبوۃ میں ایک دوسری حدیث عدی بن حاتم کی بھی لاے ھیں کہ " لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ " اور " لتفتحن کنوز کسری " یعنی آپ نے فرمایا : عدی ، اگر تم جیتے رہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ حیرۃ سے ایک پردہ نشین عورت تن تنہا سفر کر کے آئیگی اور کعبہ کا طواف اور اس تمام سفر میں اللہ کے سوا کوئی چیز اسکے لیے موجب خوف اور قریب ھے کہ مسلمانوں کیلیے کسری کے خزانے کھولدیے جائیں - کہتے ھیں کہ میں زندہ رھا اور دونوں باتیں میں نے اپنی آنکھوں لبن - وکنت فی من افتتح کنوز کسری !

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس !

امام موصوف کو جب قید کرکے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابو بکر الاحول نے پوچھا " ان عرضت علیک السیف تجیب ؟ " اگر تلوار کے نیچے کھڑے کردیے گئے تو کیا اسوقت مان لوگے ؟ کہا نہیں - ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان کو پادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھکر بے رعب نہ پایا " یومئذ ما نحن فی عینیہ الا کامثال الذباب " ہم عمال حکومت انکی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے ! اور یہ بالکل حق ہے - جن لوگوں کی نظروں میں جلال الہی سمایا ہو ' وہ مٹی کی ان پتلیوں کو جنہوں نے لوہا نذر کرکے کاندھے پر ڈال رکھا ہے یا بہت سا چاندی سونا اپنے جسم پر لپیٹ لیا ہے ' کیا چیز سمجھتے ہیں ؟ انکو تو خود اقلیم عشق الہی کی سروری و شاہی اور شہرستان صدق و صفا کا تاج و تخت حاصل ہے !

میں حقیر گدایان عشق را 'کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند !

ابو العباس الرقی سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ جب رقہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت گئی اور اس قسم کی روایات و نقول سنانے لگی جن سے بخوف جان تقیہ کرلینے کی رخصت نکلتی ہے امام موصوف نے سب سنکر جواب دیا کیف تصنعون بحدیث خباب ؟ ان من کان قبلکم کان ینشر احدھم بالمنشار ثم لا یصدہ ذلک عن دینہ فایسنا منہ " یعنی یہ سنکر وہ ناامید ہوگئے اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ جب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم و شدائد کی شکایت کی تو فرمایا - تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جنکے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالے جاتے تھے ' مگر یہ آزمایش بھی انکو حق سے نہیں پھرا سکتی

کي تھي اور نه شور و فغاں کي ' بلکه وهي تھي جسکے لیے یه سب کچھه هو رها تھا - یعنی " القران کلام الله غیر مخلوق " ! الله الله ! یه کیسي مقام دعوة کبری کي خسروي و سلطاني تھي ' اور وراثة و نیابة نبوة کي هیبت و سطوة که خود المعتصم بالله جسکي هیبت و رعب سے قیصر روم لرزاں و ترساں رهتا تھا ' سر پر کھڑا تھا ' جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے هوے تھا ' اور وہ بار بار کہه رها تھا " یا احمد ! و الله اني علیک لشفیق ' و اني لاشفق علیک کشفقتي علی هارون ابني ' و والله لئن اجابني لاطلقن عنک بیدي - ما تقول ؟ " یعنی و الله میں تم پر اس سے بھي زیادہ شفقت رکھتا هوں جسقدر اپنے بیٹے کیلیے شفیق هوں - اگر تم خلق قران کا اقرار کرلو تو قسم خدا کي ابھي اپنے هاتھوں سے تمھاري بیڑیاں کھولدوں - لیکن اس پیکر حق ' اس مجسمۂ سنة ' اس موید بالروح القدس ' اس صابر اعظم کما صبر اولو العزم من الرسل کي زبان صدق سے صرف یهي جواب نکلتا تھا : " اعطوني شیئًا من کتاب الله او سنة رسوله حتی اقول به " الله کي کتاب میں سے کچھه دکھلادو یا اسکے رسول کا کوئي قول پیش کردو تو میں اقرار کرلوں ' اسکے سوا میں اور کچھه نہیں جانتا !

چو غلام آفتابم همه ز آفتاب گویم
نه شبم نه شب پرستم که حدیث خواب گویم

اگر اس چراغ تجدید و مصباح عزیمة دعوة کي روشني مشکواة نبوة سے مستنیر نه تھي ' تو پھر یه کیا تھا که جب معتصم هر طرح عاجز آکر قاضي ابن ابي داود وغیرہ علماء بدعت و اعتزال سے کہتا " ناظرہ و کلموہ " اور وہ کتاب و سنة کے میدان میں عاجز آکر اپنے اوهام و ظنون باطله کو باسم عقل و راے پیش کرتے که سر تا سر یونانیات ملعونه سے ماخوذ تھے ' تو وہ اسکے جواب میں بے ساخته بول اٹھتے " ما ادري ما هذا ؟ " میں نہیں جانتا یه کیا بلا ہے ؟ " اعطوني شیئاً من کتاب الله او من سنة رسوله حتی اقول " اس تمام کائنات هستی میں میرے سر کو جھکانے والی صرف دو هی چیزیں هیں - الله کي کتاب اور اسکے رسول کي سنة - اسکے سوا نه میرے لیے کوئي دلیل ہے نه علم :

دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرلی ' بلکہ دین خالص کے قیام کی راہ میں اپنے نفس و وجود کو قرباں کردیلے اور تمام خلف امۃ کیلئے ثبات و استقامت علی السنۃ کی راہ کھول دینے کیلئے بحکم فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل اٹھہ کھڑے ہوے - انکو قید کیا گیا ' قید خانے میں چلے گئے - چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں ' پھر لیں اسی عالم میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسی کی مدد کے خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور خود ہی اونٹ سے اتریں ' اسکو بھی قبول کرلیا - بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے ' اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے - عین رمضان المبارک کے عشرۂ اخر میں جسکی طاعت اللہ کو تمام دنوں کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے ' بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھاے گئے ' اور اس پشت پر جو علوم و معارف نبوۃ کی حامل تھی ' لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوری قوۃ سے لگاکر پیچھے ہٹ جاتا اور پھر نیا تازہ دم جلاد اسکی جگہ لیتا - اسکو بھی خوشی خوشی برداشت کرلیا ' مگر اللہ کے عشق سے منہہ نہ موڑا اور راہ سنۃ سے منحرف نہ ہوے - مارنے کی ہر ضرب پر بھی جو صدا زباں سے نکلتی تھی ' وہ نہ تو جزع و فزع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶]

العاص لوگوں کو سنا رہے تھے " من بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ فلیطعہ ما استطاع " عبد الرحمن بن عبد الرب کہتے ہیں کہ میں نے اس پر سوال کیا " ان ابن عمک معاویۃ یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل و نقتل انفسنا واللہ یقول لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل " یعنی یہ جو تم آنحضرۃ سے روایت کرتے ہوکہ " جس امام کو بیعت کا ہاتھہ دیا پس چاہیے کہ اسکی اطاعت کی جاے " تو تمہارا چچیرا بھائی معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال ناحق کھالیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ ایسا نہ کرو اب بتاؤ ہم کیا کریں ؟ امیر کی اطاعت کریں یا خدا کی ؟ عبد اللہ کچھہ دیر چپ رہے پھر کہا " اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ " نیک بات میں اسکے حکم کی اطاعت کر اور خدا کی نافرمانی میں اسکا حکم نہ مان - غالباً یہ مسلم میں ہے -

حاصل ہوا - اُنہوں نے نہ تو دعاۃ فتن و بدعۃ کے آگے سر جھکایا ' نہ روپوشی و خاموشی و کنارہ کشی اختیار کی ' اور نہ صرف بند حجروں کے اندر کی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

پس آجکل کے علماء حیل و نتدکان نفس نے جو ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلیے اس حدیث کو اور علیکم انفسکم کو حیلہ بنا رکھا ہے' اور جب کبھی اُنکو علماء کے فرائض یاد دلائے جاتے ہیں تو فوراً کہدیتے ہیں علیکم انفسکم اور " علیك بنفسك و دع عنك امر العوام " تو یہ صریح قرآن و سنۃ کی تحریف ہے - اگر علیکم انفسکم کا یہی مطلب ہو تو اُس تفسیر کی نسبت کیا کہوگے جسکو حضرۃ ابوبکر صدیق نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا ؟ یہاں ایک اور دقیق نکتہ بھی ملحوظ رہے - اس حدیث اور اس قسم کی اکثر احادیث میں ایسے فتنوں کی خبر دی گئی ہے جنمیں سب سے بڑا فتنہ خلافۃ راشدہ کا انقراض اور امراء ظلم و جور کا قیام ہے جو حق و عدل کو پامال کردینگے اور سچائی کے اعلان کو جبراً و قہراً روکینگے - تو ایسے وقتوں کیلیے اگر عامۂ ناس کو یہ حکم دیا جاتا کہ ہر شخص امر بالمعروف کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو تو اسکا یہ نتیجہ نکلتا کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت پیدا ہو جاتی - ہر طرف طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی ' حکومتیں قائم نہ رہتیں ' بلاد اسلامیہ کا کوئی محافظ نہ ہوتا ' جمعۂ و جماعت کا کوئی انتظام نہ کرتا - پس ایسے وقتوں کیلیے عامۂ ناس کو یہی وصیۃ کی گئی کہ بروں کی برائی کو اُنکے لیے چھوڑدو اور اپنا دامن بچائے رہو - اگر تمہارے مسلمان حاکم ظالم و جابر بھی ہوں ' جب بھی اُن سے سرکشی و بغاوت نہ کرو - تا آنکہ کوئی داعی حق کھڑا ہو اور دعوۃ عامہ کا باب مسدود کھل جائے - اس وقت عوام کا بھی فرض ہوگا کہ اُسکا ساتھہ دیں اور نظام حق و عدل کو قائم کردیں - یہی وجہ ہے کہ اوائل بنوامیہ ہی میں تمام صحابۂ کرام اسپر منفق ہوگئے کہ عامۂ امت کو سلاطین امویہ کی اطاعت کرنی چاهیے ' زکواۃ اُنہی کو دینی چاهیے ' جمعہ اُنہی کے پیچھے پڑھنا چاهیے ' حفظ ملت و بلاد کی راہ میں نکلیں تو اُنکے علم کے نیچے جمع ہوجانا چاهیے - تا آنکہ کوئی قائم حق کھڑا ہو -

حامیان بنو امیہ اطاعت امیر کی احادیث کثرت کے ساتھہ بیان کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکے قبضہ سے نکل نہ جائیں - ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرو

تھا، اور دین الخالص کا بقاء و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا،
تو غور کرو کہ صرف امام موصوف ہی تھے جنکو حاکم و سلطان عہد ہونے کا شرف

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

مطلب نہیں ہے کہ بجز اپنے نفس کی اصلاح کے اور کسی کی ہدایت و اصلاح سے مطلب ہی نہ رکھو اور لوگوں کو گمراہی میں مبتلا ہونے دو، کیونکہ اگر ایسا ہو تو کتاب و سنۃ کے دو ثلث احکام و وصایاء بالکل بیکار ہو جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد کا دور آئے اور غالب جماعت مبتلائے منکرات و معاصی ہو، اور ہر شخص اپنی رائے پر مغرور اور دین کی طرف سے بالکل بے پروا ہو جائے تو اسوقت سب کو کنوئیں میں گرتے دیکھکر خود بھی نہ کود پڑو بلکہ گرنے والوں کو گرنے دو۔ خود اپنی راہ حق پر قائم و ثابت قدم رہو۔ انکا معاملہ انکے لیے اور تمہارا معاملہ تمہارے لیے "ولا تزر وازرۃ وزر اخری"۔ ثانیا، اگر "دع عنک امر العوام" کا یہ مطلب مان بھی لیا جائے کہ لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دو، جب بھی یہ رہی عامۂ ناس کیلیے رخصت کا پہلو ہوگا اور عزیمۃ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی میں ہوگی، چنانچہ اسی روایت میں اسکے بعد فرمایا "فان من ورائکم ایاما، الصبر فیہن کالقبض علی الجمر، العامل فیہن مثل اجر خمسین رجلا یعملون مثل عملکم" یعنی یہ جو کہا کہ اسوقت اپنے وجود کو بچانا اور عوام کو انکے حال پر چھوڑ دینا، تو اسلیے کہا کہ ظلم و مصائب کے بڑے سخت دن آنے والے ہیں۔ اسوقت حق کی راہ میں صبر کرنا ایسا سخت ہوگا جیسے انگاروں کو ہاتھ میں لینا، پس جو شخص ایسے دنوں میں بھی عمل حق سے باز نہ آیا، اسکے لیے تم جیسے پچاس آدمیوں کے اعمال کا ثواب ہوگا، اس سے واضح ہوگیا کہ چونکہ شر و فتن میں ان لوگوں کیلیے بڑے ہی سخت مصائب و محن ہونگے جو حق کے اعلان و دعوۃ کی راہ میں قدم اٹھائینگے، اور انکو برداشت کرنا ہر شخص کا کام نہیں، اسلیے عامۂ ناس کیلیے یہ حکم دیا کہ کم سے کم اپنا دامن ہی بچا لیجائے۔ دوسروں کے پیچھے نہ پڑو کہ ایمان بڑی ہی آزمائش اور ابتلا میں ہے۔ پھر اگر اولو العزم ان آزمائشوں میں پورا اترے تو فرمایا کہ اسکے اجر و ثواب کا کیا پوچھنا؟ اسکا ایک عمل و صبر پچاس اصحاب عمل کے مقابلے میں رکھا جائیگا کہ کام جیسا سخت ہو اسی کے مطابق مزدوری بھی ملنی چاہیے۔

بند ہو جانا کہ " لا یرون فیه الشمس ابدا " کو قبول کرلیں - بہتوں کے قدم تو ابتدا ہی میں لڑکھڑا گئے - بعضوں نے ابتدا میں استقامت دکھلائی لیکن پھر ضعف و رخصت کے گوشے میں پناہ گیر ہوگئے - عبد اللہ بن عمر القواریری اور حسن بن حماد امام موصوف کے ساتھہ ہی قید کیے گئے تھے ' مگر شدائد و محن کی تاب نہ لا سکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے - بعضوں نے روپوشی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجائیں - کوئی اسوقت کہتا تھا " لیس هذا زمان حدیث ' انما هذا زمان بکاء و تضرع و دعاء کدعاء الغریق " یعنی یہ زمانہ درس و اشاعت علوم و سنۃ کا نہیں ہے - یہ تو وہ زمانہ ہے کہ بس اللہ کے آگے تضرع و زاری کرو اور ایسی دعائیں مانگو جیسی سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے ! کوئی کہتا تھا " احفظوا لسانکم ' و عالجوا قلبکم ' و خذوا ما تعرفوا ' و دعوا ما تنکروا " اپنی زبانوں کی نگہبانی کرو ' اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ ' جو کچھہ جانتے ہو اسپر عمل کیے جاؤ ' اور جو برا ہو اسکو چھوڑ دو ! کوئی کہتا " هذا زمان السکوت و ملازمۃ البیوت " یہ زمانہ خاموشی کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کر کے بیٹھہ رہنے کا (۱) جبکہ تمام اصحاب کار و طریق کا یہ حال ہو رہا

---

(۱) یہ باتیں بھی اپنے مقام و رنگ میں ٹھیک تھیں اور ہرگز موجب قدح نہیں - ارباب رخصۃ کیلیے اسی میں امن و سلامتی ہے - یہ مقام بھی ان لوگوں پر بدرجہا مزیۃ و فضیلت رکھتا ہے جو خود اپنے اعتقاد و عمل کی بھی محافظت نہ کرسکے ' اور ہر حال میں اصلاح نفس مقدم ' لکن ارباب عزیمۃ کا مقام دوسرا ہے - اصحاب رخصت کی نہایۃ انکے لیے بدایۃ کا حکم رکھتی ہے ' اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے معاملات سب کیلیے نہیں ہوسکتے - و کلا وعد اللہ الحسنی اور و لکل وجهۃ هو مولیها فاستبقوا الخیرات - اور یہ جو ترمذی (یا ابو داؤد) میں ہے کہ ابو امیہ شعبانی نے ابو ثعلبہ سے یا ایها الذین امنوا علیکم انفسکم کی نسبت پوچھا تو انہوں نے آنحضرۃ سے روایت کی " ایتمروا بالمعروف و انتهوا عن المنکر ' حتی اذا رایتم شحا مطاعا و هوی متبعا و دنیا موثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایه ' وعلیك بنفسک و دع عنک امر العوام " تو اول تو " علیک بنفسک " کا یہ

و القواطع - اور اسي لیے دعوۃ خاتم الادیان و مکمل الشرائع کي نسبت اکثر خطبات نبویہ میں یہ اعلان عام پاتے ھو کہ اسکا ظہور کرۂ ارضی کے کمال جہل و فقدان علم کے وقتوں میں ہوا - یعنی اسلیے ہوا تاکہ علم و نور سے دنیا کو بھرپور کردے' اور علم و نور نہیں ہے مگر یقین اور زوال شک و ریب - علی الخصوص اولین خطبۂ جمعہ بالمدینہ میں فرمایا: "ارسلہ بالهدي و النور و الموعظۃ' علی فترۃ من الرسل' وقلۃ من العلم' و ضلالۃ من الناس" الخ اخرجہ الحاکم علی شرط الصحیحین و الطبري في تاریخہ - پس ظاہر ہے کہ جن تمام نہاد علوم کا ما حصل خود ظلمت ظن و شک اور کوری وهم و رائے سے زیادہ نہیں' وہ مریضان یقین و اعتقاد کیلیے کیونکر نسخۂ شفا ہوسکتے ہیں؟ اور جو خود سرگشتۂ راہ اور واماندۂ کار ہے' وہ دوسرے گم کردہ راہوں کي کیا رہنمائي کر سکتا ہے؟

جو هر طینت آدم زخمیر دگرست
تو توقع زگل کوزہ گران مي داري

بل هم في شک منها' بل هم منها عمون (نمل) مرض کا ازالہ دوا سے ہو سکتا ہے نہ کہ خود تولید مرض سے - اگر دنیا کا اصلی مرض "یقین" اور "بصیرۃ" سے محرومی ہے اور شک و گمان کي ہلاکت' تو اسکا علاج وہ کیونکر کرسکتے ہیں' جنکا خود اعلان یہ ہے کہ ہمارا منتہاء فکر و ادراک اس سے زیادہ نہیں کہ "لا ادري و لا اعلم" ہم نہیں جانتے اور نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہے اور کس لیے ہے؟ یعني تحکم و شهدوا علی انفسهم وہ خود اپنے منتہاء معرفہ کو جہل سے زیادہ نہیں بتلاتے' ان نظن الا ظنا و ما نحن بمستیقنین

معلوم شد کہ هیچ معلوم نہ شد!

اسکا علاج اور نسخۂ شفاء لما في الصدور تو صرف اسی اعلم الحقائق و اعرف العلماء کے دارالشفاء وحی میں مل سکتا ہے جو شک کي جگہ یقین کا' ظلمت کي جگہ نور کا' عدم علم کي جگہ علم و بصیرۃ کا' ظن و قیاس و گمان کي جگہ بینۂ و حجۃ کا' برہان و فرقان کا' اور تبیانا لکل شي اور عروۃ الوثقی کا' عرصہ "لا ادری" اور "لا اعلم" کي جگہ

ثاني عطفه ليضـــل عن سبيل الله (حج) اور هل عند كم من علم فتخرجوه لنا ؟ اور افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله و اتبعوا اهوائهم ؟

[بقيه نوٹ صفحه ۱۶۲]

صحت و تندرستي نفس كا مقـــام هے ' مگر اس میں شبهه نہیں كه اسكا ابتدائی مقام بوجه قرب اسفل ' بيماري كي حالت میں داخل هے اگرچه بہر حال هلاكت سے محفوظ - يه حال هر درمياني درجه كا هوا كرتا هے - اسكا ايک سرا اگر مافوق سے متصل هوتا هے تو دوسرا ماتحت سے - اور اسي بنا پر قرآن نے بلحاظ سعادت و شقاوت عمل بهي تين هی قسمیں کی هیں - ایماں - کفر - نفاق - کیونکه حالتیں بهي صرف تین هي هیں - چوتهي کوئی نہیں - زندگی - بیماري - موت - اور اسي لیے مقام بهي تين هوے - دار المقام جنت - اعراف - سعیر و جہنم - اور یه معلوم رهے که یہاں نفاق سے مراد صرف نفاق اعتقادي هي نہیں هے بلکه عملي بهي ' کیونکه جسطرح ایمان و اسلام اعتقاداً و عملاً دونو طرح هے - الایماں بضع و ستون شعبة الخ وکذالک الکفر ' ولہذا قالوا کفر دون کفر ' اسي طرح نفاق کي بهي دو قسمیں هیں - اعتقادي اور عملی - مدینه کے منافق جو قریش ویہود سے سازباز رکهتے تهے ' فنا هوگئے ' مگر نفاق اور منافقین کا وجود بدستور باقي هے جسطرح کفر اور ایمان کا - اور باقي رهیگا - " اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً و من کانت فیه خصلة منهن ' کانت فیه خصلة من النفاق " (بخاري) " ولو صلي و صام و زعم انه مسلم " یه ساري باتیں جو اس مبحث میں لکهي گئیں ' محض ارقبیل اشارات هیں - ورنه

" گر نویسم شرح آن بیحد شود * مثنوي هفتاد من کاغذ شود "

تفسیر البیان ان تمام مباحث کا مجمع هے - اور حقیقت ایمان و کفر و نفاق پر ایک مستقل رساله اتمام کو پہنچ چکا هے - اور یه جو کہا که قسمیں تین هیں ' تو تمام تقسیمات قرآنیه اسي پر مبني هیں ' اور جس پہلو سے اور جس گوشے میں دیکهوگے ' معلوم هوگا که تین قسموں اور درجوں سے کوئی معامله اور سلسله خالی نہیں - اگر نظر دقت و تفکر سے کائنات هستي کا مطالعه کروگے تو معلوم هوگا که قانون الہی عالم هستي میں کچهه ایسا هی واقع هوا هے - هر نوع اور هر حالت کے لیے تین کا عدد جامع افراد اور مکمل و متمم کار هے - یہی وجه هے که انبیاء کرام کے اکثر اعمال بلا قصد خود بخود تین مرتبه ضرور انجـــام پاے تهے - " و کان اذا یدعو یدعو ثلاثا - و کان

علاوہ جو کچھ ھے "یقین، برہان، بصیرۃ" اور "فرقان" نہیں ھے ۔ شک و ظن ھے - عدم علم و بصیرۃ ھے - یا تخمین و راے اور تلعب و تخرص

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۳)

ھوا - اور گناہ وہ ھے کہ اطمینان کی جگہہ تمہارے اندر چبھن اور خلش پیدا کرے، اور دلکو اسپر جماؤ اور قرار نہو - اگر سیکڑوں آدمی فتوی دیدیں کہ فلاں بات اچھی ھے لیکن خود تمہارے اندر اسپر اطمینان اور جمعیۃ خاطر نہو تو سمجھہ جاؤ کہ اسمیں کوئی کھوٹ ضرور ھے - انتہی - البتہ یہ یاد رھے کہ اس حدیث میں "قلب" کا جو لفظ آیا ھے، تو اس سے مقصود "قلب سلیم" ھے - نہ کہ سقیم و مریض - کیونکہ ذائقہ کے باب میں تندرست آدمی کا ذائقہ معتبر ھوگا - نہ کہ بیمار کا - رات بھر کے تپ صفراوی نے جسکی زبانکے ورق اصلی پر قبضہ کرلیا ھے، وہ تو شہد کو بھی چکھہ کر منہہ بنا لیگا کہ کڑوا ھے - اسکا ذوق، معیار حلاوت و تلخی نہیں ھوسکتا - اور پھر یہی معنی ھیں بعض عرفاء کے اس قول کے کہ طالب کی کامیابی کی پہچان یہ نہیں ھے کہ غفلت سے بالکل محفوظ ھو جاے - بلکہ یہ کہ غفلت پر احساس حسرت و غم اور ذکر و عمل پر وفور مسرت و شادمانی کا معاملہ مضبوط ھو جاے - تیسری قسم سعادت قلبی اور ارتقاء معنوی کا آخری مرتبہ ھے - اور اسکو قرآن حکیم نے "نفس مطمئنہ" سے تعبیر فرمایا ھے : یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی علم و یقین (و باصطلاح قرآن ایمان) کی وہ حالت جب فطرۃ اصلیہ ساری پیدا کی ہوئی بیماریوں اور مکتسبۃ و خارجیہ علتوں سے نجات پا جاے، اور قلب کا آئینۂ فطرۃ ھر طرح کے رنگوں اور کدورتوں سے پاک و صاف ھوکر اپنی اصلی چمک اور درخشندگی حاصل کرلے - غرضکہ قلب "سلیم" ھو جاے کہ نجات کامل اور سعادت دارین کا مستحق بجز اسکے اور کوئی نہیں - مطلوب و مقصود اصلی صرف وھی ھے : یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم - سو یہ حالت اطمینان و سکون کامل اور یقین و راحت تامہ کی وہ بے میل اور بے داغ حالت ھے جس میں شک کا ایک ذرا سا دھبہ اور اضطراب و تذبذب کا ایک رائی برابر بھی داغ نہیں ھوتا - اسی لیے آنحضرۃ صلعم نے خطبۂ غزوۂ تبوک میں فرمایا " و خیر ما وقر فی القلوب الیقین و الارتیاب من الکفر" - اور قول حضرۃ ابن مسعود کہ

مرض بلحاظ علت و ظہور ہر حال میں صرف یہی ہوا کہ شک و ظلمت
اور اس عالم میں وحی الٰہی اور حکمۃ نبوۃ اور اسے ماخوذ و مکتسب کے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۲]

ران علیٰ قلوبہم ما کانوا یکسبون اور اسکا بعد مسخ و انقلاب بھی جاتا ' حتیٰ
کہ احساس و تمیز تک کا باقی نہ رہتا نہ حالت ہوجاتی کہ روشنی اور تاریکی '
سلجھا اور الجھا ' دونوں کو ایک سمجھنے لگے نہ اچھائی پر خوشی ہو
نہ برائی پر غم - سو قرآن حکیم نے اسکو " نفس امارہ " سے تعبیر کیا ہے
ان النفس لامارۃ بالسوء - اور یا وہ اس ظلمت کدہ سے قدم باہر نکلتا ہے
اور فطرۃ کی بجھتی ہوئی روشنی ٹمٹمانے لگتی ہے حتیٰ کہ احساس و امتیاز
دفعۃً جاگ اٹھتا ہے ' اور روشنی کی تمنا اور تاریکی سے بیزاری محسوس
ہونے لگتی ہے - برائی سے بچنے اور کانٹوں میں نہ الجھنے کی طاقت تو
نہیں ہوتی ' لیکن فطرۃ اصلیہ کا سروش غیبی اپنا کام شروع کردیتا ہے اسکی
صدائیں برابر سنائی دینے لگتی ہیں اچھائی اور نیکی سے وہ خوش ہوتا ہے
اور تحسین کرتا ہے ' اور بدی و بے راہی پر عکس ہوتا اور ملامت کرنے
لگتا ہے - یہ " نفس لوامہ " کی تندرستی و حصول کا مرتبہ ہے اور اسی لیے
قرآن حکیم نے اسے طرز مخصوص میں اسکی اندرونی شہادت پر انسان کو
توجہ دلائی ہے جو قانون مجازات و مکافات کی تصدیق کریں اور نتائج و
ثمرات عمل و تعریف عمل حسن و سوء کا یقین دلاتی ہے کیونکہ اگر ایسا
نہیں ہے تو ایک کام پر خوشی و سرور کا احساس کیوں ہو ' اور دوسرے کام پر
ملامت و احساس ندامت و خوف کیوں ؟ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم
بالنفس اللوامہ - یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف حدیث ابن معبد
عند احمد والدارمی میں اشارہ فرمایا ' اور جو حقیقت خیر و شر و فطرۃ انسانیہ
اصلیہ کے باب میں حاذق للطرق کے اندر ایک صحیفۂ علم اور ایک دیوان
درس حقیقت ہے ' اور اسی لیے طالب ارشاد نفس و استدلال فطرۃ کہ " البر ما
اطمانت علیہ النفس ' واطمان الیہ القلب ' والاثم ما حاک فی النفس
و تردد فی الصدر ' وان افتاک الناس وافتوک " بھی فرمایا کیا
[illegible] کی حقیقت [illegible] ہو ؟ [illegible] اسکی [illegible]
" سائلین ذلک [illegible] طلب کرو [illegible] وہ کام ہے جس
[illegible] اور دل کے [illegible] اور [illegible]

بھی کہا جاسکتا ہے ' وہ سب کچھہ ان تین لفظوں میں جمع کردیا گیا اور بتلادیا گیا - ولکن لا یعقلہا الا العالمون - و قدس اللہ روح القائل و ھو حجۃ الاسلام ابن قیم اذ یقول فی النونیۃ الکبری :

العلـم قال اللہ قال رسولہ   قال الصحـابۃ ھم اولوالعرفان
ماالعلم نصبک للخلاف سفاھۃ   بین الرسول وبین رای فلان
کلا و لا عزل النصـوص وانہا   لیست تفید حقائق الایمـان
اذ لا تفیدکم یقینـاً لا ' ولا   علماً ' فقد عزلت عن الایقان
والعلم عندکـم ینـال بغیرھا   بزبالـۃ الا فـکار و الاذھـان
سمیتمـوہ قواطعـاً عقلیـۃ   نفي الظـواھر حا ملات معان
کـلا ' ولا احصاء اراء الرجـا   ل وضبطـها بالحصر و الحسبان
کلا و لاالتاویل و التـبدیل والـتحـریف للوحیین بالبھتان
کلا ولا الا شکال والتشکیک والـوقف الذي ما فیہ من عرفان
ھذی علومکم التي من أجلها   عادیتمـونا یا اولی العرفان !

و قال شیخ الاکبر ' من جملۃ ابیات افتتح بہا الباب الثامن و ثلاث مائۃ من الفتوحات :

کل علم یشھـد الشـرع لہ   فھو علـم نبـہ فلنعتصـم
فاذا خالفـہ العقـل فقل   طورک الزم ما لکم فیہ قدم

اور سبب اسکا ظاھر ہے - قلب و روح کی جتنی بیماریاں بھی ھیں ' اصل مبدء انکا دو قسموں سے باھر نہیں - ایک قسم مرض کا نام الحاد و انکار ہے - دوسری کا توھم و سوفسطائیۃ - باقی تمام بیماریاں اسی کے اتباع و عوارض و فـروع ھیں - اور دونوں قسموں میں ظہور مرض کے علائم و آثار و عواقب مشترک ھیں - یعنی دونوں کا نتیجہ شک و جہل و اضطراب ' اور فطرۃ کی طمانیۃ اور سرور و راحت قلبی کا ازالہ - یعنی باصطلاح قرآن حکیـم " نفس مطمئنہ " (۱) کا فقدان - پس

(۱) انسان کی نفسی و قلبي حالت بلحاظ سعادت و شقـاوت تین قسموں سے باھر نہیں - یا تو نور فطرۃ کی محجوبیۃ و مظلمیۃ بمصداق کلا بل ٭

تعرفہ و امتیاز ہوا، مگر بعکم " علیکم بسنتي و سنة خلفاء الراشدین " اور و آخرین منهم لما یلحقوا بهم اور تاولئک مع الذین انعم الله علیهم الخ اور " ما انا علیه و اصحابي " معناً و حکماً جزو و کل ، اصل و فرع ، مصدر و مشتق ، یا شمس و کواکب کا سا معاملہ واقع ہوا ہے - ورسلی صرف ایک هي ہے اور ایک هي کی ہے، اگرچہ چاند سے بھي ملجاتے اور جھلملے ستاروں سے بھي

نعر یست متعد کہ باشکال مختلف

باران و قطرہ و صـــدف وگوھر آمدہ

مشتق جوئیک درنگري عین مصدرست

کلی در صفات ظاھر جزو مصمر آمدہ

و نقرب من هذا ما قیل بالعربیة

و ما البحر الا الموج لا شي غیرہ

وان فرقته کثـــرة المتعدد

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھي نہیں ، تو وہ جو کچھ ہے ، نہ تو علم ہے اور نہ شفا ، بلکہ خود جہل ہے اور مرض اگرچہ افسوس کہ اس دنیا میں زیادہ حصہ انہي مریضوں کا بستا ہے جنہوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب شفا سمجھا ہے ، اور سم قاتل سے امید حیات رکھي ہے ! اور یہ یاد رہے کہ یہي معنی ہیں سلف کے اس قول کے کہ علم نہیں ہے مگر وہ جس میں حدثنا اور اخبرنا ہو اسکے سوا جو کچھ ہے وساوس و ضلالة سے زیادہ نہیں - کما قال السیوطي رضي الله عنه

کل العلوم سوي القران مشغلة الا الحدیث و الا الفقه في الدین

العلم ما کان فیه قال حدثنا وما سوا ذاک وسواس الشیاطین

اور یہي معنی ہیں اس قول نبوی صلعم کے کہ علم صرف تین ہیں - علاوہ انکے جو کچھ ہے فضل ہے آیة محکمہ ، سنة قائمہ فریضۃ عادلہ اور یہی مقصد جوامع الکلم نبوت کا ہے کہ اس دنیا میں علم کی جو حقیقت اور اسکے حدود و مقاصد و مراتب وانواع کی نسبت جو کچھ

اس واقعہ کو معمولی سی بات سمجھکر معرضانہ آگے بڑھجائیگا - لیکن صاحب نظر و بصیرۃ اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم و اعمال کا محور و مرکز معلوم کرلے سکتا ھے -

انہوں نے ایک ایسے صاحب علم مگر مریض شک و اضطراب کو جو مدعیان علم و حکمت کی دانش فروشوں کے ہاتھوں اپنا یقین و اطمینان ضائع کرچکا تھا ' یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف حیات طیبۂ نبوت کے مطالعۂ و تفکر میں لگ جاؤ - اور گویا اسطرح بتلا دیا کہ علم و بصیرۃ کا اصلی سر چشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج مقام رسالت ھے ' جسکو قرآن حکیم نے " الحکمۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے : و من یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً - کیونکہ دنیا میں " حکمت صادقہ " کا اس " حکمت " سے الگ کوئی وجود ھی نہیں - " حکمت " یا تو خود منہاج و سنۃ نبوۃ ھے ' یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اُس سے ماخوذ اور صرف اُسی پر مبنی ہو - یہی " خیر کثیر " مبدٔ جمیع خیرات و برکات ارض و نوع ھے ' اور صرف اِسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہوسکتی ھیں - خواہ شکوک و ارتیاب کی بیماری ہو ' خواہ اوہام و انکار کی - خواہ ادعاء ادریۃ کا ہیجان ہو ' خواہ حیرانی و سرگردانی لا ادریۃ کا خمار :

ز ہر مرض کہ بنالد کسے ' شراب دہید !

کوئی بیماری ہو ' دوا صرف ایک ھی ھے :

یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا !

باقی یا تو اسماء مختلفہ ھیں اور مسمیٰ وھی ایک ھے - مثلاً " سنۃ و سیرۃ " کی جگہ " قرآن و کتاب " کا لفظ بولدیا جاے کہ نام دو ہوگئے مگر حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں - یعنی بات وھی ایک رھی - دلالۃ و تسمیہ میں تعدد ہوا - مدلول و مسمیٰ میں نہیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد !

یا پھر اُسی نسخہ کے اجزاء و توابع جیسے آثار و سیرۂ صحابۂ و سلف امت ' اور معارف و بصائر ماخوذۂ و مکتسبۂ کتاب و سنۃ کہ گو اشکال و اسماء میں

بعد ذکر عظیم الشان بادل کے آباد کرنے والوں اور مصر کے سر بفلک مناروں کے بنانے والوں کو بھی نصیب نہ ہوا (حالانکہ شاید اسی غرض سے جبل مقطم کی چٹانیں کاٹ کر چار سو ساٹھ گز کی بلندی تک پہنچادیں) وہ اصحاب کہف کے ایک بے زبان کتے کو اُس غیر فانی کتاب کی لوح محفوظ میں حاصل ہے جسکی دائمی حفاظت کی تصدیق میں خود اللہ نے اپنی ذمہ داری پیش کی ہے وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید ! وللہ درما قال

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما !

شیخ واسطی نے امام موصوف کے جو اشارات متکلمین و ارباب تاویل کے باب میں نقل کیے ہیں، انکو زیادہ تفصیل کے ساتھ انہوں نے اپنے مشہور مقالہ عقیدۃ الحمویہ میں لکھا ہے یہ وہی تحریر ہے جسکی بنا پرسب سے پہلے امام موصوف کے خلاف علماء سوء نے فتنہ اٹھایا ، اور ربیع الاول سنہ ۶۹۸ میں مبتلائے محن و آلام ہوئے یہ رسالہ مصر میں دو بار چھپ چکا ہے علامہ سفارینی نے کہ گیارھویں صدی کے کبار اصحاب اثر و اعاظم حماۃ طریق سلف میں سے ہیں، ایک ضخیم مجلد میں اسکی شرح بھی لکھی ہے، اور اُن طالبان حق و جویان حقیقت کیلیے جنکے امراض قلب و اعتقاد کو علامہ نسفی و تفتازانی و دوانی (رحمہم اللہ) کے معاجینوں نے اور زیادہ مزمن و شدید کرکے چھوڑ دیا ہو، اکسیر اعظم و دوائے مجربہ و شفاء لما فی الصدور کا حکم رکھتی ہے نفعنا بتدبرھا النفس و لمد الامس

...خدا که عارف و زاهد کسے نه گفت
در حیرتم که باده فروش از کجا شنید ؟

فصل

یہ جمل اس زمانہ میں دلیل عروج و ترقی و ...ف ہے، جو امام موصوف اور مخصوصین کے ... مبتلا ... ہیں ... ایک ... سری اتار رکھی ...

ہوے بے اختیار اس کام کی طرف دل مائل ہو رہا ہے - اگر تفسیر کے سامنے سے ذرا بھی مہلت نکلی اور حضرۃ شاہ ولی اللہ کی سیرۃ کی تکمیل سے فراغت ہوئی تو انشاء اللہ سیرۃ ابن تیمیہ و اصحابہ کی ترتیب پر متوجہ ہونگا - باقی رہا اصل مبحث تو الحمد للہ تفسیر البیان میں بہ تحت سورۂ بقرہ نہایت شرح و بسط سے لکھا جاچکا ہے' اور جستہ جستہ دیگر مقامات تفسیر میں بھی اسکی تحقیق و توضیح ہوچکی ہے' اور چونکہ مسئلہ کی اہمیت طالب انفراد بحث و استقلال نظر تھی' اسلیے گذشتہ سال ایک مستقل رسالہ " اتحاف الخلف بطریقۃ السلف " کے نام سے بھی انجام کو پہنچا - انشاء اللہ اس باب میں کافی و شافی ہوگا - اس موضوع پر بعض دیگر تالیفات بھی پیش نظر ہیں - لیکن ابھی یہی کس کو معلوم ہے کہ یہ تمام اوراق پریشان جن کو بلا فکر مال و مستقبل لکھتا جاتا ہوں' اور (بقول ابن رشد) اس شخص کیطرح جو اپنے آتش زدہ مکان کا سامان جلد جلد کھڑکی سے باہر پھینک رہا ہو' باوجود ہجوم نوازل' و انبوہ زلازل' و احاطۂ حوادث' و تشتت بال' و بے سر و سامانی حال' جسقدر بھی فراغ خاطر ساتھہ دیتا ہے' صحبت قرطاس و قلم و تسوید واردات و افکار میں کمی نہیں کرتا' کبھی جمعیت و ترتیب اور صورت انطباع و اشاعت بھی نصیب ہوگی یا نہیں ؟ البتہ مزدور کا کام محنت ہے' اور چاکر کا چاکری - بعد کی فکر نہ ہمکو کرنی چاہیے' اور نہ کرنے سے کچھہ حاصل :

که خواجه خود روش بنده پروری داند !

واللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثی و علیہ فلیتوکل المتوکلون !

یہ سب کچھہ جو ہو رہا ہے' اگر ایک ذرۂ اخلاص و صداقت بھی رکھتا ہے' تو پھر نہ خوف زیان ہے اور نہ خدشۂ ضیاع' اور انشاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کا معاملہ ارباب عمل کیلیے ہر وادی اور ہر گوشۂ کار میں کار فرما - شاہان عالم کے بنائے ہوے محل مٹ گئے اور قوموں کے آباد کیے ہوے شہر ویران ہوگئے - کان لم یغنوا فیہا - لیکن اصحاب اخلاص کا ایک کلمۂ حق اور ایک نقش صدق بھی لوح عالم سے محو نہ ہو سکا - حتی کہ جو

مرتبہ میں یکساں اور اسلئے گو انکا ظہور دور متاخرین میں ہوا، لیکن بلحاظ
مرتبہ و معرفت کے داخل صف اوائل و اسلاف امۃ و مصداق منہم
و آخرین منہم لما یلحقوا بہم - اور پھر اسی لیے سلسلۂ اصلاح و تجدید
امۃ میں انکی دعوۃ خلف کیلیے واسطۃ العقد کا برزخ جامع ہوگئی جو
خلف کو سلف سے جوڑتی اور اواخر پر اوائل کے فیضان و برکات کا دروازہ
کھولتی ہے - اور یہی بات ہے کہ عہد آخر کے تمام معاملات و کاروبار تجدید
و دعوۃ کی فاتحۃ و مطلعۃ الٰہی کے سپرد ہوگئی - و ما احسن ما قال الشیخ
بدر الدین بن عمر المعطی فی رسالۃ رحمۃ اللہ علیہما

فلئن تأخر فی القرون للناس
فلقد تقدم فی العلوم امام !

بہر حال اصحاب تاویل و رائے اور متکلمین و اتباع فلاسفہ کی بے حاصلی
و نامرادی، اور سلف امۃ و اصحاب عوارف کے مذہب حق و طریق حکمت
اور عقلیات صادقہ و کاملہ کے اثبات و نصرت میں امام ابن تیمیہ کے مباحث
و مقالات اور براہین و قواطع کا عالم ہی دوسرا ہے، اور افسوس امت کی
محرومی و درماندگی پر کہ صدیوں سے یہ خزائن معارف و کنوز حقائق
موجود ہیں، مگر کوئی انکا شناسا و عارف پیدا نہوا بلکہ ہمیشہ غفلت و جہل
اور تعصب و جمود کی تاریکیوں میں مدفون و مجہول رکھا گیا - و هذا
لیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وکم من لؤلؤۃ قد رموا العمی و الظلام عن
قوس واحدۃ ! علی الخصوص آجکل مسلمانوں میں جس ذلت و غفلت نے سر
اٹھایا ہے، اور احکام بل قالوا مثل ما قال الاولین کے تمام فتنے اکٹھے ہوکر پلٹ
آئے ہیں جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوچکے ہیں،
اسکے لحاظ سے تو آج معارف ابن تیمیہ سے بڑھکر اور کوئی چیز مطلوب و
مقصود وقت نہیں - البتہ ضرورت بہت کچھ اضافۂ مطالب، و تسہیل اجمال
و توضیح اشارات، و ضبط و ترتیب ابحاث و التقاط کی ہے اور ایسا بہترین
عمل و مواد امام ابن تیمیہ کے اصحاب و تلامذہ کی سعی و مولفات عمدہ
میں ملسکتا ہے اس سعی کا حاصل مرتبہ تو تھا لیکن ان سطور کو لکھتے

کي هے اور لکھا هے که گو ماخذ اسکا تهذیب ابن هشام هے لیکن حسن ترتیب و اضافۂ فوائد کے لحاظ سے مستحق ترجیح هے -

فصل

شیخ عماد الدین واسطي (رح) نے امام موصوف کي جس صحبت کا ذکر کیا هے تو یه مبحث منجمله ان اهم ترین مباحث شریعة اور دقیق ترین مقامات معارف کتاب و سنة کے هے ' جنکي کشف و تحقیق اور بحث و تنقیب امام ابن تیمیه کے مخصوص معارف میں سے هے - بلکه انکے منصب تجدید و امامة في الدین کا اصلي جوهر اور انکے تمام علوم و مقالات کا روح الروح اور صفوة المقال یهي مقام هے - حقیقت اگرچه سلف کے یہاں حالاً و عملاً بحد کمال موجود تھي ' لیکن قولاً و علماً اسکو منتها درجۂ بحث و تحقیق و وضوح تک پہنچا دینا اور بطریق جوامع و کلیات و قواعد و مقالید اسکا اثبات کرنا اور اسدرجه منقح و صاف کردینا که لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً کا جمله اسپر صادق آے ' تو یه فضـــل مخصوص صرف امام موصوف اور آنکے اصحـــاب و تلامذه هي کے حصه میں آیا - اسي لیے امام ذهبی نے کہا " و لقد نصر السنة المحضة و الطریقة السلفیه و احتج لها ببراهین و مقدمات و امور لم یسبق الیها ' و اطلق عبارات احجم عنها الاولون و الاخرون " اور اسی لیے انکا مرتبۂ تجدید اور فاتحیۃ تمام مجددین و فاتحین اعصار اواخر میں سب سے بالا تر و ارفع واقع هوا - کیونکه اکثر مجددین امة کي تجدید و دعوة متعلق اعمال و فروع کے هے ' لیکن امام موصوف کي تجدید براہ راست علوم و عقائد و اصول و اساسات شریعة سے متعلق هوئي - پس جو نسبت اصل اور فرع میں هے ' وهي نسبت آنکے مرتبۂ تجدید اور دیگر مجددین امة کے مراتب میں سمجھني چاهیے -
اور پھر بسبب اکتساب فیضان نسبت جامعیة محمدي ' علم و عمل کی اور تمام شاخوں اور راهوں کا بھی آنکے مقام دعوة و تجدید نے احاطه کیا ' اور اسطرح " آنچه خوباں همه دارند تو تنہا داري " کا معامله بھي واقع هوا - ذالك فضل الله

میں انکا مسلک دوسرا تھا ' لیکن پھر دوسرا ھي رنگ جڑھگیا - اس تبدیلي کا باعث صرف امام ابن تیمیہ کي انکی صحبت ہوئي - انکي نشوؤ نماء فقہاؤ متکلمین کي جماعت میں ہوئي تھي' اسلیے جدل و خلاف اورکلام و راے کا اثر غالب تھا - مصر سے بغداد گئے تو وھاں خیالات میں توسیع ہوئي اور اپني حالت کا محاسبہ کیا تو یقین و طمانیۃ سے قلب کو خالی پایا - نتیجہ یہ نکلا کہ فقہاء و متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ہوگئے اور تصوف کی طرف توجہ ہوئي ' لیکن عامۂ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا ' اس سے طبیعت اور زیادہ مکدر ہوگئي - بالاخر دمشق آے اور امام ابن تیمیہ کي صحبت میں داخل ہوے - وہ خود بیان کرتے ھیں کہ جب پہلی مرتبہ اُنکي صحبت درس میں حاضر ہوا تو عجیب اتفاق ہے کہ علم کلام ھي کي نسبت صحبت تھي - امام موصوف فرما رہے تھے "دنیا میں متکلمین و فلاسفہ سے بڑھکر مضطرب و محروم اور اطمینان قلب و سرور روح کي لذت سے یکقلم نا آشناء اور کوئي گروہ نہیں" پھر مشاھیر فلاسفۂ قدماء و ارباب مقالات کے چند اقوال سناے جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیۃ و نامرادي اور بد حالي و بے بصیرتي کی شہادت دي ھے - اسي سلسلے میں امام رازي کے اشعار پڑھے کہ انکي مدۃ العمر کی کاوش و تعمق اور طلب و جستجو کا ما حصل یہ تھا :

لعمري لقد طفت المعاھد کلھا — و سیرت طرفي بین تلک المعالم
فلم أرالا واضعاکف حائر — علي ذقن ' او قارعا سن نادم

اورکہا کہ بعضوں نے اپني مدۃ العمر کے قیل و قال اورکیف و لم‌اذا کا حاصل یہ بتلایا ھے (دراصل اشعار بالا شہرستاني کے اور آئندہ امام رازي کے ھیں)

نہایۃ ارباب العقول عقال — و اکثر سعي العالمین ضلال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا — سوي ان جمعنا فیہ قیل و قالوا

آخر میں ایک ایسے قاطع و ارفع طریق سے جو سارے شکوں کو مٹا دینے والا اور ساري بے چینیوں سے نجات دلا دینے والا تھا ' ثابت کیا کہ حق

حقیقی اتباع اسکو کہتے ہیں' اور ایسا ہوتا ہے ! - انتہی یہ حافظ موصوف کی شہادت ہے میں کہتا ہوں کہ اسوۂ محمدی کے کامل تأسی اور علوم و معارف نبوۃ کے کامل استفاضہ کا یہی وہ مقام ہے ' جسکو اصحاب اشارات نے " نسبت محمدی " سے تعبیر کیا ہے' نیز یہ " نسبت محمدی " ہے اور " نص محمدی " کا وہ استفاضۂ تامہ جسکی نسبت صاحب فتوحات نے کہا کہ امۃ مرحومہ کیلیے قطبیۃ و ختمیۃ اور ولایۃ کبری کا منتہی مرتبہ یہی ہے اور پھر یہی وہ حقیقت ہے' جسکو بعض اصحاب اصطلاح نے " اتحاد " کے مقام سے تعبیر کیا یعنی اتباع اور تعشق و نسبۃ تا لا مثالہ کے کمال تفانی و استہلاک سے بحکم " المرء مع من احبه "

عن المرء لا تسئل ' وسل عن قرینه !

مطیع و محب کا مطاع و محبوب کے تمام صفات و خصائص سے متمثل و متخلق ہوجانا ' اور بحکم " من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما " اور " حتی تکون ھواہ تابعا لما جئت بہ " اسدرجہ اعتقاداً و عملاً استغراق محبت رسول و ترک ما سواہ کہ بحکم ومن یطع اللہ و رسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ - کامل مرتبۂ معیۃ و یکانگت سے بہرۃ اندوز و فائز المرام ہونا ' اور

فاذا ابصرتہ ' ابصرتنی

کے معاملہ کا پیش آجانا نہ وہ " اتحاد " جو ملاحدۂ حلولیہ کا اتحاد ہے اور جو فی الحقیقت انسان کے تمام مخترعہ اقسام شرک میں سے اکبر و اغلظ قسم شرک کی ہے اعاذنا اللہ منہ کیونکہ فی الاصل " اتحاد " مصطلحۂ اصحاب حق و توحید کے معنی اس سے زیادہ نہیں کہ " تخلقوا باخلاق اللہ "

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست

می برد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست !

حافظ ابن کثیر (صاحب تفسیر) نے اپنی تاریخ کبیر " البدایۃ و النہایۃ " میں الہی شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھا ہے کہ ابتدا

نہ علم میں نہ عمل میں، نہ حال میں نہ اخلاق میں، نہ اتباع حق اور نہ شیوۂ کرم وکمال حلم میں، اور نہ اللہ اور اسکے شعائر کے حفظ و قیام کی راہ میں - اور قسم خدا کی، ہمنے اپنے زمانے میں کسی کو نہ دیکھا جسکے اقوال وافعال سے ندوۂ محمدی کے انوار اور اُنکی سنہ کی روشنیاں چھن چھنکر نکلتی ہوں - اِلا ابن تیمیہ کو - اُنکو دیکھکر دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸)

ہیں - خود انکی بعض مصنفات کی اجازۃ اُنسے لی تھی، یا کسی کتاب کی سند اقرب و جید انکے پاس ہوگی، اسکی اسناد حاصل کی اور اپنے شیوخ میں شمار کیا - اس بارے میں علماء سلف خصوصاً محدثین کرام کے ذوق علم کا کچھہ عجیب حال رہا ہے - خود معاصرین باہمدگر ایک دوسرے سے اجازۃ و اسناد حاصل کرلیتے، اور کمال حق پژوہی و بے نفسی سے ایک دوسرے کو بلا تکلف اپنے شیوخ میں شمار کرتے ! - حتی کہ اگر اُنکے شاگردوں کے پاس بھی کسی کتاب کی سند ہوتی، یا کوئی عمدہ اور اقرب سلسلۂ اسناد ہوتا، تو بلا تامل اُنکے سامنے شاگردانہ بیٹھہ جاتے اور سند حاصل کرلیتے - یہ معاملہ بڑے بڑے اکابر محدثین کی نسبت منقول ہے - ابن أبی شیبہ نے وکیع کا قول نقل کیا ہے " لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن ہو فوقہ، وعمن ہو مثلہ، وعمن ہو دونہ " خود امام بخاری کا قول و عمل یہ تھا " لا یکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن ہو فوقہ و مثلہ و دونہ " نقلہ الحافظ بن حجر فی ہدی الساری - دنیا کی کسی قوم کی علمی تاریخ علم پرستی کی ایسی سچی اور پاک مثالیں نہیں پیش کرسکتی -

(مصنف نے یہاں اس نوٹ کو بہت طول دیا تھا - مسودہ کے آٹھ دس صفحوں تک برابر چلا گیا تھا - جناب مصنف اپنے جوش تحریر میں اسکی پروا نہیں کرتے، لیکن کئی کئی صفحوں کے نوٹوں کا ہونا میرے خیال میں سخت قابل اعتراض ہے، اور اصل کتاب کے مطالعہ میں اس سے بے لطفی ہو جاتی ہے - میں نے اسقدر ٹکڑہ یہاں کیلیے ضروری پایا تو رہنے دیا - باقی باب پنجم میں داخل کردیا - وہاں مولانا نے اپنے والد مرحوم کے حالات تعلیم و اسناد کتب کا مفصل حال لکھا ہے اور بعینہ یہی مبحث وہاں بھی چھڑ گیا ہے - پس ایک ہی چیز کو دو جگہوں میں بیان کرنے سے کیا فائدہ ؟ چنانچہ اس حاشیہ کا بقیہ بھی اسی مبحث میں ملا دیا گیا - اسطرح ایک مستقل فصل اس مبحث پر مرتب ہوگئی - پبلیشر)

حقیقہ ا " یعنی قسم خدا کی ' پھر کہتا ہوں کہ قسم خدا کی ' آسمان کے نیچے آج تمہارے شیخ ابن تیمیہ کا نظیر و مثیل کوئی دکھائی نہیں دیتا -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

جستجو میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور بغداد و حساء کی خاک چھانی - طلب سماع روایت و تلقی و تحمل علوم و احادیث میں سلف کا جو حال رہا ہے' اسکے سامنے یہ باتیں بھی ہیچ ہیں اور وہ اپنے مواقع پر درج ہیں - فربری کا قول مشہور ہے کہ امام بخاری سے آنکی زندگی میں نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کی سند حاصل کی' اور اسمیں ذرا بھی مبالغہ نہیں جس دن امام علی رضا نیشاپور میں داخل ہوے ' بیس ہزار آدمی آنکی خدمت میں حاضر ہوے تاکہ صرف ایک حدیث آنکے آبائی سلسلہ سے سن لیں اور اہل بیت کرام کے سلسلۂ علیہ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں حافظ ابو زرعہ اور امام مسلم بھی تھے حاکم نے تاریخ میں لکھا ہے کہ اس دن نیشا پور کا عجیب حال تھا - دن تک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں چھپ گیا - راستوں میں راہگیر ایک دوسرے کو سوجھائی نہیں دیتے تھے ا

رشک آیدم نہ روشنی دیدہ ہاے خلق
دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست ا

امام ابن تیمیہ حافظ ذہبی کے شیوخ کتب میں سے ہیں حافظ موصوف نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور مصنفات قاضی ابو یعلی و ابن بطہ و ابن ملندہ وغیرہم اکابر حنابلہ ' اور بعض دیگر مصنفات سلف کی اجازت قرأة و سماع کے ساتھ میں نے ابن تیمیہ سے لی ہے اسکے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت و اسناد بھی حاصل کی ہیں - الفقہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی اجازة جمیع مصنفات کیلیے درج کی ہے انکا ایک مشہور رسالہ رفع الملام عن الأئمة الاعلام ہے - اسکو انہی کے قلم سے لکھا ہے اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں " سمعت هذا الکتاب علی مؤلفه سیدنا الامام العلامة الاوحد شیخ الاسلام ' و مفتی الفرق ' قدوة الامة ' اعجوبة الزمان ' تقي الدین ' سید العباد ' ابي العباس احمد بن تیمیة رضي الله تعالی عنه " - حافظ عماد الدین الواسطی بھی (جنکا ذکر متن کتاب میں آیا ہے) حافظ ذہبی کے شیوخ کتب میں سے

ما رأينا في عصرنا هذا من تستجلی النبوة المحمدية وسنتها من اقواله وافعاله الا هذا الرجل - يشهد القلب الصحيح ان هذا هو الاتباع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸]

اجازہ و مناولۃ تا مصنفین حاصل کیا ہو - یا خود معاصرین و شیوخ میں جو لوگ صاحب مصنفات معتبرہ ہوتے تھے ' انکی مصنفات کو خود انکے سامنے جزءً یا کلاً پڑھتے اور سنتے تھے ' اور فوائد و تشریحات متعلقہ کے اخذ و سمع کے بعد بہ شرائط املاء و اجازۃ و مناولۃ انکی سند حاصل کرتے تھے - یہ معلوم ہے کہ کسی مصنف کی کتاب کا بطور خود مطالعہ کر لینا اور ہے ' اور خود مصنف سے اسکو سننا اور اسکے غوامض و مبانی و تشریحات کا حاصل کرنا اور ہے - " تعلیم روایت " سے مقصود یہ تھا کہ قران حکیم اور احادیث و آثار و وقائع کو حسب طریق محدثین بہ سلسلۂ اسناد تا بہ صاحب قران و حدیث صلی اللہ علیہ وسلم' یا تا بہ حاضر و سامع حاصل کرنا ' اور ایسے شیوخ حدیث سے شرائط مقررۂ محدثین کے مطابق روایت کا سننا اور تحمل جنھوں نے لقاؤ سماع و تصافح وغیرہ مختلف طریق اسناد سے روایات صحاح و مسانید و معاجم و کتب مشہورہ کو اخذ کیا ہو - اس طریق تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے اکابر و اعاظم علوم آخر عمر تک سند اقرب و جید کی جستجو میں رہتے تھے اور اسکی طلب میں سفر و غربۃ کی بڑی بڑی محنتیں اور قربانیاں گوارا کرتے تھے - " اقرب " یہ کہ سند کتاب و روایت میں از اصل مبدء تا بہ شیخ کم سے کم واسطے ہوں - " جید " یہ کہ سلسلۂ اسناد کے اشخاص علم و معرفہ اور حفظ و اتقان اور کثرت تلامذہ و شیوخ و شہرت و اعتماد کے اعتبار سے ممتاز ہوں - بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ایک اہل علم کو کسی کتاب یا حدیث کی متعدد اسناد حاصل ہیں لیکن معلوم ہوا کہ فلاں معاصر کے پاس انھی چیزوں کی سند ایسے سلسلوں سے ہے جس میں ایک واسطہ کم ہے' یا واسطۃ العقد کوئی مشہور و ممتاز شخص ہے' تو صرف اتنی سی بات کیلیے ممالک بعیدہ کا سفر اختیار کرتے یا مراسلۃ کی راہ نکالتے تھے ' اور اس سند کو حاصل کرکے چھوڑتے تھے - حافظ سخاوی نے مسند امام احمد کی ایک ایسی سند کیلیے جسمیں انکی حاصل کردہ سند سے ایک واسطہ کم تھا ' مصر سے عراق تک سفر کیا - اور حافظ ذہبی خود لکھتے ہیں کہ صحاح کی اقرب ترین اسناد کی

کرماً و حلماً ، و قیاماً في حق الله تعالی عاد الشهاب حرماته " قریب قریب ایسے هي الفاظ هیں - اسکے بعد پهر ایک موقعه پر لکهتے هیں " و والله

[بقیه نوٹ صفحه ۱۴۸]

مرویات کو بطور تصنیف کے مرتب کرنے لگے اسطرح که حلقهٔ درس میں مطالب و مسائل املاء کرتے اور ساتهه ساتهه لکهتے بهي جاتے یا پہلے مجموعه مرتب کرلیتے اور پهر اُسي کو املاء کرتے ابو علي قالي نے قرطبه میں اپنی مشہور کتاب الامالي مرتب کي اور جامع زهراء میں اسکے مطالب کا املاء کیا - اس دور کے اصحاب تصنیف جب کبهي بولتے هیں " أمللت هذا الکتاب " یا " أمللت بحفظي " یا اس حلکاں وغیره میں اکثروں کي نسبت دیکهوگے " أملي کتاب فلاں " یا " أملی کتابه " تو اس سے یہي مقصود هے آجکل کے بعض ارباب جرائد و رسائل نے اسکا مطلب نہیں سمجها اور اس قسم کي تصریحات سے بالکل غلط استدلال کر دیے دراصل " ملل " اور " املاء " کے معني پڑهنے اور بیان کرنے کے هیں بعض اصحاب لغة نے " ملة " کو بهي " أمللت الکتاب " سے ماخوذ بتلایا هے سورۂ بقره میں هے ولیملل الذي علیه الحق اور فان کان الذي علیه الحق سفیها او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل هو فلیملل ولیه بالعدل اور سورۂ فرقان کے اوائل میں قرآن کے نزول و تلاوت کي نسبت کفار کا قول نقل کیا و قالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهي تملی علیه بکرة و اصیلا - بہرحال ادب و حدیث میں طریق جمع املاء اور تمام علوم سے زیاده رائج و معمول بها البته محدثین کے یہاں " املاء " ایک مخصوص اصطلاح هوگئي - انهوں نے " سماع من لفظ الشیخ " کي دو مختلف قسمیں " املاء " اور مجرد " تحدیث " کو قرار دیا هے اور به مجموعه اقسام ثمانیهٔ تحمل حدیث عند المتأخرین (مثلاً قرأة و اجازة و مناولة و وجادة وغیرها) ایک خاص اور اعلیٰ قسم هے کما صرح به الحافظ ابن الصلاح فی النوع الرابع و العشرین - دوسری قسم " تعلم کتب " هے - اس سے مقصود یه تها که جب مبادی و اوائل علوم کي تعلیم سے فارغ هوجاتے تهے تو پهر آئمهٔ علوم کي معتبر و معتمد کتابوں کو تصحیح الفاظ و معاني و ضبط و اتقان غرائب و مشکلات و تشریح مطالب و غوامض کے ساتهه ایسے شیوخ و اساتذه کے سامنے پڑهتے اور جنهوں نے انہی شرائط کے ساتهه اُن کتابوں کو وه سلسلهٔ املا و

صاحب البلغه في الفقه باعتبار علم کے شیخ العصر اور باعتبار عمل و زهد و ورع کے بڑے بڑے اهل الله اور اصحاب طریقت کے ممدوح و مقصود تھے - حافظ ذهبي نے اُنکو اپنے شیوخ کلب (۱) میں سے شمار کیا ہے - کتاب المشتبه میں اُنکا ذکر ان لفظوں میں کرتے هیں " قال شیخنا القدوة عماد الدین الحزامي " یهي حافظ عماد الدین ایک رساله میں جو اصحاب و تلامذهٔ ابن تیمیه کے نام لکھا تھا ' لکھتے هیں " و الله ثم و الله' لم یرتحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علماً و عملاً ' و حالاً و خلقاً و اتباعاً ' و

(۱) " شیوخ کذب " کا صحیح مطلب سمجھه لینا چاهیے - اوائل میں تعلیم صرف درس و املاء ' روایت و تحدیث ' اور صحبت و حضور مجالس میں محدود تھي - اُسکے بعد تدوین علوم و ترتیب کتب کا دور شروع هوا - اسلیے تعلیم و تحصیل کي بھي مختلف صورتیں اور قسمیں پیدا هوگئیں - ازانجمله تین صورتیں هیں جنکے لیے گو خاص الفاظ وضع نهیں کیے گئے مگر انضباط و امتیاز کیلیے اگر اُنکو تعلیم علوم ' تعلیم کتب ' اور تعلیم روایات سے تعبیر کیا جاے تو بهتر ہے - " تعلیم علوم " سے مقصود وهي طریق اصلی و قدیم که بذریعهٔ درس و املاء (لکچرر) شیوخ سے علوم کي تحصیل کرنا - تمام فنون آلیه اور مهمات علوم عربیة و قرآن و سنة کي تعلیم پہلے اس طریق سے حاصل کر لی جاتی تھي - آلمهٔ علوم کي کتب امالی ایسے هی مجامع درس و املاء کے نوٹس یا لکچرز هیں - منتهیوں کیلیے اسمیں کسي مخصوص علم کی قید اور خصوصیت بھي نه تھي - اکثر اوقات اساتذهٔ علوم حسب وقت و حضور افکار مختلف علم و فن کي ملي جلي صحبتیں جاري رکھتے تھے - قاضي ابو یوسف کي امالي مخصوص نه فقه ہے ' لیکن زجاجي ' ابو علی القالي ' سید مرتضي ' قاضی عبدالجبار ' ابن فارس و غیرهم کے جو دواوین املاء اب نکل آئے هیں ' اُنمیں تفسیر ' لغة ' ادب ' تاریخ و وقائع ' مغازي و ملاحم وغیرها مختلف مباحث و مطالب پائے جاتے هیں - البته ابو علی قالي اور زجاجي وغیرہ کے یہاں غالب صحبت لغة و عربیة کي ہے - ابتدا میں ان مجامیع کی بنیاد یوں پڑي که تلامذه اپنے حفظ و یاد داشت کیلیے اساتذه کے تمام امالی یا اُنکا خلاصه لکھه لیا کرتے تھے - لیکن آگے چلکر یه چیز اسقدر مقبول هوئی که اقسام تصنیف میں سے ایک خاص قسم بنگئی ' اور خود اساتذة و علماء فن اپنی

حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ! اور معجم شیوخ میں لکھتے ہیں " نصر السنۃ المحضوظۃ حتی اعلی اللہ تعالی منارہ و جمع قلوب اهل التقوی علی محبتہ " یہ " سنۃ محفوظہ " کا علم و عمل ہی وہ نعمت عظمی ہے جو اعمال نبوۃ کا دروازہ کھولدیتی ہے حافظ برزالی کا قول شاید اوپر گزرچکا ہے " ما رأینا احداً اعلم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ و لا اتبع لهما منه " ہم نے ابن تیمیہ سے بڑھکر نہ کسی کو کتاب و سنۃ کا عالم دیکھا اور نہ عامل سبحان اللہ کیسے جامع و مانع لفظوں میں تعریف کی ہے کہ اس آدھی سطر کے اندر وہ سب کچھہ آ گیا جو ابن تیمیہ کی نسبت کہا جاسکتا تھا ایسے ممدوح کیلئے ایسے ہی مداحوں کے علم و زبان کی ضرورت تھی بس یہ چیز کہ کمال علم کتاب و سنۃ کے ساتھہ کمال عمل کتاب و سنۃ بھی جمع ہوجاے ' وہ فضل مخصوص ہے جسکے بغیر نبوۃ کا پورا پورا علمی و عملی ورثہ نہیں ملسکتا گو بقدر استعداد و استحقاق ہر سالک طریق کے حصے میں کچھہ نہ کچھہ ضرور آتا ہے معاصرین ابن تیمیہ کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ اس وراثت میں حصہ نہیں رکھتے تھے ؟ لیکن ورثہ کا پانا دوسری چیز ہے اور وہ کامل اور پوری پوری وراثت دوسری چیز ہے جسپر خلافت و نیابت اور جانشینی و قائم مقامی کا لقب صادق آجاے ولنعم ما قیل ،

بے وجہ نہیں بادۂ ہستی ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہوا تھا !

اور یہ جو کہا ' یہ صرف جوش عقیدۃ کی مداحی نہیں ہے ' بلکہ آکے معاصرین میں جو لوگ صاحب نظر و نقد تھے ' خود انکی زبانوں سے تعلیلہ بھی حقیقت نکل چکی ہے حافظ ابو العباس عماد الدین واسطی العراقی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۶]

کی راے اس تقریظ پر موقوف نہیں انکی شیفتگی و ارادت کا جو حال ہے وہ دوزۃ منہ سے ظاہر ہوتا ہے جسمیں نہایت شرح و بسط سے ترجمہ لکھا ہے ' اور معاصرین کی شہادتیں انکے فضل و کمال مخصوص پر جمع کی ہیں -

علوم سنۃ کے استحضار اور انسے دلائل و براھین کے استنباط میں انکا رسوخ و احاطہ عجیب و غریب ھے - یہانتک کہ انپر یہ بات صادق آتی ھے کہ جس

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۵]

علاوہ تذکرۃ الحفاظ میں بالاختصار اور تاریخ الاسلام کبیر میں بالتفصیل تذکرہ کیا ھے اور خصوصیت کے ساتھہ انکے ابتلا و محن اور وقعات مصریہ و شامیہ کے حالات لکھے ھیں - امام موصوف کی ایک مشہور کتاب منہاج السنہ ھے - اسکو انہوں نے مختصر کیا تھا - اسکے دیباچہ میں بھی مفصل ترجمہ درج کیا ھے - علاوہ بریں ابن تیمیہ کی اکثر مصنفات اپنے قلم سے لکھی ھیں ' اور انکے آخر میں یہ ظاہر کرتے ہوے کہ " میں نے خود مصنف سے بہ شرائط قراۃ و سماعۃ انکی اجازت لی" مختصراً تذکرۂ حالات و مناقب بھی کر جاتے ھیں - من احب شیأ اکثر ذکرہ - قول مندرجۂ متن معجم کبیر میں ھے - حافظ ابن ناصر الدین شافعی نے الرد الوافر میں اور حافظ عسقلانی و سیوطی نے درر کامنہ اور طبقات الحفاظ میں یہ تمام اقوال یکجا کردیے ھیں - نیز حافظ ابن قدامہ و حافظ عماد الدین واسطی اور ابو حفص بزار وغیرھم نے سیرۃ ابن تیمیہ میں - اور واضح رہے کہ صرف حافظ ذھبی ھی کا یہ حال نہیں ھے - الرد الوافر میں تقریباً ایک سو اکابر و مشاھیر عہد و قریب العہد کے اقوال نقل کیے ھیں جنھوں نے بالاتفاق انکے مجتہد مطلق' امام العصر ' نادرۃ الدھر' نابغۃ الاسلام ' اوحد الزمان' مجدد کتاب و سنۃ ' محی الملۃ ' انموذج الخلفاء الراشدین ' آخر الائمۃ المجتہدین ' معنی العرق ' الامام فی کل علم و فن ' اعجوبۃ علماء القرون الوسطی' ہونے کا ایسے لفظوں میں اعتراف کیا ھے جن سے زیادہ توصیف و تمجید کے الفاظ نہیں ھوسکتے ·

نہ من بران گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ھر طرف ھزار انند !

یہ حال تو معاصرین اور قریب العہد علماء کا ھے - بعد کے مورخین کا یہ حال ھے کہ الرد الوافر پر مصر و شام کے مشاھیر علماء و ائمۂ عصر نے تعریظیں لکھی ھیں - ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی عینی حنفی شارح بخاری بھی ھیں - قاضی عینی لکھتے ھیں کہ جو شخص ابن تیمیہ کے مراتب عالیۂ علم و عمل و اجتہاد و امامۃ سے انکار کرتا ھے وہ یا تو مجنون لاتعقل ھے' یا کمال سفیہ و بلید ' یا سخت شریر و حسد - حافظ عسقلانی

ذهبي نے انکے حالات میں اشارہ کیا کہ " و لقد نصر السنة المحضة و الطریقة السلفیه ' و احتج لہا ببراهین و مقدمات و امور لم یسبق الیها و اطلق عبارات احجم عنها الاولون و الاخرون " یعني ابن تیمیه نے سنة محضه اور طریقة خالصة سلف و اوائل کي حمایت کي' اور اسکے لیے ایسي دلیلوں اور مقدموں سے احتجاج کیا جو اس سے پہلے کسي سے بهي بن نه آے - یه جو کہا که " نصر السنة المحضة " تو ایک عجیب نکته کهدیا اور گویا ابن تیمیه کي پوري سوانح عمري بیان کردي - یہي وہ فصل مخصوص هے جو ذهبي و برزالي و مزي و ابن دقیق العید جیسے سورخ عهد کے سروں کو بهي ابن تیمیه کے سامنے اطفال مکاتب کي طرح جهکا رها هے - صدر اول کے بعد سے هدي سنة کا معامله بہت نازک هوگیا ' اور ایک راه " ابهام سنة " کي هوگئي اور ایک اتباع " سنة خالص و محض" کي' و القصة تطولها تو اُس عهد میں علم و عمل سنة والے ضرور تے مگر " سنة محضه و خالصه " کا مقام صرف ابن تیمیه هي کو ملا تها ' اور اسي کمال نسبة و تخلق بصفات نبوة اور بے میل و بے داغ اتباع و تفاني سنة نے انکو اعمال نبوة کي وراثت کامله و نیابة حقه کے منصب ارفع و اعلی پر پہنچا دیا تها

اے گل به تو خورسندم ' تو بوے کسے داري !

یہي حافظ ذهبي ایک دوسرے موقعه پر لکهتے هیں " و هو عجیب في استحضار السنة و استخراج الصحیح منها بحدیث یصدق علیه ان یقال کل حدیث لا یعرفه ابن تیمیه فلیس بحدیث و لکن الحاطة لله تعالی " (۱) یعني

---

(۱) حافظ ذهبي نے امام ابن تیمیه کا ترجمه ساب سے زیاده مرتبہ وں پر لکها هے هر علم پر پوري تفصیل سے حالات لکهتے هیں اور معلوم هوتا هے که لکهتے هوئے جوش ارادت و اضطراب عقیدة سے بیخود هو هو جاتے هیں سب سے زیاده تفصیلی بیان معاجم میں کی هے - یعني معجم کبیر' اوسط ' صغیر - اور چونکه به لحاظ احد سنه و اجازت مسند امام احمد ' و سماعة روایات ' و قرأة مصنفات ' امام ابن تیمیه کے شاگردوں میں داخل هیں اسلئے اپنے معجم سورخ میں انکے حالات لکے هیں ان کتابوں کے

کچھہ سمجھہ لیتا اور پرکھہ لیتا ہے ' اُسی طرح جماعت و ملت کے تمام امراض جدیدۂ و مزمنہ اور ظاہرۂ و مخفیہ کا نباضِ ہونا ' اور انسان کي ذہني و نفسي اور روحاني و معنوي بیماریوں کو بہ یک نظر نفرس پہچان لینا ' اور ٹھیک ٹھیک اُنکي حالت و استعداد اور مقتضیات کے مطابق درجہ بدرجہ علاج کرنا ' اور ہر مریض کو اُسکي حالت کے مطابق نسخہ دینا ' اعمال مہمۂ و مختصۂ نبوۃ میں سے ہے ' اور یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ میں " یزکیہم " اُسي جانب اشارۃ ' پس انبیاء کرام کے بعد یہ مقام صرف اُنھي نفوس خاصہ کو حاصل ہو سکتا ہے جو اُسوۂ حسنۂ نبوۃ اور اخلاق و صفات نبویہ کے کامل تأسي اور سنۃ سنیۂ خالصۂ و محصنہ کے کمال اتباع و تفاني سے وراثت و نیابت انبیاء و رسل کے مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں ' اور معالجۂ نفوس ' و تداوي ارواح و قلوب ' و طبابۂ اقوام و ملل کے تمام اسرار و خفایاء اُنپر اِس طرح کھل جاتے ہیں کہ بقول صاحب تفہیمات " گویا ہمہ را میان ہر دو چشم خود متمثل و متشبح می بینند ' و نہ از چشم بصیرۃ بلکہ از چشم سر مشاہدہ می کنند " کا مقام کشف و رفع حجب حاصل ہو جاتا ہے - حضرۃ شیخ جیلاني رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں اسی کي طرف اشارہ کیا ہے " ہم حراس القلوب ' جو اسیس الارواح ' الامناء علی السرائر و الخفیات ' المطلعون علی ما اضمرت بواطن العباد ' انطوت علیہ النیات " وہ دلوں کے نگران و نگہباں ' روحوں کی جاسوسی کرنے والے ' رازوں اور بھیدوں کے خزانچی ' اور سینوں کے اندر کي چھپی ہوئي باتوں اور دلوں کي تہہ کي نیتوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں !

تو اگرچہ اُس عہد میں بڑے بڑے اصحاب علم و عمل موجود تھے ' مگر " علیم بادواء النفوس " اور " الطبیب المجرب " ہوے میں اُنکا کوئی حصہ نہ تھا ' اور کچھہ تھا تو مرتبۂ قوۂ نظري سے قوۃ عملي تک نہیں پہنچا تھا - و ذلک من عمل الدعوۃ - یہ بات صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ھی کے حصے میں آئی تھی ' اور ہر عہد میں صرف ورثاء و نقباء دعوۃ و اصحاب عزائم و تجدید ھی کے حصے میں آتي ہے - یہی چیز ہے جسکي طرف حافظ

و قد علم الرحمن أن زماننا * تشعب فيه الرأي اي تشعب
فجاء بحبر عالم من سراتهم * لسبع مئين بعد هجرة يثرب
يقيم قناة الدين بعد اعوجاجها * و ينقذها من فتنة المتعصب
و جاهد في ذات الا له بنفسه * و بالمال و الاهلين و الام و الاب
و من رام حبراً دونه القوم في الورا * فذاك الذي قد رام علياء مغرب
عليم باداء النفوس يسوسها * بحكمته فعل الطبيب المجرب

آخري شعر محض شاعرانه مداحي نہیں ہے - ایک نہایت ہی دقیق نکتہ کی طرف اشارہ ہے - " علیم با داء النفوس " اور " بحکمته فعل الطبيب المجرب " یعنی مقام نبوة کي وراثت و نیابة کاملہ یہ بات کہ جس طرح ایک طبیب حاذق ہر طرح کي بیماریوں اور انکے اسباب و آثار و نتائج کو جانتا ' اور ہر عمر و مزاج کے بیماروں کا علاج کرتا ' اور کمال حذاقت و فراسة طبیہ کی وجہ سے صرف چہرہ دیکھکر یا نبض پر انگلیاں رکھکر سب

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۲]

نہیں " و لو فتحنا هذا الباب و اخذنا بقول المعاصرين بعضهم في بعض لما سلم لنا احد من الائمة بل اجل الصحابة و التابعين " اور یہ بالکل حق ہے - امام ابن عبد السلام کا قول اگر حافظ ابن الصلاح کی نسبت ہم قبول کرلیں اور حافظ ابن صلاح کا ابن عبد السلام کي نسبت ' یا حافظ سیوطی کي راے حافظ سخاوی کی نسبت مان لي جاے اور حافظ سخاوی کي سیوطی کی نسبت ' تو اسکا نتیجہ صرف یہي نکلے گا کہ ہم دونوں سے بدظن ہو جائینگے ' حالانکہ دونوں کمال حسن ظن و اعتقاد کے مستحق ہیں بڑے بڑے اعاظم علم و عمل کو اس بارے میں لغزش ہوئي ' اور ہم کو یقین ہے کہ انکی خدمات کثیرہ و عظیمۂ علم و عمل کے مقابلے میں یہ لغزش ضرور بخشدي جائیگي - ہم نے مانا کہ علم و تہي دستاں عمل کو زیب نہیں دیتا کہ ان میں سے کسی کی نسبت بہي حرف سوء نکالیں یا انکے ادب و تعظیم میں مبالغہ کریں - جنہوں نے اسرفاں کیلیے بہیں انہوں نے ایک مٹھی مٹی کی بہی بہرلی لیکن ہمارے دامن میں بجز گرد و خاک کے اور کیا ہے ؟

ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان ! و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا !

غور کرنا چاهیے که آخر وہ کیا چیز تهي جسکو یه سب بهي نه پاسکے ؟ اسکو خود شیخ ابو حیان نے امام ابن تیمیه کي ایک مجلس دیکهتے هي کهدیا تها (۱)

فام ابن تیمیة في نصر شرعتنا * مقام سید تیم اذ عصت مضر
فاظهر الحق اذ آثاره درست * و أخمد الشر اذ طارت له شرر
كنا نحدث عن حبر يجئي فها * انت الامام الذي قد كان ينتظر

تو یه جو کہا که " مقام سید تیم " اور " انت الامام الذي قد كان ينتظر " سو یہی وہ چیز ہے که اوروں کو سب کچهه ملا تها مگر یه چیز نہیں ملي تهي اور یهي هے که همیشه سیکڑوں هزاروں اصحاب طریق میں سے کسی ایک رجل الرجال هي کے حصے میں آتي هے - شیخ نجم الدین اسحاق نے اپنے مشہور بائیه میں بهي اسی چیز کی طرف اشارہ کیا تها ۔

---

(۱) یه وهي ابو حیان امام النحو و الادب هیں جنکی تفسیر بحر المحیط اور اسکا مختصر نهر مصر میں چهپ گیا هے - حافظ عسقلاني نے درر میں ذهبي سے نقل کیا هے که جب امام ابن تیمیه مصر گئے تو شیخ ابوحیان سے ملاقات هوي - پهلي هی مجلس میں اسدرجه معترف هوے که وہ بالبديهه اشعار مذکورۂ متن انکي مدح میں کهکر سناے ' اور کہا " و الله ما رأت عيناي مثل هذ الرجل " لیکن بعد کو صحبت سازگار نه هوي - نحو کے کسی مسئله کی نسبت ابو حیان نے سیبویه کا حواله دیا - ابن تیمیه نے کہا - یه سیبویه کی اُن اسی غلطیوں میں سے ایک غلطی هے جو اُس نے قرآن کے متعلق کی هیں - و ما كان سيبويه نبي النحو و لا معصوماً - اسپر ابو حیان نهایت برافروخته هوے اور پهر آخر تک مخالف رهے - حافظ عسقلانی لکهتے هیں " و صدر ذلک ذنبا لا يغفر " یهي وجه هے که تفسیر میں ایک موقعه پر امام ابن تیمیه کا ذکر اسطرح کیا هے جس سے نهایت نفرت و مخالفت ٹپکتی هے - کیا خوب فرمایا حبر الامة حضرة ابن عباس نے " استمعوا على العلماء و لا تصدقوا بعضهم على بعض ' فو الذي نفسي بيده ' لهم اشد تغايرا من التيوس في زروبها " و قال بعض الائمة - " يوخذ بقول العلماء في كل شي الا قول بعضهم في بعض " حافظ ابن عبد البر نے کتاب العلم میں یه اقوال نقل کیے هیں ' اور حافظ ذهبی نے قول العلماء بعضهم في بعض پر ایک رساله لکها اور کہا که معاصرة سے بڑهکر علماء کیلیے کوئي ابتلاء

تو وہ جو ایک چیز ہے کہ " آنے دارد " اسکے لیے کسي کا صرف خوبصورت ہونا ہي کافي نہیں خوبصورت تو ہزاروں ہوتے ہیں مگر " آن " رکھنے والے چشم و ابرو لاکھوں خوباں روزگار میں بھي ڈھونڈھے نہیں ملتے اور اگر ملجاتیں تو سمجھنا چاھیے کہ فطرة کي تربي ہي فیاضي بلکہ عمر متوقع اسراف ہے شیخ السلام ابن تیمیه کے عہد میں حسینوں اور خوبرووں کي کمي نہ تھي معاجم ذھبي اور درر کامنہ عسقلاني سے اگر اس عہد کے صرف ایسے علماء کبار کي ایک فہرست طیار کي جاے جو اپنے تبحر اور کمال علم و عمل کي بنا پر آئمۂ عصر و اساطین علوم تسلیم کیے گئے تو انکي تعداد سو سے بھي یقیناً متجاوز ہوگي صاحب الرد الوافر نے صرف اُن علماء کا ذکر کیا ہے جنھوں نے شیخ السلام کے مرتبۂ اجتہاد مطلق و امامة في الدین اور تجدید و احیاء شریعت کا اعتراف کیا اُن میں سے صرف معاصرین کو چھانٹ لیا جاے تو ساٹھہ ستر سے کم نہونگے یہ سب یقیناً حسین تھے اور بعض کي حسن و رعنائي پر تو ایک رسالہ مربعۂ و شیدا ہوا اور کتنے ہي حسیناں روزگار نے اُنسے دلربائي و دلاویزي کے عہد اور لکتے سیکھے تاہم اسکو کیا کیجیے کہ وہ جو ایک چیز حسن و خوبرو ئي سے بھي بلند تر ہے، یعنی عزیمة دعوة و تشبہ بالانبیاء کي شان و آن، تو اُسکے لیے صرف حسن طلعت و بلندي قامت ہي کافي نہیں ان باتوں کے علاوہ بھي کچھہ اور ہونا چاھیے اور وہ اُس عہد میں صرف شیخ السلام ابن تیمیه ہي کے حصے میں آیا تھا

هـــزار نکتـه درین کاروبار دلـداري ست
که نام آن نه لب لعل و خط زنگاري ست !

حافظ مزي، ابو الحجاج مزي، ابن سید الناس، ابن دقیق العید، ذھبي، ابن نصر مقدسي، ابو حیان صاحب تفسیر، ان خوباں عہد کے حسن و جمال پر کون نام دھر سکتا ہے ؟ لیکن وہ سب یک زبان ہوکر کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیه کا سا جمال ہماري آنکھوں نے دوسرا نہیں دیکھا اور انکا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ ہم جیسے انکي تعریف و توصیف کریں تو

یا اُس نادرۃ الدھر کي بے ھمتائیوں کا یہ حال تھا کہ جو نظر پڑتي تھي بے ساختہ یہی کہہ اُتھتي تھي - سورج کو کڑوروں آنکھیں دیکھتي ھیں ' لیکن ھر آنکھہ کو یہي نظر آتا ھے کہ روشن ھے - یہ تو کوئي نہیں کہتا کہ روشن نہیں ؟ پریوں کے وجود میں لوگوں کو اختلاف ھے لیکن خوبصورت انسانوں کے بارے میں سب کي رائیں متفق ھیں - ایک حسین چہرے کو جو دیکھیگا ' وھي کہیگا جو سب کي زبانوں سے نکل رھا ھے :

این نگاھیست کہ شائستۂ دیدارے ھست !

مشہودات و محسوسات میں ھمیشہ تمام ارباب انظار و احساس یک حکم و یک زبان ھوتے ھیں - یہاں اختلاف کي گنجائش نہیں - الا یہ کہ کوئي اندھا یا فاتر الحس ھو - سو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عہد میں بھي ایسے لوگ تھے جنکي نظروں پر تعصب و نفسانیت یا جہل و تقلید کا حجاب پڑ گیا تھا ' پس اُنکو وھي نظر آیا جو بند آنکھوں کو نظر آ سکتا ھے :

و ما ضر نور الشمس ان کان ناظراً * الیها عیون لم تزل دھرھا غمضا

لیکن اُنکا یہاں ذکر نہیں - اصحاب بصارت جتنے تھے ' ان سب نے بالاجماع یہي کہا " ما رأینا مثله و لا رای ھو مثل نفسه " اور یہي وہ خصائص بینۂ و باھرہ مقام تجدید و نیابۃ نبوۃ کے ھیں جنکي نسبت بار بار کہہ رھا ھوں کہ بڑے سے بڑے سر کو بھي وھاں جھکے بغیر چارہ نہیں :

وانک شمس و الملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منهن کوکب !

تم جانتے ھو کہ ایک چیز خوبصورتي ھے ' اور ایک چیز اُس سے بھي بڑھکر ھے جسکے لیے زبان کچھہ نہیں کہہ سکتي لیکن آنکھہ سمجھتي اور ذوق پہچان لیتا ھے - خواجہ حافظ نے اسکو " آن " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے :

شاھد آن نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

اور پھر جب بالکل مجبور ھوگئے تو اشارہ کرکے چھوڑ دیا :

این کہ مي گویند " آن بھتر ز حسن "
یار ما " این " دارد و " آن " نیز ھم !

حافظ ابو الحجاج مزي صاحب تہذیب جس مرتبہ کے امام الحدیث تھے '
اُسکا حال امام ذهبي کي مصنفات خصوصاً تذکرہ و معاجم اور طبقات کبری
سبکي سے معلوم ہوسکتا ہے آنکے تمام معاصرین اسپر متفق ہیں کہ وہ نہ
صرف جرح و تعدیل رجال کے امام تھے بلکہ اس فن کے اماموں کے امام
ہزاروں انسانوں کي ثقاہت و عدم ثقاہت - کا فیصلہ اُنکے منصۂ علم میں تھا -
تا ہم همہ یہ مقامات اور ہیں ' اور نسبت نبوۃ ' و نیابۃ کاملۂ منصب
رسالۃ ' و عزیمۃ دعوۃ کبری ' و تشبہ و تخلق بالانبیاء کا مقام دوسرا ہے - وہ تو اُس
عہد میں صرف اس نعمۃ هي کیلیے تھا چنانچہ خود اُنکو بھي یہي
کہنا پڑا جو اُس عہد کے تمام اصحاب حق نے کہا تھا " ما رایت مثلہ
ولا رای ہو مثل نفسہ ' و ما رایت احداً اعلم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ ولا اتبع
لہما منہ " یعنی میں نے اُنکا مثل دیکھا ' اور نہ خود انہوں نے کسي کو اپنا ہمتا
پایا - اور نہ میں نے کسي شخص کو اُنسے زیادہ کتاب و سنۃ کا علم رکھنے والا
اور کتاب و سنۃ کا اتباع کرنے والا دیکھا ! حافظ موصوف نے ایک اور موقعہ پر کہا
" لم یر مثلہ منذ اربع مائۃ سنۃ " چار سو برس سے ایسا باکمال پیدا نہیں ہوا

قمریاں پاس غلط کردہ خود مي دارند
ورنہ یک سرو دریں باغ بہ اندام تو نیست

یہاں ایک بات قابل غور ہے " ما رایت مثلہ ولا رایي ہو مثل نفسہ "
یہ جملہ اُنکے اکثر معاصرین کي زبان پر بعینہ جاري ہوا ہے - ذهبي اور
مزي کي زباني سن چکے - حافظ برزالي اور ابن حجي سے ایسا هي
منقول ہے - شیخ عماد الدین واسطي ' ابن سید الناس ' ابن نصر مقدسي '
ابن دقیق العید وغیرہم نے بھي یہي کہا الرد الوافر اور قول الجلي کے
دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ تقریباً سوہوں نے بعینہ اسي جملے کو دہرایا ہے -
اس سے معلوم ہوا کہ پہلے تو کسي عارف و جوہر شناس نے اُنکے وصف میں
سب سے پہلے یہ جملہ کہا تھا ' لیکن کچھہ ایسا صحیح و موزوں واقع ہوا کہ
تمام باکمالان عہد کي زبانوں پر خود بخود چڑھگیا

جامۂ بود کہ بر قامت او دوختہ بود !

حسب کوراہ عزیمۃ دعوۃ، و تجدید و احیاء ملت، و رفع اعلام سنۃ، و اخماد شرور بدعۃ، و کاشف و ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنۃ، و توضیح و مجالی معارف و حکمۃ نبوۃ، و اظہار بدائع محامد من اللسان و البیان، و جہاد فی سبیل اللہ بالسیف و القلم و اللسان میں میدان اپنے ہاتھ چھوڑ دیا، اور علوم و اعمال و فضائل و محامد کی ان بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوے جہاں انکے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کی بھی رسائی نہ تھی - حتی کہ خود انکے معاصرین کو بیک زبان و بیک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا "ما رأینا مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ" نہ تو ہماری آنکھوں نے انکا مثل دیکھا اور نہ خود انکو اپنا سا کوئی نظر آیا:

اے تو مجموعۂ خوبی، بچہ نامت خوانم؟

خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۂ فرش و اعجوبۃ الدہر کے اوصاف و محامد لکھتے لکھتے تھک گئے اور پر ختم نہ ہوے، تو بالآخر یہ کہکر خاموش ہو جانا پڑا "و ہو اکبر من ان ینبہ علی سیرتہ مثلی، و واللہ لو حلفت بین الرکن و المقام انی ما رایت بعینی مثلہ و انہ ما رای مثل نفسہ، لما حنثت!" انکا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلی ہے کہ مجھ جیسا شخص انکی سیرۃ و فضیلت بیان کرے - قسم خدا کی، اگر میں خانۂ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہوکر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے انکا مثل دیکھا اور نہ خود انہوں نے اپنا مثل، تو میری قسم سچی ہوگی اور میرے لیے کفارۂ یمین نہیں" ! و کفاک بالذہبی شاہداً (۱) :

نقي الدین اضحی بحر علم　　یحیب السائلین بلا قنوط
احاط بکل علم فیہ نفع　　فقل ما شئت فی البحر المحیط !

---

(۱) یہ امام ذہبی کا قول ہے، اور خود امام موصوف کے تبحر و جامعیۃ علم کا جو حال تھا، اُسکے لیے انکے شاگرد علامۂ تاج سبکی کا یہ قول کفایت کرتا ہے " و ہو رحلۃ الرحال فی کل سبیل کانما جمعت الامۃ فی صعید واحد فنظرہا !" قال فی طبقاتہ الکبری -

اسدرجہ احساں نہیں ہے جسقدر حافظ ذہبی کا - اور اگر کوئی دوسرا اس وصف میں انکا شریک ہے تو وہ صرف انکے متاخر حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں ولیس لہما ثالث یہی وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و حرائن خلف کیلیے محفوظ کردیے ' بلکہ تمام مشکلات و معضلات کار کو صاف کرکے اور ضبط و اتقان' و تہذیب و ترتیب ' و تلخیص و تشریح ' و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کرکے تمام آنے والی امت کیلیے اتباع سنۃ کی راہ بالکل سہل و آسان کردی - علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا ہے اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا ' سو علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کی خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں - یہ انہی کی جد اب جستہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہ علم مقدس اسقدر صاف و سہل ہوگیا ہے کہ طالبین عمل بالسنۃ کیلیے کسی طرح کی عذر داری و بہانہ جوئی کی گنجائش باقی نہ رہی امت کا کوئی مرد اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث پر عمل کرنا بمقابلۂ کتب جدل و خلاف و قال اقول وکذا علله بہ وکذا علله مثل کے زیادہ مشکل ہے بلکہ جس طالب صادق کا جی چاہے' آنکھیں بند کرلے اور اس صراط مستقیم پر بے غل و غش و بے خوف و خطر دوڑتا چلا جاے مہر طریقا مستقیماً ' سہلاً ' مسلوکاً ' واسعاً ' موصلاً الی المقصود و المطلوب ! و رضی اللہ عن الذہبی حیث یقول

الفقہ قـــال اللـــہ قال رسولہ * ان صح ' و الاجماع فاجہد فیہ
و حذار من نصب الخلاف جہالۃ * بین النبی و بین رای فقیہ

بس غور کرو کہ ایسے اصحاب کمال و ائمۂ علم یہ جو اس عہد میں موجود تھے ' تا ہم یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رہی ہے اور ہر صاحب بصارۃ دیکھ رہا ہے کہ مقام عزیمۃ دعوۃ کا جو ایک مقام خاص ہے ' وہ ان میں سے کسی کے حصے میں بھی نہ آیا وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیۃ ہی کیلیے تھا سب اپنے اپنے درجے کا رں میں رہگئے' لیکن انہوں نے وہ سب کام بھی انسے بہتر کیے جو وہ سب کر رہے تھے ' اور پھر ان سے بڑھکر وہ کہ

و عملی تنزل کا بیج اچھی طرح بار آور ہوچکا تھا، با ایں ہمہ ائمۂ دین اور کاملین علوم کی ایک جماعۃ کثیرہ ہر حصۂ ملک میں موجود تھی، اور علی الخصوص دیار مصر و شام تو علماء و کاملین امت سے مملوء و مشحون تھے۔ حتی کہ قاضی ابو البرکات مخزومی اپنے بائیہ میں صرف دیار شام کی نسبت کہتے ہیں:

وکان فی عصرہ بالشام یومئذ
سبعون مجتہداً من کل منتخب!

پھر یہ بھی نہیں کہ صرف ایسے ہی لوگ ہوں جنکا شمار عامۂ علماء و مشائخ میں کیا جائے، بلکہ بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم اور خواص و اعاظم نظر و اجتہاد موجود تھے جنکے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے - ابو الفتح ابن سید الناس اسبیلی، شمس الدین مقدسی، ابو العلاء انصاری السبکی، قاضی ابن الزملکانی، سید ابو المحاسن دمشقی، ابو عبد اللہ حریری، ابو العباس ابن عمر الواسطی، حافظ ابو الفداء عماد الدین، حافظ احمد بن قدامہ مقدسی، ابو اسحاق السعدی، امام برہان الدین الفزاری، حافظ صلاح الدین بعلبکی، شیخ صفی الدین بغدادی، حافظ ابن شامہ دمشقی، قاضی تقی الدین دقوقی، شیخ عمر بن الوردی، امام ابو العباس بن حجی، حافظ جمال الدین عقیلی، حافظ برزالی الاشبیلی، تقی الدین السبکی، حافظ جمال الدین المزی، امام تقی الدین ابن دقیق العید، ابو حیان صاحب تفسیر، حافظ ابو عبد اللہ الذہبی، اور انکے علاوہ بے شمار ائمۂ و اعلام عہد جنکے حالات حافظ ذہبی اور ابن قدامہ و عسقلانی کی مصنفات میں موجود ہیں - تو تم ان لوگوں کی نسبت کیا سمجھتے ہو؟ کون ہے جو ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقویٰ اور اتباع حق و سداد سے انکار کرسکتا ہے؟ علی الخصوص حافظ مزی، برزالی، ابن دقیق العید، اور حافظ ذہبی تو اس پایہ کے بزرگ تھے، کہ ان میں سے ہر شخص علوم سنۃ کا خزانہ اور حفظ و نقد کا امیر المومنین تھا - علماء حدیث متاخرین میں سے کسی مصنف کا بھی ہم اخلاف امت و بیچارگان دورۂ آخر پر

گئے ' مگر دوسری راہ سامنے آئی تو اول قدم ہی میں ٹھوکر لگی ' حالانکہ مرد کامل وہ ہے جس پر تدعون ربہم خوفاً و طمعاً کا مقام ایسا طاری ہو جائے کہ دنیا کا خوف اور دنیا کی طمع ' دونوں قسم کے حربے اسکے لیے بالکل بیکار ہو جائیں - ہم القوم الذین لا یشقی جلیسہم ' و لا یستوحش الیہم قد نالوا مطالبہم برفع اکفہم الی خالقہم ' لا یحتاجون فی حوائجہم الا اللہ ' و لا یعولون فی مقاصدہم الا علیہ ! و للہ در ما قال

و تلک لیلی ارسلت بشفاعۃ * الی ' فہلا نفس لیلی شفیعہا

ا اکرم من لیلی علی ' فتبتغی * بہ الوصل' ام کنت امرء لا اطیعہا

فصل

یہ تو اوائل کا حال تھا - عہد متاخرین میں بھی دیکھو تو ظہور عزیمۃ دعوۃ و تجدید امت کی تو العجب! کا ہمیشہ ایسا ہی حال رہا - آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں حسب دعوۃ عامۃ امت ' و تجدید شریعت ' و احیاء السنۃ بعد موتہا ' و اخماد البدعۃ بعد شیوعہا و ارتفاعہا کی روح القدس سے آیۃ من آیات اللہ ' و حجۃ قائمۃ من حججہم اللہ ' شیخ المصلحین و ملاذ المجددین ' سند الکاملین ' و امام العارفین ' وارث الانبیاء ' و قدوۃ الاولیاء ' حضرۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رضی اللہ تعالی عنہ کے وجود مبارک میں ظہور کیا ' اور عہد اواخر کے تمام مسالک دعوۃ و تجدید کی ریاست و مانعیۃ اور قطبیت و مرکزیۃ کا مقام اس مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا ' تو کیا اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور کوئی عالم حق نہ تھا ؟ تاریخ اسلام میں اس عہد کی جسقدر تفصیلات ملتی ہیں ' کسی عہد کی نہیں ملتیں اگرچہ عربی خلافۃ کے تکلی اختتام ' اور فتنۂ عظیمۂ یاجوج و ماجوج (تاتار) کے من کل حدب ینسلون ' اور تفرق مذاہب ' و تشتت جماعت ' و شیوع بدعات ' و احاطۂ تقلید ' و سد باب نظر و اجتہاد کے مفاسد و مصائب اس زمانے میں پوری طرح ظہور کرچکے تھے ' اور مسلمانوں کے علمی

میں اپنے مکان میں اپنے ھاتھہ سے اسقدر کشتکاری کرلیتا ھوں جو میری ضروریات کیلیے کافی ھے (۱) اس بوجھہ کو اٹھاکر کیا کرونگا ؟ کہا گیا کہ اپنے لڑکے کو حکم دیجیے وہ قبول کرلیں - فرمایا وہ اپنی مرضی کا مختار ھے - لیکن جب عبد اللہ سے کہا گیا تو انہوں نے بھی واپس کردیا - آخر مجبور ھوکر لانے والوں نے کہا کہ خود نہیں رکھنا چاھتے تو امیر المؤمنین کا حکم ھے - قبول کرلیجیے اور فقراؤ مساکین کو بانٹ دیجیے - فرمایا میرے دروازے سے زیادہ امیر المومنین کے محل کے نیچے فقیروں کا مجمع رھتا ھے - فقیروں ھی کو دینا ھے تو وھیں دیدیا جاے - اس ھنگامہ کی یہاں کیا ضرورت ھے ؟ ایک مرتبہ اسحاق بن ابراھیم کے سخت اصرار سے دس ہزار درھم لے لیے تو اسی وقت مہاجرین و انصار کی اولاد میں تقسیم کردیے ·

عدل ھمت ساقی ست قطرۂ عرفی
کہ حاتم دگران و گداے خویشتن ست !

اُنکے لڑکے راوی ھیں کہ جب خلیفۂ متوکل اُنکی تعظیم و تکریم میں حد درجہ غلو کرنے لگا تو انہوں نے کہا " ھذا امر اشد علی من ذاک - ذاک فتنۃ الدین و ھذا فتنۃ الدنیا " یہ معاملہ تو گذشتہ معاملہ سے بھی کہیں زیادہ میرے لیے سخت ھے - وہ دین کے بارے میں فتنہ تھا اور یہ فتنۂ دنیا ھے ! یعنی مصائب و محن کی آزمایش کہیں زیادہ پر امن ھے ' بمقابلۂ آزمایش نعیم دنیا و دعوۃ طمع و ترغیب کے ' اور یہ بالکل حق ھے - کتنے ھی شہسواران ثبات و استقامت ھیں جو پہلے میدان آزمایش سے تو صحیح و سلامت نکل

---

(۱) حافظ ابن جوزی اور خطیب نے لکھا ھے کہ امام موصوف کا ذریعۂ معاش یہ تھا کہ اپنے مکان کی زمین میں تھوڑی سی کشتکاری کرلیتے اور اسی کے حاصل پر قانع رھتے - زراعت کی زکواۃ سال بسال ادا کرتے اور اس بارے میں اُنکا عمل حضرۃ عمر کے فرمان خلافۃ پر تھا جو انہوں نے ارض سواد (عراق) کی نسبت نافذ فرمایا تھا " علی کل جریب درھماً و قفیزا " - غور کرو ' یہ حال علماء سلف کا تھا ' اور جو حال آج علماء دنیا کی دنیا پرستیوں کا ھو رھا ھے وہ معلوم ھے - یاکلون اموال الناس بالباطل - الخ

امام موصوف کا یہی وہ مقام ہے جسکی طرف بشر حافی نے اشارہ کیا تھا "قام احمد مقام الانبیاء" اور کہا کہ امام احمد کی استقامت و ثبات کی آزمائش لگاتار چار بادشاہوں نے کی "بعضہم بالضراء و بعضہم بالسراء" مامون، معتصم، اور واثق نے ضرب و حبس سے آزمایش کی، اور متوکل نے تعظیم و تکریم اور عطاء و بخشش دینا ہے، لیکن "مکان منہا معتصما باللہ عزوجل" انکی استقامت و عشق حق پر نہ تو خوف دنیا غالب آیا اور نہ طمع دنیا، دونوں کسوٹیوں پر انکا سونا یکساں طور پر کھرا نکلا! و البلاء للولاء کالنار للذہب

بندگاں تو کہ در عشق خدا رند اللہ
دو جہاں را نہ بہائے بو بفروشند اللہ!

مامون و معتصم اور الواثق نے جو کچھہ کیا وہ معلوم ہے جعفر المتوکل کا یہ حال ہے کہ اسکی خلافت بدعۃ و ارباب بدعۃ کے زوال و خسران اور سنۃ و اصحاب حدیث کے امن و عروج کا اعلان عام تھی حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ متوکل باللہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا کہ کسی طرح پچھلے مظالم کی تلافی کرے - ایک بار اس نے بیس ہزار سکے بھیجے اور دربار میں بلانا - ایک بار ایک لاکھہ درہم بھیجا اور سخت اصرار کیا کہ اسکو قبول کرلیجیے لیکن ہر مرتبہ امام موصوف نے قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

تھا تھا، مگر اب ترک حکمت و سنۃ کا جو حال ہو رہا ہے وہ اس سے بھی اسد و اعم ہے و اللہ نامر دینہ و رافع اعلام سنۃ رسولہ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل - اور یہ جو کہا کہ معتزلۃ جدید اور انکے چھوٹے بھائی، تو ان لوگوں کا کچھہ عجیب حال ہے انکو دیکھکر بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے کہ اللہ تعاش اول پر رحم کرے! معتزلۃ قدیم علم و عمل دونوں اعتبار سے بدرجہا انسے بہتر ہیں، اور دو اپنی ایک راہ رکھتے ہیں

گر نہ پڑھتے نماز کیجیے پیار * آدمی چاہیے کرے کچھہ تو؟

یہ عجائب المخلوقات تو کسی مرض کی دوا نہیں اور عملی زندگی سے یک قلم کورے ولہم اعمال من دون ذالک ہم لہا عاملون!

عشق و شغف سے اپنے قلب و روح کو ہمیشہ معمور و آباد رکھتے ہیں۔
و رحمة اللہ علی القائل و ھو ابن اعین (کما نقل الخطیب فی التاریخ)
اذ یقول :

اضحی ابن حنبل محنة مامونة * و بحب احمد یعرف المتنسک
و اذا رأیت لاحمد متنقصاً * فاعلم بان ستوره ستہتک !

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۱]

کی اشاعت کی نوبت آئی تو اسمیں تفصیل ملیگی - یہاں صرف اسقدر اشارہ بس کرتا ہے کہ قران حکیم کی اصطلاح میں لفظ " حکمت " سے مقصود سنة و اسوۂ اعمال انبیاء کرام ہے - لا غیر - یہی معنی اللہ کے رسول نے " حکمت " مستعملۂ قران کے بتلائے ہیں - وہ معنی نہیں ہیں جو معتزلۂ قدیم اور انکے خوشہ چینوں نے (مثلاً امام رازی رحمة اللہ علیہ) یا انکے چھوٹے بھائیوں نے (یعنی اکثر اشاعرہ رحمہم اللہ نے) سمجھے' اور نہ وہ معنی جسکو آجکل کے معتزلۂ جدید باسم دین الفطرة' اور انکے چھوٹے بھائی باسم مسلک حکماء اسلام و حکمت کلامی بیان کرتے ہیں - بل قالوا مثل ما قال الاولون - یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کو ایک ساتھہ دو چیزیں دی گئیں- " کتاب " اور " حکمت " - و آتیناھم الکتاب و الحکمة - کتاب وحی متلو ہے اور حکمت اس نبی کی منہاج عمل و سنة - و یعلمہم الکتاب و الحکمة - یہی حکمت وہ خیر کثیر ہے کہ من یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا اور یہی وہ چیز ہے جسکی نسبت مقدام کی روایت میں زور دیکر تین بار فرمایا " الا ' انی اوتیت الکتاب و مثلہ " تو یہ " مثلہ " ہے - یعنی کتاب اللہ اور مثل اسکے سنہ و اسوۂ حسنۂ رسول اللہ :

این دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند !

اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کی اشاعت و تبلیغ ضروری ہوئی' اسی طرح اسکی بھی کہ " فلیبلغ الشاھد الغائب " تاکہ ایسا نہو کہ " یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذ القران فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ ' و ما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ " لیکن افسوس کہ ایسا ہی ہوا - کہا گیا کہ الزیادة علی الکتاب نسخ ' اور نسخ ہو نہیں سکتا جبتک خبر متواتر نہو' اور خبر متواتر بشروطہ کالمعدوم - پس ما وجدتم فیہ کے سوا اور کچھہ نہیں - یہ پچھلے وقتونکی بات ہے جبکہ معاملہ اس سے ' آگے نہیں

که اُنکا طریقه تو تاویل و رائے کي عقلمنديوں سے خالي اور محض ظاهر پرستي اور بے دانشي و بے علمي کا مجموعه هے - حتیٰ که الرحمن علی العرش استوی اور ید و علو و نزول کے دقیق و فلسفیانه معانی بهي اُنکو معلوم نه تهے اور تجسم و جهت کے اعتقاد میں مبتلا ! برخلاف اسکے عصابهٔ صالحهٔ کتاب و سنة و طائفهٔ حقهٔ ما انا علیه و اصحابي که جمیع طرق و مذاهب بدعیه سے تکسر و دامن کشاں هیں اگرچه " ان تعض باصل شجرة " کي نوبت آجاے (۱) اور مبتدعین و ارباب هواء کے تمام شیوه هاے تفرہ و روش هاے نا مرحام سے نکلي پناه تهونڈهتے هیں اگرچه اسکي وجه سے لاکهوں کروروں انسانوں کے نزدیک معترض و مردود هوجائیں ' تو اُنکا حال یه هے که اس امام اهل السنة کي معیت و پیروي کو اپنے ایمان کي زلت اور اپنے عقائد کي حریرطي و ریبالي سمجهتے هیں اور اُنکے مسلک سنة و حکمت (۲) اور طریق محمدیة خالص بے مزج بدعة قیاس و رائے کے

---

(۱) نه وصیت کي تهي رسول الله صلی الله علیه وسلم نے حضرا حذیفه اعلم الصحابه بالفتن کو که فاعتزل تلک الفرق کلها و لو ان تعض باصل شجرة حتی تدرکک الموت" یعني جب مسلمانوں کي ایک جماعت اور ایک سبیل نه رهے اور بہت سے مذهبوں اور طریقوں میں بٹ جائیں تو طالب حق کو چاهیے که ان سارے بناوٹي مذهبوں اور جماعتوں سے الگ هوجاے اور صرف مسلم و مومن رهے - اگر ایسا کرنے میں غربت و بیکسي کي وجه سے درختوں کي جڑ چباکر جینا پڑے ' تو اسکو بهي گوارا کرلے مگر الگ الگ مذهب بنانے والوں کا ساتهه نه دے ! - پوري روایت صحیحین میں هے -

ان السلامة عن سلمی و جاراتها * ان لا تمر علی حال بوادیها !
من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه

(۲) یہاں " حکمت " کا لفظ دیکهکر آجکل کے عقلاء ملت و مجتهدین علم کلام جدید چونکنگے که ظاهر پرستان حدیث و سنة کے مسلک کو حکمت سے کیا علاقه ؟ ان لوگونکے نزدیک ظنوں و شکوک کا نام حکمت هے جسکو " فلسفه " کے لفظ سے تعبیر کیا جاے ' اور وهم پرستي و الحاد خفي کا نام طرق حکیمانه هے جسکو تطبیق عقل و نقل کے لقب سے اُسکي نمائش کي جاے یه موقعه اسکي تفصیل کا نہیں هے اگر تعسر البیان

هي مقام پر پہنچا دیا ہے - حتی کہ تمام آئمۂ اسلام میں یہ فضل مخصوص صرف اُنہی کے حصے میں آیا کہ اُنکی محبت و پیروي اهل حق و سنة هونے کي دلیل ٹہري اور اُنسے انحراف بدعتي هونے کي سب سے بڑي پہچان ! اللہ تعالی نے اُنکو فنا في السنة هونے کا وہ مرتبہ عطا فرمایا کہ کمال استغراق و تفاني کي وجہ سے خود اُنکي ذات گرامي هي یکسر سنة و اتباع سنة کا پیکر و مجسمہ بنگئي - بحدیکہ :

نتوان ترا و جان را بہم امتیاز کردن !

جو اس امام کے قدم بقدم چلا اُس نے سنة کو پایا ' اور جس نے اُسکي راہ چھوڑي اُس نے سنة رسول و منہج اصحاب رسول سے انحراف کیا - یہ کیا تھا کہ بڑے بڑے آئمۂ عصر کو اعتراف کرنا پڑا " اذا رائیت الرجل یحب احمد بن حنبل ' فاعلم انه صاحب سنة ! اگرکسي کو دیکھو کہ امام احمد سے محبت رکھتا ہے تو بس جان لو کہ صاحب سنة ہے ! خطیب نے تاریخ میں ھمدانی کا قول نقل کیا ہے " یعرف به المسلم من الزندیق " اسي کسوٹي پر مسلم کو زندیق سے پرکھا جایگا - دورقي نے کہا " من سمعتموہ یذکر احمد بن حنبل بسؤ فاتهموہ علی الاسلام " !

انا من اهوی ' و من اهوی ' انا * نحن روحان حللنا بدنا

فاذا ابصرتنی ' ابصرته * و اذا ' ابصرته ' ابصرتنا !

و یقرب من ھذا ما قیل بالفارسة :

جذبۂ وصل بحدیست میان من و تو

کہ رقیب آمد و پرسید نشان من و تو

امام موصوف کے متعلق اسی حقیقت کو مزاحم الخاقانی نے ایک قطعہ میں نظم کیا تھا :

لقد صار فی الافاق احمد محنة * و امر الوری فیها فلیس بمشکل

تری ذا الهوی جهلا لاحمد مبغضاً * و تعرف ذا التقوی یحب ابن حنبل !

اور یہ بالکل حق ہے - آج بھي دیکھہ لو - ارباب بدعة کو کبھي امام موصوف کا مسلک خوش نہ آئیگا - انکی محبت سے اُنکا دل بالکل کورا ھوگا - بلکہ کہینگے

کس منہ سے اے آپکو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہوسکا !

حافظ ابن جوزی نے محمد بن اسماعیل کا قول نقل کیا ہے " ضربت احمد بن حنبل ثمانین سوطاً لو ضربتہا فیلاً لہدتہ !" احمد بن حنبل کو اسی کوڑے ایسے سخت مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے تو چیخ اٹھتا، مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اُف تک نہ کی - جب تک ہوش رہا، ہر ضرب پر یا تو وہی جملہ زباں سے نکلتا رہا جسکے لیے یہ سب کچھ ہو رہا تھا " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" اور یا یہ آیۃ کریمہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا !

روے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہاے ید اللہ میرسند !

یہ ہے مقام ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا، اور یہ ہے وراثت و نیابت حقیقی و کامل فاستقم کما امرت اور انک باعیننا اور فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا کی، اور یہ ہیں مجسم و ممثل معنی کریمۂ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم بروح منہ اور رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ، الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ! کے، اور یہ ہے وہ معاملہ کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان ! جب بندگان حق کو شیاطین و ابالیس کا وہ مکر و خدع بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلاسکتا کہ لتزول منہ الجبال تو ظاہر ہے کہ چمڑے کے کوڑے اور لوہے کی دھار انکی استقامت ترکیب غالب آنے والی ہے ؟ یہ تو اسکے معاملے میں محض ایک ابتدائی اور آزمائشی منزل ہے

کریگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ابھی اس خستہ کے نیروے تن کی آزمائش ہے !

فی الحقیقت حضرۃ امام موصوف کی نسبت محمدی اور کمال مرتبۂ تاسی بالرسل اولو العزم کی بھی وہ شان و جلالۃ ہے جس نے اکثر تمام آئمۂ و مجددین امت کی معروف مراتب و کمال سے بلند کرکے ایک دوسرے

تو جب ہم راہ سے گذر رہے تھے ' ایک آدمی مجھسے ملا اور کہا مجھکو پہچانتے ہو؟ میں مشہور چور اور عیار ابو الہیثم حداد ہوں - میرا نام شاہی دفتر میں ثبت ہے - بارہا چوری کرتے پکڑا گیا اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں - صرف کوڑوں ہی کی مار اگر گنوں تو سب ملاکر اٹھارہ ہزار ضربیں تو میری پیٹھہ پر ضرور پڑی ہونگی - با ایں ہمہ میری استقامت کا یہ حال ہے کہ ابتک چوری سے باز نہ آیا - جب کوڑے کھا کر جیل خانے سے نکلا ' سیدھا چوری کی تاک میں چلا گیا - میری استقامت کا یہ حال شیطان کی طاعت میں رہا ہے - دنیا کی خاطر - افسوس تم پر اگر اللہ کی محبت کی راہ میں اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکو اور دین حق کی خاطر چند کوڑوں کی ضرب برداشت نہ کر - میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا - اگر حق کی خاطر اتنا بھی نہ کرسکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چور اور ڈاکو کر رہا ہے تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھہ درجہ بہتر!

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

اعتدال و قوام خلقت میں اعتدال ظاہر و باطن ' دونوں داخل ہیں - پس انبیاء کرام کے ظاہر و باطن ' دونوں میں بجز جمال و حسن و خوبروئی کے اور کچھہ نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے - مگر مجرد جمال صورت کوئی ایسی چیز نہیں جو انبیاء کیلیے موجب فخر و مباہات یا معجزہ ہو اور قرآن حکیم اسکا خاص طور پر ذکر کرے - حضرۃ یوسف کا اصلی جمال ' جمال عصمت و باطن تھا ' جسکا جلوہ قال معاذ اللہ ! ان ربی احسن مثوای کے مقام پر بھی نمایاں ہوا ' ما ھذا بشرا کے معاملہ میں بھی ' السجن احب الي مما یدعوننی الیہ کے اعلان میں بھی ' یا صاحبي السجن الخ کے وعظ و اعلان حق میں بھی ' اور انی حفیظ علیم کے تحت جلال و عظمت پر بھی ! کیا وہ جمال انکے حسن مقدس کی جہان آرائی کیلیے بس نہیں کرتا ؟ لقد کان في قصصھم عبرۃ لاولی الالباب !

سورۂ یوسف کی چھہ مشہور و عام غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ تھی - سورۂ مذکورہ کی تفسیر میں یہ مبحث بالتفصیل لکھا جا چکا ہے -

کرے خدا ابو الهیثم کو بخش دے ! میں نے ایک دن پوچھا - ابو الهیثم کون ہے ؟ کہا جس دن مجھکو سپاهي دربار میں لیگئے اور کوڑے مارے گئے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵)

و لقد راودته عن نفسه فاستعصم هاں ' بیشک ' میں نے اسکو بہت پھسلانا چاہا تھا ' مگر وہ بے قابو نہ ہوا یعنی ایسے پاک شخص کے معاملے میں اپني ناکامي کا اقرار باعث عار نہیں - اگر یہ معاملہ صرف محبوبیت حسن صورت هي کا تھا تو اس موقعہ پر یہ کہنے کا کون موقع تھا ؟ اُن عورتوں نے کہا تھا الا ملک کریم اگر وہ صرف حسن صورت هي دیکھکر بیخود هوگئي تھیں تو ملک کریم کیوں کہا ؟ فرشتوں کي خوبصورتي کا تو شہرہ نہیں ہے - پاکي اور عصمت کا ہے - فلما سمعت بمکرهن - اگر صرف اُن عورتوں نے حضرۃ یوسف کي بعقدري کی تھي ' اور بلحاظ ملامت صرف یہي تھي کہ ایک غلام پر کمیں جال ڈالنے لگي اور خود اُنکے دل میں کھوٹ نہ تھا ' تو اِسمیں مکر کي کونسی بات هوئي ؟ مکر کے معنی عربی میں یہ هیں " ایصال السی الی الغیر بطریق خفي " و کذالک الکید و المخادعۃ - جب ان عورتوں کے خیال کو مکر کہا تو اسمیں کوئی مخفي بات بھي ضرور هوني چاهیے - ایک مرتبہ مجھکو خیال هوا کہ یہ مشہور تفسیر تو خود ایک حدیث کے خلاف ہے - حضرۃ عائشہ کي مشہور روایت میں ہے کہ مرض الموت میں آنحضرت نے کہا - حضرۃ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلیے کہدو - اسپر حضرۃ عائشہ نے اور پھر انکي تحریک سے حضرۃ حفصہ نے کہا " رجل اسیف " حضرۃ ابوبکر بڑے هي رقیق القلب آدمي هیں - اُنسے نہ هوسکے گا کہ آنکي جگہ کھڑے هوکر نماز پڑھائیں حضرۃ عمر کیلیے فرمادیجیے - اسپر آپنے فرمایا " انکن صواحب یوسف " اگر وهي مشہور تفسیر مانلي جاے تو آپکي یہ تمثیل کسي طرح بھي درست نہیں هوتي -

هم اُن تاویلوں سے بیخبر نہیں هیں جو مفسرین نے الفاظ کا مکر و کید ثابت کرنے کیلیے کي هیں ' مگر اس صاف صاف تفسیر کے بعد ان تکلفات کي ضرورت باقي نہیں رهتي حضرۃ یوسف کے جمال صورت سے بھي همیں انکار نہیں ' اور حضرۃ یوسف پر کیا موقوف ہے ؟ دنیا میں کوئي نبي بھي بد صورت نہیں آیا - انبیاء کرام فطرۃ و مزاج انساني کا کامل ترین ظہور هوتے هیں - کمال فطرۃ بغیر اعتدال و قوام خلقت و کمال نشو جسم و هیکل ممکن نہیں " و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بشر سدانا لا یسبہ الغلمان " اور

امام موصوف کے لڑکے عبد اللہ کہتے ھیں کہ میرے والد ھمیشہ کہا کرتے " رحم اللہ ابا الھیثم ' غفر اللہ لابی الھیثم " خدا ابو الھیثم پر رحم

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵]

قران میں کہیں نہیں ہے - وہاں تو صرف اس اعتراف پر معاملہ ختم ہوجاتا ہے کہ ان ہذا الا ملک کریم اور بلاغۃ قرانی کے خلاف ہے کہ ایک غیر متذکرہ و مجہول واقعہ کی طرف جابجا اشارہ کیا جاے - پس اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی - صاف بات یہ ہے کہ ملامت کرنے والی عورتوں کے دلوں میں دراصل پہلے سے کھوٹ تھا - وہ خود حضرۃ یوسف پر ریجھی ہوئی تھیں ' مگر بظاہر امرأۃ العزیز کو طعنہ دیا کرتی تھیں کہ ایک نوخیز غلام پر مرنے لگی اور اسکو بھی قابو میں نہ لا سکی ؟ یعنی ہم ہوتے تو ایک ہی چلتر میں پاکبازی کی ساری دھوم ختم کردیتے - فلما سمعت بمکرھن جب امرأۃ العزیز نے انکی اِس مکاری کا حال سنا تو حضرۃ یوسف سے مقابلہ کرادیا کہ اچھا ' میں تو اُسکو قابو میں نہ لا سکی - اگر اُسکی پاکبازی ایسی ہی پھسل پڑنے والی ہے تو تم بھی اپنے سارے داؤ آزما دیکھو - جب حضرۃ یوسف سامنے آے تو اکبرنہ انکی عصمت و پاکی کی عظمت نے انکو قائل کردیا - و قطعن ایدیھن جب اظہار عشق و فریفتگی کے سارے چلتر ناکام رہے تو پھر یہ کیا کہ اپنا کمال عشق جتانے کیلیے اپنے ھات کاٹ لیے - یعنے زخم لگا کر خون بہادیا - یہ بھی ایک چلتر تھا کہ نہ مانوگے تو یہی چھری ہوگی اور ہماری جان - لیکن جب وہ کوہ عصمت اِسپر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو بے اختیار پکار اُٹھیں : ما ہذا بشرا ' ان ہذا الا ملک کریم ! ہم نے تو وہ وہ ناز و عشوہ دکھلاے اور وہ وہ چلتر کیے کہ کوئی کیسا ہی انسان ہوتا مگر اپنے کو قابو میں نہیں رکھہ سکتا تھا - لیکن یہ تو پاکی و قدوسیت کا فرشتہ ہے جسکو گناہ کا کوئی دام بھی پھنسا نہیں سکتا ! اِسپر امرأۃ العزیز بولی فذالکن الذی لمتننی فیہ - دیکھا ! یہ ہے وہ پیکر عصمت اور مجسمۂ ملکوتیہ جسکے لیے مجکو ملامت کیا کرتی تھیں ! :

هزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آے ' کرے شکار مجھے !

خود امرأۃ العزیز کا یہ قول ہی تفسیر مشہور کی تغلیط کیلیے کافی ہے :

کھلتي الملات مصر لے تو صرف هاتهه هي کاٹ لیے یع "اکبرنه ' و قطعن ایدیهن و قلن حاش لله ! ما هذا بشرا ' ان هذا الا ملک کریم (۱) لیکن عجب نہیں کہ تمہارے هاتھوں کي چھریاں خود تمہارے هي گردنوں پر چل جائیں اور آسودگي دل ناحنکلی عشق یوسفي کہلاے "فذالکن الذي لمتنني فیه ! و لقد احسن القائل

لو یسمعون کما سمعت کلامها * خروا لعزة سجداً و رکوعا !

---

(۱) عام طور پر یہ واقعہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورتیں حضرت یوسف کا جمال صورت دیکھکر ایسي بیخود ہوئیں کہ پھلوں کي جگہ اپنے هاتھہ کاٹ ڈالے ' مگر قول حکیم سے ایسا ثابت نہیں ہوتا - حضرۃ یوسف نے اس واقعہ کے بعد هي دعا مانگي "و الا تصرف علي کیدهن اصب الیهن" خدایا ! اگر ان عورتوں کے مکر و فریب سے تو نے نہ بچایا تو ممکن ہے کہ میں انکي جھک پڑوں یہاں ان عورتوں کے معاملہ کو " کید " کہا لیکن اگر وہ تاب نظارۂ جمال نہ لاکر بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں " کید " کي کونسي بات تھي ؟ پھر خدا فرماتا ہے "فصرف عنه کیدهن" ہم نے ان عورتوں کے کید کو اسکي طرف سے هٹا دیا پھر قید خانے میں بادشاہ کے پیامبر سے کہا "ما بال النسوۃ التي قطعن ایدیهن ' ان ربي بکیدهن علیم" تعلي پہلے اس معاملہ کو صاف کرلو کہ وہ جو عورتوں نے اپنے هاتھہ کاٹ ڈالے تھے تو اسکي حقیقت کیا تھي ؟ میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جانتا ہے ان دونوں مقامات میں بھي اس معاملہ کو کید سے تعبیر کیا اور آخري آیۃ میں تو صاف صاف قطع ید کو حضرۃ یوسف " کید " کہہ رہے ہیں - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ جب حسب تحریک حضرۃ یوسف بادشاہ نے ان عورتوں سے معاملہ کي تحقیق چاهي تو ان لفظوں میں پوچھا "ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسه ؟" بتلاؤ کیا حال تھا جب تم لوگوں نے یوسف کو پھسلانا چاھا تھا ؟ یہاں وهي " راودتن عن نفسه " کا لفظ ہے جو ان عورتوں نے امرأۃ العزیز کي نسبت کہا تھا "تراود فتاها عن نفسه" اور "راودته التي هو في بیتها عن نفسه" اور "و لقد راودته عن نفسه فاستعصم" پس اگر وہ عورتیں صورت هي دیکھکر مسحور و بیخود ہوگئي تھیں تو اسمیں پھسلانے اور بہلانے کا مکر کیا ہوا ؟ اگر کہا جائے کہ هاتھہ کاٹنے کے بعد انہوں نے پھسلانا چاھا تھا ' تو یہ

اور پیٹھ کا خون پانؤں تک بہہ رہا تھا، تو اب بتلاؤ کہ وہ تمہارا رخصت والا
معاملہ کیا ہوا؟ کیا ایسی حالت میں رخصت نہ تھی کہ زرہ کھولدیتے
اور نماز کیلیے اسقدر توقف کر جاتے کہ زخموں پر مرہم تو لگا دیا جاتا؟
اور اگر تم اس عالم میں ہو کہ امن و فراغت اور طاقت و فرصت کی
حالت میں بھی مصائب و خطرات سے بچنے کیلیے دعوة الی الحق کو ترک
و ملتوی اور عزم و ثبات حق سے انحراف کیا جاسکتا ہے، اور تمہارے نزدیک
مصلحت و رخصت اِسی میں ہے کہ بطلان و ضلالة کے آگے سر جھکا دیا
جاے، تو خدا را بتلاؤ کہ یہ عالم کونسا تھا؟ کبھی اِس عالم کی بھی کوئی
خبر تم تک پہنچی ہے؟

یاران خبر دہید کہ این جلوہ گاہ کیست؟

افسوس، حیلہ جوئی و بہانہ سازی کا نام تمہاری بولی میں رخصت ہے،
اور ہمت کی موت اور ایمان کی جانکنی کو تمہاری بستی میں مصلحت
بینی اور دانشمندی کے لقب سے پکارا جاتا ہے - تم کو اِس عالم کی کیا خبر؟
اقلیم عزائم اور ہمت آباد عشق کے معاملات تمہارے وہم و گمان سے بھی بالا
تر ہیں - تمہارے لیے یہی بہت ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ایمان کی بچی
بچائی اور نچی کھچی پونجی بچا لیجاؤ - اگرچہ اسکی بھی امید نہیں:

تو اے گرد توہم! شوکت دریا چہ میدانی؟
اسیر عذر لنگی، وسعت صحرا چہ میدانی؟

تم کہتے ہو کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالدینا کونسی عقلمندی
اور کہاں کی حق پرستی ہے؟ لله ایک طرح کی ضلالة و جنون:

حتی تکون حرضاً او تکون من الہالکین - تو تمہاری مثال ٹھیک ٹھیک ملامت
مصر کی سی ہے جو جمال عصمت یوسفی سے بیخبر امراة العزیز کو ملامت

کیا کرتی تھیں: تراود فتاها عن نفسه قد شغفها حبا انا لنراها فی ضلال [illegible]
[illegible]
[illegible]

ساتھیوں میں سے کس نے ایسي ھٹ کي جیسي تم کر رھے ھو؟ امام احمد نے کہا نہ تو کوئي دلیل نہ ھوئي " اعطوني شیئًا من کتاب الله او سنة رسوله حتی اقول به " عین حالت صوم میں کہ صرف پاني کے چند گھونٹ پي کر روزہ رکھہ لیا تھا ' نو تازہ دم جلادوں نے پوري قوۃ سے کوڑے مارے یہانتک کہ تمام پیٹھہ زخموں سے چور ھوگئي اور تمام جسم خون سے رنگین ھوگیا - خود کہتے ھیں کہ جب ھوش آیا تو چند آدمی پاني لاے اور کہا پي لو مگر میں نے انکار کردیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا - وھاں سے مجھکو اسحاق بن ابراھیم کے مکان میں لیگئے - ظہر کي نماز کا وقت آگیا تھا - ابن سماعہ نے امامت کي اور میں نے نماز پڑھی - نماز کے بعد ابن سماعہ نے کہا: تم نے نماز پڑھي حالانکہ خون تمھارے کپڑوں میں بہہ رھا ھے؟ یعنے دم جاري وکثیر کے بعد طہارت کہاں رھي؟ میں نے جواب دیا " قد صلی عمر و جرحه یثعب دماً " ھاں مگر میں نے وھي کیا جو حضرۃ عمر نے کیا تھا - صبح کي نماز پڑھا رھے تھے اور قاتل نے زخمي کیا مگر اسی حالت میں اُنہوں نے نماز پوري کي!

ابن سماعہ کے جواب میں حضرۃ امام نے حضرۃ عمر کي جو نظیر پیش کی تو یہ اُنکي تشفي کیلیے بس کرتي تھي ' مگر میں کہتا ھوں کہ جو خون اُسوقت امام احمد بن حنبل کے زخموں سے بہہ رھا تھا ' اگر وہ خون ناپاک تھا اور اُسکے ساتھہ نماز نہیں ھوسکتی تو پھر دنیا میں اور کونسي چیز ایسي ھے جو انسان کو پاک کرسکتی ھے ' اور کونسا پاني ھے جو طاھر و مطہر ھوسکتا ھے؟ اگر یہ ناپاک ھے تو دنیا کي تمام پاکیاں اِس ناپاکي پر قرباں! اور دنیا کی ساري طہارتیں اِسپر سے نچھاور! یہ کیا بات ھے کہ پاک سے پاک اور مقدس سے مقدس انسان کی میت کیلیے بھي غسل ضروری تھہرا کہ " اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین " (۱) مگر شہیدان حق کیلیے یہ بات ھوئي کہ اُنکي پاکی شرمندۂ آبِ غسل نہیں " لم یصل

---

(۱) اخرجه البخاري عن ابن عباس رضي الله عنه -

بار بار کہہ رہا ہوں کہ عزیمۃ دعوۃ ' عزیمۃ دعوۃ ' تو یہ ہے عزیمۃ دعوۃ ' اور یہ ہے وراثت و نیابت مقام فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل کی ' اور یہ ہے خاصہ مرتبۂ عظیمۂ " من یجدد لہا دینہا " کا ' اور نہ ہے آں ایام مثل کا صبر اعظم ' و اکبر جنکی نسبت ترمذی کی روایت میں فرمایا " الصبر فیہن کالقبض علی الجمر " تو یہی وہ لوگ ہیں جو اگر چاہیں تو گوشۂ رخصت و بیچارگی میں امن و عافیت کے پھول چن سکتے ہیں ' لیکن وہ پھولوں کو چھوڑ کر دہکتے ہوے انگارے پکڑ لیتے ہیں ' اور اسی لیے انکا اجر و ثواب بھی " مثل اجر خمسین رجلاً یعملون مثل عملکم " کا حکم رکھتا ہے مانا کہ ضعیفوں اور درماندوں کیلیے رخصت و گلوخلاصی کی راہیں بھی باز رکھی گئی ہیں لیکن اصحاب عزائم کا عالم دوسرا ہے - انکی ہمت عالی بھلا میدان عزیمۃ و استقبۃ بالخیرات کو چھوڑ کر ننگناے رخصت و ضعف میں پناہ لینا کب گوارا کر سکتی ہے ؟ جوانان ہمت اور مردان کارزار اس ننگ کو کیوں قبول کرنے لگے کہ کمزوروں اور درماندوں کی لکڑی کا سہارا پکڑیں ؟ جنکے لیے اس میں سلامتی ہے ' ہوا کرے ' مگر انکے لیے تو ایسا کرنا ہمت کی موت ہے ' ایمان کی ناکامی ہے ' اور عشق کی جبین عزت کیلیے داغ ننگ و عار سے کم نہیں - حسنات الابرار سئیات المقربین ! رخصۃ و عزیمۃ کی تعریف اور اعلی و ادنی کا امتیاز اصحاب عمل کیلیے ہے نہ کہ اصحاب عشق کیلیے عشق کی راہ ایک ہی ہے ' اور اسمیں جو کچھہ ہے عزیمۃ ہی عزیمۃ ہے ضعف و بیچارگی کا تو ذکر ہی کیا ؟ وہاں رخصت کا نام لینا بھی کم از معصیت نہیں کما قال بعض المحققین العارفین

ملت عشق از ہمہ دیں ہا جداست

عاشقاں را مذہب و ملت خداست !

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب معتصم باللہ نے جلادوں کو ضرب تازیانہ کیلیے حکم دیا تو وہ علماء اہل سنۃ بھی دربار میں موجود تھے جو شدۃ محن و مصائب کی تاب نہ لاسکے اور اقرار کرکے چھوٹ گئے ان میں سے بعض نے کہا " من صنع من اصحابک فی ھذا الامر ما تصنع " جو تمہارے

تھیں!(۱) ابو العباس کہتے ھیں کہ جب هم نے یہ بات سنی تو مایوس ھوکر چلے آئے کہ انکو سمجھانا بیکار ھے - یہ اپنی بات سے پھرنے والے نہیں" یہ جو میں

(۱) اصل حدیث کے الفاظ صحیح بخاری میں یہ ھیں ' یا قریب قریب اسکے " شکونا الی رسول اللہ صلعم و ھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبہ ' قلنا الا تدعو اللہ لنا ؟ قال : کان الرجل فی من قبلکم یحفرلہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق ' و ما یصدہ ذلک عن دینہ - و یمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظم و عصب ' و ما یصدہ ذلک عن دینہ - و اللہ لیتمن ھذ الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ و لکنکم تستعجلون " یہ ھجرۃ سے پیشتر کا واقعہ ھے - بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اعداء حق کے ظلم و جور کی حد ھوگئی - آپ ھمارے لیے دعا نہیں کرتے ؟ فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ھیں کہ ظالموں نے آنکو گڑھوں میں کھڑا کرکے آرہ سے چیر دیا مگر اس پر بھی انہوں نے حق سے منہہ نہ موڑا ' اور ایسا ھوا کہ حق پرستوں کی کھالوں پر لوھے کی کنگھیاں پھرائی گئیں جو گوشت کو ھڈی اور پٹھے سے جدا کردیتی تھیں ' لیکن اسکو بھی انھوں نے سہہ لیا اور حق سے منہ نہ موڑا - خدا کی قسم ! دعوۃ حق کا جو کام شروع ھوا ھے وہ پورا ھوکر رھیگا ' یہانتک کہ وہ وقت قریب ھے جب یمن سے حضرموت تک ایک سوار چلا جائیگا اور بجز اللہ کے اور کسی کا خوف اسکے دل میں نہوگا (یعنی راہ میں ھر جگہ صرف مسلمان ھی ھونگے - کوئی غیر نہوگا جو حملہ کرے یا لوٹے) یہ ھونے والا ھے مگر تم جلد بازی کرتے ھو" امام بخاری باب علامات النبوۃ میں ایک دوسری حدیث عدی بن حاتم کی بھی لاے ھیں کہ " لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبہ " اور " لتفتحن کنوز کسری " یعنی آپنے فرمایا : عدی ' اگر تم جیتے رھے تو اپنی آنکھوں سے دیکھہ لوگے کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تن تنہا سفر کرکے آئیگی اور کعبہ کا طواف کریگی اور اس تمام سفر میں اللہ کے سوا کوئی چیز اسکے لیے موجب خوف نہوگی - اور قریب ھے کہ مسلمانوں کیلیے کسری کے خزانے کھولدیے جائیں - عدی کہتے ھیں کہ میں زندہ رھا اور دونوں باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیں - و کنت فی من افتتح کنوز کسری !

وہ زمانہ کیا ھوا جب مرے گریہ میں اثر تھا
یہی چشم خونفشاں تھی ' یہی دل یہی جگر تھا !

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس !

امام موصوف کو جب قید کرکے طرطوس روانہ کیا گیا تو ابو بکر الاحول نے پوچھا " ان عرضت علی السیف تجیب ؟ " اگر تلوار کے نیچے کھڑے کردیے گئے تو کیا اسوقت مان لوگے ؟ کہا نہیں - ابراہیم بن مصعب کوتوال کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل سے بڑھکر بے رعب نہ پایا " تومثل ما نحن فی عینہ الا کامثال الذباب " ہم عمال حکومت انکی نظروں میں مکھیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے ! اور یہ بالکل حق ہے - جن لوگوں کی نظروں میں جلال الہی سمایا ہو ' وہ مٹی کی ان پتلیوں کو جنہوں نے لوہا جمع کرکے کالبد پر ڈال رکھا ہے یا بہت سا چاندی سونا اپنے جسم پر لپیٹ لیا ہے ' کیا چیز سمجھتے ہیں ؟ انکو تو خود اقلیم عشق الہی کی سروری و شاہی اور شہرستان صدق و صفا کا تاج و تخت حاصل ہے !

مبیں حقیر گدایان عشق را 'کیں قوم

شہاں بے کمر و خسروان بے کلہ اند !

ابو العباس الرقی سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ جب رقہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت گئی اور اس قسم کی روایات و نقول سنانے لگی جن سے بخوف جان تقیہ کرلینے کی رخصت نکلتی ہے - امام موصوف نے سب سنکر جواب دیا کیف تصنعون بحدیث خباب ؟ ان من کان قبلکم کان ینشر احدہم بالمنشار ثم لا یصدہ ذلک عن دینہ - فایسنا منہ " یعنی یہ سب کچھ ہوا مگر بھلا اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ جب صحابہ نے انحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم و شدائد کی شکایت کی تو فرمایا - تم سے پہلے ایسے لوگ گزرچکے ہیں جنکے سروں پر آرہ چلایا جاتا تھا اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالے جاتے تھے ' مگر یہ آزمائشیں بھی انکو حق سے نہیں پھرا سکتی

کي تهي اور نه شور و فغان کي ' بلکه وهي تهي جسکے ليے يه سب کچهه هو رها تها - يعنى " القران کلام الله غير مخلوق " ! الله الله ! يه کيسي مقام دعوة کبرى کي خسروي و سلطاني تهي ' اور وراثة و نيابة نبوة کي هيبت و سطوة که خود المعتصم بالله جسکي هيبت و رعب سے قيصر روم لرزاں و ترساں رهتا تها ' سر پر کهڑا تها ' جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گهيرے هوے تها ' اور وہ بار بار کهه رها تها " يا احمد ! و الله اني عليک لشفيق ' و اني لاشفق عليک کشفقتي على هارون ابني ' و والله لئن اجابني لاطلقن عنک بيدي - ما تقول ؟ " يعنى و الله ميں تم پر اس سے بهي زيادہ شفقت رکهتا هوں جسقدر اپنے بيٹے کيليے شفيق هوں - اگر تم خلق قران کا اقرار کرلو تو قسم خدا کي ابهي اپنے هاتهوں سے تمهاري بيڑياں کهولدوں - ليکن اُس پيکر حق ' اُس مجسمۂ سنة ' اُس مويد بالروح القدس ' اُس صابر اعظم کما صبر اولو العزم من الرسل کي زبان صدق سے صرف يهي جواب نکلتا تها : " اعطوني شيئًا من کتاب الله او سنة رسوله حتى اقول به " الله کي کتاب ميں سے کچهه دکهلادو يا اُسکے رسول کا کوئي قول پيش کردو تو ميں اقرار کرلوں ' اِسکے سوا ميں اور کچهه نهيں جانتا !

چو غـــلام آفتـــابم همه ز آفتـــاب گـــويم
نه شبم نه شب پرستم که حديث خواب گويم

اگر اس چراغ تجديد و مصباح عزيمة دعوة کي روشني مشکواة نبوة سے مستنير نه تهي ' تو پهر يه کيا تها که جب معتصم هر طرح عاجز آ کر قاضي ابن ابي داود وغيرہ علماء بدعت و اعتزال سے کهتا " ناظروہ و کلموہ " اور وہ کتاب و سنة کے ميدان ميں عاجز آ کر اپنے اوهام و ظنون باطله کو باسم عقل و راے پيش کرتے که سر تا سر يونانيات ملعونه سے ماخوذ تهے ' تو وہ اُسکے جواب ميں بے ساخته بول اٹهتے " ما ادري ما هذا ؟ " ميں نهيں جانتا يه کيا بلا هے ؟ " اعطوني شيئاً من کتاب الله او من سنة رسوله حتى اقول " اس تمام کائنات هستي ميں ميرے سر کو جهکانے والي صرف دو هي چيزيں هيں - الله کي کتاب اور اُسکے رسول کي سنة - اسکے سوا نه ميرے ليے کوئي دليل هے نه علم :

دعاؤں اور مناجاتوں پر قناعت کرلی ' بلکہ دین خالص کے قیام کی راہ میں اپنے نفس و وجود کو قربان کردیئے اور تمام خلف امۃ کیلیے ثبات و استقامت علی السنہ کی راہ کھول دینے کیلیے بحکم فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل اٹھہ کھڑے ہوے ' انکو قید کیا گیا ' قید خانے میں چلے گئے - چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں ' پھر لیں اسی عالم میں بغداد سے طرطوس لے چلے اور حکم دیا گیا کہ بلا کسی کی مدد کے خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور خود ہی اونٹ سے اتریں ' اسکو بھی قبول کرلیا - بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے ' اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے - عین رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر میں جسکی طاعت اللہ کو تمام دنوں کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے ' بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھائے گئے ' اور اس پیٹھہ پر جو علوم و معارف نبوۃ کی حامل تھی ' لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوری قوۃ سے لگاکر پیچھے ہٹ جاتا اور پھر تازہ دم جلاد اسکی جگہ لیتا - اسکو بھی خوشی خوشی برداشت کرلیا ' مگر اللہ کے عشق سے منہہ نہ موڑا اور راہ سنۃ سے منحرف نہ ہوے - تازیانے کی ہر ضرب پر بھی جو صدا زبان سے نکلتی تھی ' وہ نہ تو جزع و فزع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

العاص لوگوں کو سنا رہے تھے " من بایع اماماً واعطاہ صفقۃ یدہ فلیطعہ ما استطاع " عبد الرحمن بن عبد الرب کہتے ہیں کہ میں نے اسپر سوال کیا " ان ابن عمک معاویہ یامرنا ان نا کل اموالنا بیننا بالباطل و نقتل انفسنا واللہ یقول لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل یعنی یہ جو تم آنحضرۃ سے روایت کرتے ہو کہ " جس امام کو بیعت کا ہاتھہ دیا پس چاہیے کہ اسکی اطاعت کی جائے " تو تمہارا چچیرا بھائی معاویہ ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کا مال ناحق کھالیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ ایسا نہ کرو اب بتلاؤ ہم کیا کریں ؟ امیر کی اطاعت کریں یا خدا کی ؟ عبد اللہ کچھہ دیر چپ رہے پھر کہا " اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ " نیک بات میں اسکے حکم کی اطاعت کر اور خدا کی نافرمانی میں اسکا حکم نہ مان غالباً یہ مسلم میں ہے -

حاصل ہوا - اُنہوں نے نہ تو دعاۃ فتن و بدعۃ کے آگے سر جھکایا ‘ نہ روپوشی و خاموشی و کنارہ کشی اختیار کی ‘ اور نہ صرف بند حجروں کے اندر کی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

پس آجکل کے علماء حیل و بندگان نفس نے جو ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلیے اس حدیث کو اور علیکم انفسکم کو حیلہ بنا رکھا ہے‘ اور جب کبھی اُنکو علماء کے فرائض یاد دلائے جاتے ہیں تو فوراً کہدیتے ہیں علیکم انفسکم اور " علیك بنفسك و دع عنك امر العوام " تو یہ صریح قرآن و سنۃ کی تحریف ہے - اگر علیکم انفسکم کا یہی مطلب ہو تو اُس تفسیر کی نسبت کیا کہوگے جسکو حضرۃ ابوبکر صدیق نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا ؟ یہاں ایک اور دقیق نکتہ بھی ملحوظ رہے - اس حدیث اور اس قسم کی اکثر احادیث میں ایسے فتنوں کی خبر دی گئی ہے جنمیں سب سے بڑا فتنہ خلافۃ راشدہ کا انقراض اور امراء ظلم و جور کا قیام ہے جو حق و عدل کو پامال کردینگے اور سچائی کے اعلان کو جبراً و قہراً روکینگے - تو ایسے وقتوں کیلیے اگر عامۂ ناس کو یہ حکم دیا جاتا کہ ہر شخص امر بالمعروف کیلیے اُتھہ کھڑا ہو تو اسکا نتیجہ نکلتا کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت پیدا ہو جاتی - ہر طرف طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی ‘ حکومتیں قائم نہ رہتیں ‘ بلاد اسلامیہ کا کوئی محافظ نہ ہوتا ‘ جمعۃ و جماعت کا کوئی انتظام نہ کرتا - پس ایسے وقتوں کیلیے عامۂ ناس کو یہی وصیۃ کی گئی کہ بروں کی برائی کو اُنکے لیے چھوڑدو اور اپنا دامن بچاے رہو - اگر تمہارے مسلمان حاکم ظالم و جابر بھی ہوں ‘ جب بھی اُن سے سرکشی و بغاوت نہ کرو - تا آنکہ کوئی داعی حق کھڑا ہو اور دعوۃ عامہ کا باب مسدود کھل جاے - اس وقت عوام کا بھی فرض ہوگا کہ اُسکا ساتھہ دیں اور نظام حق و عدل کو قائم کردیں - یہی وجہ ہے کہ اوائل بنوامیہ ہی میں تمام صحابۂ کرام اسپر متفق ہوگئے کہ عامۂ امت کو سلاطین اموبہ کی اطاعت کرنی چاہیے ‘ زکواۃ اُنہی کو دینی چاہیے‘ جمعہ اُنہی کے پیچھے پڑھنا چاہیے ‘ حفظ ملت و بلاد کی راہ میں نکلیں تو اُنکے علم کے نیچے جمع ہوجانا چاہیے - تا آنکہ کوئی قائم حق کھڑا ہو -

حامیان بنو امیہ اطاعت امیر کی احادیث کثرت کے ساتھہ بیان کرتے تھے تاکہ لوگ اُنکے قبضہ سے نکل نہ جائیں - ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمرو

تھا ' اور دین الخالص کا بقاء و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا '
تو غور کرو کہ صرف امام موصوف ہی یہ حکم قائم و سلطان عہد ہونے کا سرف

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴]

مطلب نہیں ہے کہ بجز اپنے نفس کی اصلاح کے اور کسی کی ہدایت و اصلاح سے مطلب ہی نہ رکھو اور لوگوں کو گمراہی میں مبتلا ہونے دو ' کیونکہ اگر ایسا ہو تو کتاب و سنۃ کے دو ثلث احکام و رمایاد بالکل بیکار ہوجائیں ' بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد کا دور آئے اور غالب جماعت مبتلاے منکرات و معاصی ہو ' اور ہر شخص اپنی راے پر مغرور اور دین کی طرف سے بالکل بے پروا ہوجاے تو اسوقت سب کو گڑھوں میں گرتے دیکھکر خود بھی نہ کود پڑنا ' بلکہ گرنے والوں کو گرنے دو - خود اپنی راہ حق پر قائم و ثابت قدم رہو اُنکا معاملہ اُنکے لیے اور تمھارا معاملہ تمھارے لیے - ولا تزر وازرۃ وزر اخری - تاہم ' اگر " دع عنک امر العوام " کا یہ مطلب مان بھی لیا جاے کہ لوگوں کو اُنکے حال پر چھوڑ دو ' جب بھی نہ وہی عامۃ ناس کیلیے رخصت کا پہلو ہوگا اور عزیمۃ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی میں ہوگی ' چنانچہ اسی روایت میں اسکے بعد فرمایا " فان من ورائکم ایاماً ' الصبر فیھن کالقبض علی الجمر ' العامل فیھن مثل اجر خمسین رجلا یعملون مثل عملکم " یعنی یہ جو کہا کہ اسوقت اپنے وجود کو بچانا اور عوام کو اُنکے حال پر چھوڑ دینا ' تو اسلیے کہا کہ ظلم و مصائب کے بڑے سخت دن آنے والے ہیں اسوقت حق کی راہ میں صبر کرنا ایسا سخت ہوگا جیسے انگاروں کو ہاتھ میں لینا ' سو جو شخص ایسے دنوں میں بھی عمل حق سے باز نہ آیا ' اُسکے لیے تم جیسے پچاس آدمیوں کے اعمال کا ثواب ہوگا " اس سے واضح ہوگیا کہ چونکہ شرور فتن میں اُن لوگوں کیلیے بڑے ہی سخت مصائب و محن ہونگے جو حق کے اعلان و دعوۃ کی راہ میں قدم رکھینگے ' اور اُنکو برداشت کرنا ہر شخص کا کام نہیں ' اسلیے عامۃ ناس کیلیے یہ حکم دیا کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجاؤ دوسروں کے پیچھے نہ پڑو کہ اسمیں بڑی ہی آزمائشیں اور سختیاں ہیں پھر اگر کوئی مرد ہمت ان آزمایشوں میں پورا اُترے تو فرمایا کہ اُسکے اجر و ثواب کا کیا پوچھنا ؟ اُسکا ایک عمل و صدر پچاس اصحاب عمل کے مقابلے میں رکھا جائیگا نہ کام جتنا سخت ہو اُسی کے مطابق مزدوری بھی ملنی چاہیے -

بند ہو جانا کہ " لا یرون فیہ الشمس ابدا " کو قبول کرلیں - بہتوں کے قدم تو ابتدا ہي میں لڑکھڑا گئے - بعضوں نے ابتدا میں استقامت دکھلائي لیکن پھر ضعف و رخصت کے گوشے میں پناہ گیر ہوگئے - عبد اللہ بن عمر القواریري اور حسن بن حماد امام موصوف کے ساتھہ ھي قید کیے گئے تھے ' مگر شدائد و محن کي تاب نہ لا سکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے - بعضوں نے روپوشي اور گوشہ نشیني اختیار کرلي کہ کم سے کم اپنا دامن تو بچا لیجائیں - کوئي اُسوقت کہتا تھا " لیس ھذا زمان حدیث ' انما ھذا زمان بکاء و تضرع و دعاء کدعاء الغریق " یعني یہ زمانہ درس و اشاعت علوم و سنۃ کا نہیں ہے - یہ تو وہ زمانہ ہے کہ بس اللہ کے آگے تضرع و زاري کرو اور ایسي دعائیں مانگو جیسي سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے ! کوئی کہتا تھا " احفظوا لسانکم ' و عالجوا قلبکم ' و خذوا ما تعرفوا ' و دعوا ما تنکروا " اپنی زبانوں کی نگہباني کرو ' اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ ' جو کچھہ جانتے ہو اُسپر عمل کیے جاؤ ' اور جو برا ہو اُسکو چھوڑ دو ! کوئي کہتا " ھذا زمان السکوت و ملازمۃ البیوت " یہ زمانہ خاموشي کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کرکے بیٹھہ رہنے کا (۱) جبکہ تمام اصحاب کار و طریق کا یہ حال ہورہا

---

(۱) یہ باتیں بھی اپنے مقام و رنگ میں ٹھیک تھیں اور ہرگز ہرگز موجب قدح نہیں - ارباب رخصۃ کیلیے اسی میں امن و سلامتی ہے - یہ مقام بھي اُن لوگوں پر بدرجہا مزیہ و فضیلت رکھتا ہے جو خود اپنے اعتقاد و عمل کی بھی محافظت نہ کرسکے ' اور ہر حال میں اصلاح نفس مقدم ' لیکن ارباب عزیمۃ کا مقام دوسرا ہے - اصحاب رخصت کی نہایۃ اُنکے لیے بدایہ کا حکم رکھتی ہے ' اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے معاملات سب کیلیے نہیں ہوسکتے - و کلا وعد اللہ الحسنی اور و لکل وجہۃ ہو مولیہا فاستبقوا الخیرات - اور یہ جو ترمذی (یا ابو داؤد) میں ہے کہ ابو امیہ شعبانی نے ابو ثعلبہ سے یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم کی نسبت پوچھا تو انھوں نے آنحضرۃ سے روایت کی " ایتمروا بالمعروف و انتہوا عن المنکر ' حتی اذا رایتم شحاً مطاعاً و ھوی متبعاً و دنیاً موثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایہ ' وعلیک بنفسک و دع عنک امر العوام " تو اول تو " علیک بنفسک " کا یہ

پہلوہاے ' ورنہ والفجر اور والضحیٰ کے مراتب ارلعہ تو ہر دو اُنکے لیے
و اللیل اذا یغشیٰ کے حکم میں داخل ہیں ۔

فصل

اگر تاریخ اسلام کے مختلف دوروں اور سلسلۂ دعوۃ و تجدید امۃ مرحومۃ
کی پچھلی کڑیوں پر نظر ڈالو تو یہ جو کچھ کہا گیا ' اسکی تصدیق ہر دور
کے واقعات پیش کرینگے - افسوس کہ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں ہر دور میں
تم پاؤگے کہ اگرچہ عامۂ علماء و صلحاء امۃ کی ایک بہت بڑی جماعت
موجود تھی ' اور اُنکا فضل و کمال اور ورع و تقوی بھی ہر طرح مسلم و
ثابت ہے ' بلکہ بعض اُن میں ایسے ہیں کہ علم و عمل کی متعدد شاخوں
میں اپنا عدیل و نظیر نہیں رکھتے ہیں ' تا ایں ہمہ اُس عہد کی عزیمۃ
دعوۃ اور تجدید ملت کے مرتبۂ مخصوص میں اُنکا کوئی حصہ نہ ہوا ' اور
صرف چند خاص افراد عزائم ہی کی قسمت میں آیا یا تو اُنکے قدم ہمت
نے علم و عمل کی دوسری شاخوں پر قناعت کرلی ' یا اس راہ میں قدم
اُٹھانے کی جرأت ہی نہ کرسکے عہد اوائل بنو امیہ میں کہ ابھی ہجرۃ کی
پہلی صدی بھی ختم نہیں ہوئی تھی ' کتنی بڑی جماعت اجلۂ صحابۂ
کرام اور ارکان بیت نبوۃ و بقیۂ صالحۂ خیر القرون کی موجود تھی ؟ اور
کون ہے جو اُنکی عظمت و شرف میں ایک لمحہ کیلیے بھی شک کرسکے ؟
لیکن بدعات و محدثات بنو امیہ کے مقابلے میں سر فروشانہ اقدام
عزیمۃ و فتح باب معارضۃ و ثبات فی الحق و العدل کا جو ایک مخصوص
مقام تھا ' وہ تو بجز حضرۃ امام حسین (علیہ و علی ابائہ و اجدادہ الصلوۃ
و السلام) کے اور کسی کے حصے میں نہ آیا ؟ عبد الملک بن مروان کا زمانہ
اجلۂ تابعین و حفاظ سنۃ و حملۂ علوم نبوۃ سے مملوء تھا ' لیکن اتباع
سنۃ و اعلام حق کی راہ میں سو دُرّوں کی ضرب مردانہ وار برداشت کرلینے
اور متعوض متقدمین آل مروان اور مغضوب قلوب مومنین ہونے کا جو شرف

عیر احیاء - بہار کا جب موسم آتا ہے توگو زمین کے ہر گوشہ کو روئیدگی و سرسبزي سے مالا مال کردینا چاھتا ہے مگر سب سے پہلے اسکي آمد کی برکتیں باغ و چمن ھي میں ظاھر ھوتي ھیں - اور صبح کا طلوع اگرچہ دنیا کے گوشے گوشے کیلیے پیام نور ھوتا ہے مگر سورج کي پہلي کرنیں اونچي دیواروں اور بلند مناروں ھي پر چمکتي ھیں' گو بعد کو نچلے سے نچلے تہہ خانے بھي روشن ھوجائینگے - یہي حال عہد ھدایت اور دور فیوض و برکات سماویہ کا بھي ہے - اس عالم میں بھي خزان و بہار کے موسم آتے ھیں اور لیل و نہار کا اختلاف موجود ہے - وما یعقلها الا العالمون سو اگرچہ نہار سعادت کا موسم سارے جہان اور ساري زمین کیلیے موسم حیات و کامرانی ہے لیکن اسکي سب سے پہلی برکت اصحاب عزائم و نفوس زکیۂ امت کے ریاحین قلوب و بساتین ارواح ھي سے بروز و ظہور کرتي ہے' اور اگرچہ آفتاب فیضان الہي کي تجلی تمام بر و بحر کو ظلمت غفلت و بطالت سے نجات دلانا چاھتي ہے' مگر اسکي سب سے پہلي کرنوں سے درخشندہ و جہانتاب ھونے کا حق صرف انھي طبائع مستعدہ و قلوب صافیہ کو حاصل ھوتا ہے' جنھوں نے اپني استعداد سر بلندي و رفعت سے اکتساب اسفار ھدایت کیلیے اسبقیت و اولیت کا درجہ حاصل کرلیا ہے - اور یہ معلوم ہے کہ موسم بہار ھر پھول کو لالي اور ھر پتے کو سبزي بخشیگا' اور صبح کي تجلی ھر ذرہ کو چمکیلا اور ھر آنکھہ کو بینا بنادیگی' مگر اس سے کیا ھوتا ہے ؟ دیکھنا صرف یہ ہے کہ جسوقت باغ و چمن میں پھول کھلکھلا رہے تھے اور شاخیں ھنس ھنس کر جھوم رھی تھیں تو اسوقت اموات صحرا و گلخن کا کیا حال تھا ؟ اور جس وقت دیواروں کي اونچي منڈیروں اور مناروں کی چوٹیوں اور کلسوں کو صبح تجلی زیور طلائي پہنا رھی تھی تو اسوقت صحن مکان کے گوشوں اور ابواب و منافذ کے نیچے سونے والوں کا بھی اس فیضان اول میں حصہ تھا یا نہیں ؟ تہہ خانوں اور سردابوں کے بسنے والوں کا تو یہاں ذکر ھي نہیں کرنا چاھیے - انکے لیے تو شاید والمہ ار اذا تجلی کا وقت ھي روشني کي پہلي کرن بھم

غلبۂ و احاطہ حاصل نہیں ہوتا یا کتاب و سنۃ کی دعوۃ خالص و بے آمیزش کی حقیقت سے خالی ہوتی ہیں' پس اگرچہ اس لحاظ سے کہ اصلاً طلب حسنات و اصلاح اور قیام شریعۃ پر مبنی ہیں ' وہ دعوۃ الی الحق و امر بالمعروف کے حکم میں داخل ہوجاتی ہیں' مگر ساتھہ ہی اس اعتبار سے کہ طرح طرح کی غلطیوں اور لغزشوں ' یا آمیزش ظلمت راے و قیاس عدم صالح ' یا کوری بدعات و محدثات سے پاک و صاف نہیں ہیں ' اپنا حکم و اثر کھو دیتی ہیں اور برکات نصرۃ و موہود حاصل نہیں کرسکتیں مثلاً اصل کی جگہ کسی ایک ایسی فرع کی حفاظت کو عزیمۃ دعوۃ سمجھہ لیا جو بوجہ مفاسد و مصالح اصل بالفعل نا قابل اعتنا تھی ' یا سلسلۂ سفر بغیر تعیین منازل و تقرر بدایۃ و نہایۃ کے ساتھہ شروع نہیں کیا مثلاً جس منزل سے سفر کا آغاز ہونا چاہیے ' اسکو درمیانی سمجھہ لیا یا آخری منزل ' کہ ان حقائق کار کا علم بلا معام نسبۃ بالانبیا و تخلق باخلاق الصحابہ کے حاصل نہیں ہوسکتا ' اور یہی وہ غوامض اعمال نبوۃ ہیں جنکی طرف بعض صحابہ و تابعین اشارہ کرکے کہدیا کرتے ہیں کہ " ذلک من عمل النبوۃ " یا اس سے بھی بڑھکر مصیبت یہ کہ گو دعوۃ الی الحق کیلیے قدم اٹھا مگر سنۃ کی رہنمائی کی جگہ بدعۃ کی انگہداری ہاتھ لگی ' یا اقلاً طریق کار بدعۃ کی آمیزش سے محفوظ نہ رہا ' اور اگر اللہ تعالی نے فہم واسع و سلیم عطا فرمایا ہے و سمجھہ لوگے کہ یہ آخری سبب بڑوں بڑوں کیلیے مزلۃ اقدام ہوتا آیا ہے اور ایک علۃ قویہ ضیاع قواے عمل و کار و بار دعوۃ و تبلیغ کی صدیوں سے یہی حدرہی ہے یا دعوۃ و تبلیغ کے بلاد معامات کی طرف ایسے نو آموزاں راہ اور خام معراں کارنے قدم اٹھا یا جو گو اپنے ولولوں اور نیتوں کے لحاظ سے مستحق تحسین ہیں لیکن اس مقام کیلیے جس قوۃ علمی و عملی کی ضرورت ہے اور جس ثبات قلب و رسوخ عزم کی ' وہ ابھی ان سے منزلوں دور ہے ' نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو اول قدم ہی میں ٹھوکر لگتی ہے' یا بیچ میں ہی میدان کارزار کو پیٹھہ دکھلا دیتے ہیں ' حالانکہ یہ وہ راہ ہے کہ یہاں کی ایک ادنی

دیکھکر ٹوکدینا بھی نہي عن المنکر ھے ' تمام شہر کو برائي سے باز رکھنے کیلیے کھڑے ھو جانا بھي نہي عن المنکر ھے ' اور پھر عالم تفئدد و تحدید سے آزاد ھوکر اپنے تمام عہد و دور کے شر و فساد کو دور کرنے کیلیے بلا امتیاز قرب و بعد و یمین و یسار و مشرق و مغرب غلغلۂ عمل بلند کرنا بھي نہي عن المنکر ھے - اسي طرح مسلمانوں کے راستہ سے پتھر ھٹا دینا بھي ایمان کی شاخ اور عمل حق ' مگر تمام امت کي راہ سے سنگ بطلان و فساد کو دور کردینا بھی عمل ایمان و اقدام حق ھے ' پھر کیا ان تمام مراتب کا ایک ھي حکم ھوسکتا ھے ؟ کہا وہ مقام ارفع و اعلی جہاں ایک عالم و امت کی اصلاح کیلیے قدم اٹھاے جائیں ؟ اور کہا وہ تنگناے ضعف جہاں صرف اپنے پڑوسی کی اصلاح ھي پر قناعت کرلی جاے ؟ اگرچہ وکلا وعد اللہ الحسنی - اصلاح دونوں ھیں ' اور دونوں کیلیے اجر ' لیکن پہلا منصب نبوۃ کی شاخ ' اور دوسرا افراد امت میں سے ایک فرد مومن صالح کا مرتبہ اور بس - پس یا تو دعوۃ حق کا سلسلہ موجود ھوتا ھے مگر ایک محدود دائرہ سے باھر قدم نہیں نکالتا - یا ایسا ھوتا ھے کہ دعوۃ کي صدائیں بڑی ھي دھیمی اور پست ھوتی ھیں اور انمیں وہ گرج اور کڑک نہیں پائي جاتي جس کے بغیر سرشاران غفلت چونک نہیں سکتے ' اسلیے گو اٹھتی رھتي ھیں لیکن اپنے عہد کو چونکا دینے کا شرف حاصل نہیں کرسکتیں - یا ایسا ھوتا ھے کہ نمود دعوۃ و سریان امر کیلیے ضروری ھے کہ دعوۃ حق میں ایک ایسی ھمہ گیر جاذبیۃ و جالبیۃ ھو جو ایک عالم کے دلوں کو لبھالے اور ایک دنیا کو اپنا وارفتہ و دل دادہ بنادے ' حتی کہ سامع و شاھد کی طاقت سے باھر ھوکہ اسکی کشش سے اپنے آپکو بچاسکے - بغیراس خاصہ کے دعوۃ کبری قائم و نافذ نہیں ھوسکتی ' لیکن ایسا ھوتا ھے کہ دعوۃ حق کي صدائیں تو اٹھتی ھیں مگر اس جاذبیۃ معنویہ سے محروم ھوتی ھیں اور اسلیے مجذوب القلوب تمام نہیں ھوسکتیں - یا پھر ایسا ھوتا ھے کہ بمصداق جاھدوا جمعاً جماعاً و آخر ... داعیان حق کا ھوگروہ موجود ھوتا ھے ' اکي دعوۃ ٹھیک ٹھیک ... [illegible] ھوتي ھیں مدارج دعوۃ کے [illegible] و مدارج [illegible]

البعاث ثبوۃ کے یہ ہے کہ دعوۃ اسلام کے ظہور کے لیے حق و ذکر حق کا بالکل مفقود و معدوم ہو جانا ضروری نہیں ' بلکہ اسقدر بس کرتا ہے کہ سخت درجہ اضمحلال اور پژمردگی کی حالت اسپر طاری ہو جاے ' اور داعیان حق کی جماعت نہایت قلیل و مغلوب ہو بعدیکہ چند منتشر و نادر افراد کے سوا انکی کوئی ہستی اور جمعیۃ باقی نہ رہے ' برخلاف اسکے داعیان فساد و ضلالہ کا ہر طرف دور دورہ ہو ' اور وہ ہر ایک چیز ہے ' یعنی صرف حق کا وجود ہی نہیں بلکہ حق کا قیام و ظہور و نفوذ ' اور مجرد امر و دعوۃ ہی نہیں بلکہ دعوۃ کا نظام و قوام ' اور محض دعوۃ افراد و جماعات ہی نہیں بلکہ دعوۃ امۃ و ملۃ ' تو اسکا کارخانہ بالکل درہم برہم ہو جاے بلکہ نام و نشان تک باقی نہ رہے کانہ لم یکن شیئاً مذکورا - یہی غربت و اقلیۃ حق ہے جو بسبب کمال ضعف و بیچارگی و عدم حصول نتائج مطلوبۃ کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے ' اور رفتہ رفتہ غایت درجہ تک پہنچ جاتی ہے جو ظہر الفساد فی البر و البحر سے تعبیر کی جاتی ہے - پس جب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوۃ اصلیۃ و اساسیہ کا یہ حال ہوا ' اور ہنگام ظہور انکی جماعت قلیلۃ دعاۃ حق کی موجودگی انکے قیام دعوۃ و تبلیغ کی اساسیۃ و اولیۃ کے منافی نہ ہوئی ' تو ظاہر ہے کہ مجددین امت و نقبا و ورثاء نبوت کے مرتبۂ تجدید کیلیے یہ امر کیوں منافی ہو؟ اس عالم کے معاملات یہی تبعاً و فرعاً ویسے ہی واقع ہوتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس عہد میں حق کی دعوۃ و تبلیغ کرنے والے بالکل نہ ہوں ' یا نفس دعوۃ میں انکا اور کوئی سہیم و شریک نہو ہوتے ہیں ' لیکن یا تو انکی جماعت بہت ہی قلیل و درماندہ اور نعال حسود مبتلا و کم ہوتی ہے ' یا دعوۃ حق کے اعمال بغایت محدود و محصور ہو جاتے ہیں ' یعنی ارباب دعوۃ کی پستی ہمت ' بلندی و وسعت میدان عمل سے گھبراتی اور اسکے لیے اپنے کو درماندہ پاتی ہے ' اور محض ایک محدود دائرۂ دعوۃ پر قناعت کرلیتی ہے حالانکہ ہر چیز کی طرح اسکے بھی مراتب و مدارج ' اور گو ہر مرتبہ اسمیں داخل لیکن ہر مرتبہ کا حکم دوسرے سے مختلف اسے دوسری کو برائی کرتے

پس جب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوۃ کے ظہور کے زمانوں میں بھی داعیان حق و آمرین بالمعروف و سارعون فی الخیرات سے قوم و ملک بالکل خالی نہیں ہو جاتا ' اور کچھہ بقایا ارباب حق کا موجود رہتا ہے ' تو ظاہر ہے کہ اُنکے اتباع و دعوات اور وراثہ و نقباء کیلیے کہ اصحاب عزیمۃ دعوۃ و مجددین امت الٰہی سے عبارت ہیں ' ایسا ہونا کیوں ضروری ہو؟ اس اصل الاصول کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ دعوۃ و قیام حق اور اصلاح و تربیت امم کا اصل سرچشمۃ و مرکز مقام نبوۃ ہے ' اور ہر عہد و دور میں اُس کا جسقدر بھی ظہور ہوتا ہے ' وہ سب اسی مقام سے ملحق و متصل ' اور سب کی روشنی اسی شمس نظام و دوام عالم سے مکتسب و مستنیر ' اور تمام انہار فیضان و سعادت کیلیے یہی سلسلۂ نبوۃ مخرج و منبع کا حکم رکھتی ہے عیناً یشرب بہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا - اور کوئی قائم حق و داعی اصلاح و کاشف حقائق فوز و نصرۃ نہیں پاسکتا جب تک اسکا قدم منہاج نبوۃ پر واقع نہوا ہو اور اسکے تمام اعمال متأسی باسوۂ حسنۂ نبوۃ و متبع بہ سنۃ و حکمۃ رسالۃ نہوں ' اور اس راہ تأسی و تشبہ بالانبیاء میں جس داعی حق کا قدم جس حد تک پہنچتا ہے ' اُسی حد و مقام کے مطابق کم و بیش ثمرات و برکات ظاہر و باطن حاصل ہوتے ہیں - اور جس طرح

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۲]

و معروف مسئلۂ شریعۃ کے اس آیۃ سے ولایت و موالات نصاریٰ پر استدلال کر رہے ہیں اور لا تتخذوا الیہود و النصاریٰ اولیاء اور و من یتولہم منکم فانہ منہم اور لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و امثالہا کو فراموش کردیتے ہیں ایسا کرنا قطعاً و صریحاً تحریف ہے اور یحرفون الکلم عن مواضعہ میں داخل - اگرچہ آجکل کے علماء سوء و دجاجلۂ شر و فساد و احبار و رہبان امۃ نے مثل اور بہت سی تحریفات کے اس تحریف پر بھی گویا اجماع کر لیا ہے لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً ' فویل لہم مما کتبت ایدیہم و ویل لہم مما یکسبون !

میں سے شمار کیا ہے - اور اسی طرح بخاری کی روایت میں ہے:
" فمقتهم عربهم و عجمهم الا بقايا من اهل الكتاب " یعنی اسلام کے ظہور سے
قبل تمام عرب و عجم اپنے کفر و ضلالت کیوجہ سے مستحق مقت و غضب الٰہی
ہو رہا تھا مگر ایک چھوٹی سی جماعت جو اہل کتاب کے اہل حق کی بقایا
تھی، اور صوامع گوشوں میں مخفی تھی، اور اپنی ایمانی دولت بچائے رکھتی
تھی (۱) اس سے واضح ہوا کہ ختم الادیان کے ظہور کے وقت بھی کرۂ
ارضی کی ضلالت عامہ کا سب سے بڑا تاریک عہد تھا، یہ بات نہ تھی کہ داعیان
حق بالکل معدوم ہوگئے ہوں - ایسا ہونا سنۃ الٰہی کے خلاف ہے اور اسکی
مزید تشریح کا یہ موقعہ نہیں -

---

(۱) یہی ارباب حق کا بقایا اور اہل کتاب کی داعیۂ الصادقہ جماعت
تھی جس نے موحدین عرب کی طرح ظہور اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہا
تھا، اور جسکی استعداد قبول حق کا یہ حال تھا کہ: و اذا سمعوا ما انزل الی
الرسول تری اعینهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق، يقولون ربنا امنا
فاكتبنا مع الشاهدين - اور حق و صدق کا یہ بقایا بمقابلہ یہود کے نصاری
میں زیادہ تھا، اسی لیے اس آیہ کریمہ سے پہلے فرمایا: لتجدن اشد الناس
عداوة للذين امنوا، اليهود و الذين اشركوا - و لتجدن اقربهم مودة للذين
امنوا، الذين قالوا انا نصارى، ذلك بان منهم قسيسين و رهبانا و انهم لا
يستكبرون، و اذا سمعوا ما انزل الى الرسول - الخ - پس یہاں نصاری کے
اقرب فی المودۃ ہونے سے مقصود صرف یہ ہے کہ انکے رہبان و قسیسین میں
قبولیت اسلام کی استعداد بمقابلۂ یہود زیادہ تھی، اور اسلیے جب کلام حق
سنتے تھے تو حاتم بن عدی جیسے اصحاب استعداد چشم پرآب ہوکر پکار
اٹھتے تھے: ربنا امنا فاکتبنا مع الشاهدين - اور اسمیں کچھہ شک نہیں کہ
بمقابلۂ تصلب و قساوت و استکبار و غرور یہود، یہ استعداد اس عہد کے بعد
بھی نصاری میں عام طور پر زیادہ پائی گئی اور آج بھی موجود ہے - لیکن
وہ مقصود نہیں ہے جو موجودہ عہد کے بعض دعاۃ فتن و مجددین تحریف
شریعۃ نے بہ سبیل ابتغاء مرضات النصاری پہلے پہل اپنے بعض کتب و رسائل
میں لکھا، اور اسکے بعد سے عام طور پر تمام اہل تحریر و تقریر بطور ایک مسلم

ہیبت طاری ہوجاتی تھی کانہم یساقون الی الموت و ہم ینظرون ' تو وہ سب اسکے جولان قدم کیلیے ایک مشت غبار اور ایک تودۂ خس و خاشاک سے زیادہ حکم نہیں رکھتیں - سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہجاتے ہیں اور وہ بڑھکر عزیمۃ دعوۃ و ہدایت عامہ کا باب مسدود کھول دیتا ہے ' اور اسکی زبان ہمت و مقال قدوہ اس ترانۂ رجز سے زمزمہ سار و بزم عالم ہوتی ہے :

تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسی و نہ طور

این دلم ہست کہ زینگونہ ہزاراں دیدہ ست!

اگرچہ اُس عہد میں ہزاروں مدعیان کار موجود ہوں مگر اس فضیلت مخصوص میں اسکا کوئی سہیم و شریک نہیں ہوتا - صرف اُسی کو اُس عہد کی اقلیم ہدایت کی سلطانی و فرمانروائی پہنچتی ہے' اور صرف وہی اپنے زمانے کا کلید بردار خزائن برکات و فیضان سماویہ ہوتا ہے - تمام اصحاب طریق ناچار ہوتے ہیں کہ اپنے اپنے چراغ اُسی مصباح ہدایت سے روشن کریں ' اور تمام رہروان جادۂ مقصد مجبور ہوتے ہیں کہ اُسی کے کاروان فضل و قافلۂ کرامت کی آواز درا پر اپنے اپنے قدم اُٹھائیں - و ہذہ منزلۃ جلیلۃ و رتبۃ عظیمۃ لا تساویہا مزیۃ و لا تعادلہا منزلۃ و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم :

یہ رتبۂ بلند ملا جسکو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

اور یہ جو کہا کہ ہر عہد میں اللہ تعالی کسی ایک بندے یا چند بندوں ہی کو مقام عزیمۃ دعوۃ کے فتح باب کی توفیق دیتا ہے اور وہ اپنے دور کے خزائن فیضان و برکات کا صاحب مفاتیح ہوتا ہے ' تو اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس عہد میں بجز ایک زبان کے کلمۂ حق کسی دوسری زبان پر جاری نہیں ہوتا ' یا اُس عہد میں اور کوئی دعوۃ و تبلیغ حق کیلیے ساعی و جاہد

بعد و هجر طاري هو جاتا هے که کسي کے وهم و گمان میں بھي احیاء شریعۃ و تجدید ملت کا خطرہ نہیں گذرتا ' اور کوئي نہیں سونچتا که یه سارے کارخانے اور هنگامے تو اسلیے تھے که لتکون کلمۃ الله هي العلیا سو جب وهي سرنگوں هوگیا تو پھر ان اجساد بے روح و قشور بے مغز کي پرستش کیا سودمند علم و عمل هوسکتي هے ؟ اور جب روح امت مضمحل هوگئي اور حق کي جگه باطل کي اور سنۃ کي جگه بدعۃ کي حکومت چھا گئي تو پھر یه تمام باتیں کب مثمر و منتج هو سکتي هیں ؟ بلکه انکا شمار تو اب موانع و مهالک راہ میں سے هوگیا :

من لم یکن للوصال اهلا

فکـــل طاعـــاته ذنـــوب !

غرضکه اگرچه دنیا بظاهر علم و فضیلت سے لبریز هوتي هے اور بڑے بڑے اصحاب طنطنۃ و شهرت و ارباب تعظیمۃ و عظمت موجود هوتے هیں مگر کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي که اپنے عهد و دور کي طلب دعوۃ اور سوال قیام هدایت پر مردانه وار لبیک کہے' اور ظلمت کدۂ ضعف و وا ماندگي سے نکلکر راہ عزیمۃ دعوۃ میں قدم رکھے ' اور اگرچه دروازۂ سعادت الهي باز اور خزائن رحمت و نصرۃ رباني همواره در صدد بخشش و یغما هوتے هیں مگر سینکڑوں هزاروں علماء عهد اور اصحاب حوائق و صوامع میں سے کسي کو بھي اُس عهد کے احیاء و تجدید اور طائفۃ منصورۃ " من یجدد لها دینها " میں داخل هونے اور جماعۃ علیه یحبهم و یحبونه میں معدود و محشور هونے کي توفیق نہیں ملتي تا آنکه پردۂ ظلمت چاک هوتا اور یکایک صبح هدایت و سعادت مسرت تجدید و انبعاث سے عالم افروز و جهانتاب هوتي هے تو اسوقت تم دیکھتے هو که جس راہ میں قدم رکھنے سے ایک عالم درمانده و لاچار تھا ' اچانک ایک مرد همت اٹھتا هے اور نه صرف قدم رکھتا هے بلکه دوڑتا هوا چلا جاتا هے راہ کي وہ مشکلیں اور معرکتیں جو ضعفاء عهد کیلیے مصیبتوں کا پہاڑ اور هستیوں اور دهشتوں کي گھاٹیاں تھیں' اور جنکے وهم و تصور سے بیچارگان وقت کي ارواح تک ایسي دهشت و

امت کے ماتم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھي نہیں رکھتیں ' اور جن دلوں میں عشق ذات اور محبت اهل و عیال کیلیے ایک عالم شورش اور طوفان اضطراب مخفي هوتا هے ' اسمیں الله اور اسکے کلمۂ حق کے عشق کیلیے درد کي ایک تیس اور غم کي ایک چبھن بھي پیدا نہیں هوتي - عین اسوقت جبکہ زاهدان شب زندہ دار راتوں کو اُتھہ اُتھہ کر تسبیح هزار دانہ کو گردش دیتے هیں ' تو لاکھوں بندگان الهي مظلومیت کي گرد و خاک پر لوتتے اور ترپتے هیں ' اور کلمۂ حق کي بیکسي و بیچارگي سے الغیاث ! الغیاث ! اعینوني یا عباد الله ! اعینوني یا عباد الله ! کے نالہ و بکا کي صدائیں اُتھتي هیں - اور جبکہ حلقۂ مدارس و مجامع تعلیم میں کتب فقہ کے ابواب قضاء و ولایۃ کے نکات و دقائق حل هوتے اور صحائف حدیث کے ابواب اعتصام بالسنۃ اور امر بالمعروف و نہي عن المنکر کي شرح و تفسیر میں مدعیان فضل و کمال اپنا اپنا جوهر علم و تبحر دکھاتے اور معارک مباحث و مطالب کو سر کرتے هیں ' اور مجالس و محافل وعظ میں غلغلۂ اعملوا و تذکروا ! و قال الله و قال الرسول پیہم بلند هوتا اور سامعین کے سروں کو جنبش میں اور دلوں کو شورش میں لاتا هے ' تو عین اُسي وقت کفر و ضلالۃ اور بدعات و منکرات کے غلبۂ و قهر سے ارض الهي کا ایک ایک کونا چیختا اور چلاتا هے ' پرستاران حق کی غربت هر طرف سر پیتتي اور ماتم کرتي هے ' خدا کي زمین کے گوشے گوشے سے وا شریعتا ! وا دینا ! وا مصیبتا ! وا ویلا ! کی فریادیں اُتھہ اُتھکر آسمان تک جاتی هیں ' اور فضاء کائنات کا ایک ایک ذرہ داعي حق کیلیے روتا اور قائم هدایت کو کھوجتا هے اور پکارتا هے :

یا ناعی الاسلام ! قم و انعہ •

قد زال عرف و بدا منکرا

لیکن نہ تو عباد و زهاد وقت کو تسبیح هزار دانہ کی گردش مہلت سماعت دیتي هے اور نہ هنگامہ سازان مدارس و مجامع کو اساطیر جدل و خلاف و دساتیر قیل و قال کا شور و غوغا فرصت بصارت ' اصل حقیقت سے اسدرجہ

بعد و هجر طاري هو جاتا ہے کہ کسي کے وہم و گماں میں بھي احیاء شریعۃ و تجدید ملت کا خطرہ نہیں گذرتا ' اور کوئي نہیں سونچتا کہ یہ سارے کارخانے اور ہنگامے تو اسلیے ہیں کہ لتکون کلمۃ اللہ ھي العلیا سو جب وھي سرنگوں ہوگیا تو پھر اں احساد کے روح و قسور بے مغز کي پرستش کیا سودمند علم و عمل ہوسکتي ہے ؟ اور جب روح امت مضمحل ہوگئي اور حق کي جگہ باطل کي اور سنۃ کي جگہ بدعۃ کي حکومت چھا گئي تو پھر یہ تمام باتیں کب مثمر و منتج ہو سکتي ہیں ؟ بلکہ انکا شمار تو اب موانع و مہالک راہ میں سے ہوگیا :

من لم یکن للوصال اھلا

فکــل طاعـــاتہ ذنـــوب

غرضکہ اگرچہ دنیا بظاہر علم و فضیلت سے لبریز ہوتي ہے اور بڑے بڑے اصحاب طنطنۃ و شہرت و ارباب تفخفخۃ و عظمت موجود ہوتے ہیں مگر کسي کو اسکي توفیق نہیں ملتي کہ اپنے عہد و دور کي طلب دعوۃ اور سوال قیام ہدایت پر مردانہ وار لبیک کہے' اور ظلمت کدۂ ضعف و درماندگي سے نکلکر راہ عزیمۃ دعوۃ میں قدم رکھے ' اور اگرچہ دروازۂ سعادت الہي باز اور خزائن رحمت و نصرۃ رباني ہموارہ درصدد بخشش و عطا ہوتے ہیں مگر سینکڑوں ہزاروں علماء عہد اور اصحاب خوارق و صوامع میں سے کسي کو بھي اُس عہد کے احیاء و تجدید اور طائفۃ منصورۂ " من یجدد لہا دینہا " میں داخل ہونے اور جماعۃ یحبہم و یحبونہ میں معدود و محسور ہونے کي توفیق نہیں ملتي تا آنکہ پردۂ ظلمت چاک ہوتا اور یکایک صبح ہدایت و سعادت مشرق تجدید و انبعاث سے عالم افروز و جہانتاب ہوتي ہے تو اسوقت تم دیکھتے ہو کہ جس راہ میں قدم رکھنے سے ایک عالم درماندۂ و ناچار تھا ' اچانک ایک مرد ہمت اُٹھتا ہے اور نہ صرف قدم رکھتا ہے بلکہ دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے راہ کي وہ مشکلیں اور مصیبتیں جو ضعفاء عہد کیلیے مصیبتوں کا پہاڑ اور ہستوں اور دہشتوں کي گھاٹیاں تھیں' اور جنکے وہم و تصور سے بیچارگاں وقت کي ارواح پر ایسي دہشت و

امت کے ماتم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھی نہیں رکھتیں ' اور جن دلوں میں عشق ذات اور محبت اہل و عیال کیلیے ایک عالم شورش اور طوفان اضطراب مخفي هوتا هے ' اسمیں الله اور اسکے کلمۂ حق کے عشق کیلیے درد کي ایک ٹیس اور غم کي ایک چبھن بھی پیدا نہیں هوتي - عین اسوقت جبکہ زاهدان شب زندہ دار راتوں کو اُٹھہ اُٹھہ کر تسبیح هزار دانہ کو گردش دیتے هیں ' تو لاکھوں بندگان الهي مظلومیت کي گرد و خاک پر لوٹتے اور تڑپتے هیں ' اور کلمۂ حق کي بیکسي و بیچارگي سے الغیاث ! الغیاث ! اعینوني یا عباد الله ! اعینوني یا عباد الله ! کے نالہ ؤ بکا کی صدائیں اُٹھتي هیں - اور جبکہ حلقۂ مدارس و مجامع تعلیم میں کتب فقه کے ابواب قضاء و ولایة کے نکات و دقائق حل هوتے اور صحائف حدیث کے ابواب اعتصام بالسنۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کي شرح و تفسیر میں مدعیان فضل و کمال اپنا اپنا جوهر علم و تبحر دکھاتے اور معارک مباحث و مطالب کو سر کرتے هیں ' اور مجالس و محافل وعظ میں غلغلۂ اعملوا و تذکروا ! و قال الله و قال الرسول پیہم بلند هوتا اور سامعین کے سروں کو جنبش میں اور دلوں کو شورش میں لاتا هے ' تو عین اُسي وقت کفر و ضلالۃ اور بدعات و منکرات کے غلبۂ و قہر سے ارض الهي کا ایک ایک کونا چیختا اور چلاتا هے ' پرستاران حق کی عزت هر طرف سر پیٹتی اور ماتم کرتی هے ' خدا کی زمین کے گوشے گوشے سے وا شریعتا ! وا دینا ! وا مصیبتا ! وا ویلا ! کی فریادیں اُٹھہ اُٹھکر آسمان تک جاتی هیں ' اور فضاء کائنات کا ایک ایک ذرہ داعي حق کیلیے روتا اور قائم هدایت کو کھوجتا هے اور پکارتا هے :

یا ناعي الاسلام ! قم و انعه •

قد زال عرف و بدا منکر !

لیکن نہ تو عباد و زهاد وقت کو تسبیح هزار دانہ کي گردش مہلت سماعت دیتی هے اور نہ هنگامہ سازان مدارس و مجامع کو اساطیر جدلي و خلاف و دساتیر قیل و قال کا شور و غوغا فرصت بصارت ' اصل حقیقت سے اسدرجہ

یا واماندۂ ضعف و بیچارگی، اور یا مدہوش غفلت و ہوا پرستی، ان میں
سے ایک حصۂ غالب تو علماء سوء اور دعاۃ فتن و منکرات کے زمرہ میں داخل
ہوجاتا ہے علماً و عملاً - اور جو جماعۃ علماء حق کی باقی رہتی ہے، وہ بھی
ضعف کدۂ رخصت سے قدم باہر نہیں نکالتی، اور حق پرستی کی بڑی سے
بڑی بات اور تقویٰ و طہارۃ نفس کی بڑی سے بڑی فضیلت یہ سمجھی
جاتی ہے کہ اپنے قدم کو لغزش نہ ہو، اور جبکہ ایک دنیا امواج ظلمت و فساد
میں ڈوب رہی ہے تو ہم کنارۂ سلامتی پر قدم جمائے باقی رہجائیں گویا
ایمان کا جو سب سے ادنیٰ اور نچلا درجہ عامۂ ناس اور ضعفاء عمل کیلئے
تھا، وہی خواص امت اور ہداۃ و مرشدین ملت کیلیے بلندی و عروج کا
سب سے اونچا مقام ہوجاتا ہے، اور سب سے بڑا متقی انسان وہ سمجھا
جاتا ہے جسکے قدم "جہاد بالقلب" کی پائین بساط سے نیچے نہ ہٹیں،
لیکن کوئی نہیں ہوتا جس کا عزم ایمانی توقف و سکون کی جگہ طالب
اقدام و سبقت ہو، جو اپنے نفس کی نجات کی جگہ جماعۃ و امت
بلکہ نوع و ارض کی نجات کا عشق رکھتا ہو، جسکا حوصلۂ کار اور عزم راہ
صرف اتنے ہی پر قانع نہ ہوجائے کہ خود نہیں ڈوبا کیونکہ یہ تو ضعف
و بیچارگی کا سب سے آخری درجہ ہے فضیلت و کرامت اسمیں کیا ہوئی؟
بلکہ ہر وجود کا ڈوبنا اسکے لئے ماتم اور ہر قدم کی ٹھوکر اسکے لیے موت ہو،
جبکہ دنیا اسکو سب سے بڑی بڑائی سمجھ رہی ہو کہ خود کنارے پر بیٹھ
جائیں، تو وہ بتلادے کہ خود بچنا نہیں بلکہ ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کیلیے
سمندر میں کود پڑنا بڑائی ہے، اور جبکہ لوگ اپنے اپنے دروازوں کو بند
کر رہے ہوں تاکہ راہ کے مہلکۂ و فساد سے محفوظ ہوجائیں، تو وہ اپنا دروازہ کھولدے
اور دکھلادے کہ بند کرکے چھپ رہنے میں فضیلت نہیں ہے بلکہ کھولکر
باہر نکلنے میں، اور اگر باہر امن نہیں ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ
دروازہ کھولنے کا اصلی وقت یہی ہے نہ کہ بند کرنے کا۔ مقام عزیمۃ
و رخصۃ کا یہی وہ فرق ہے جو ایک صاحبدل نے خانقاہ کے گوشۂ عزلت سے
نکلکر شیخ شیراز کو بتلایا تھا

عزائم امور کیلیے چن لیتا ہے کہ وان ذلک لمن العزم الامور اور جنکا نور علم و عمل مشکواۃ نبوۃ سے ماخوذ، اور جنکا قدم طریق منہاج نبوۃ پر واقع ہوتا ہے - انہی افراد خاصہ کو حدیث بخاری میں محدث (بالفتح) کے لفظ سے تعبیر فرمایا، اور یہی مورد و مصداق حدیث مجدد کے ہیں جو مختلف طرق سے مروی اور اسلیے بلحاظ صحت متن اسکی صحت میں کلام نہیں - یہی لوگ ہیں جنکا وجود فی الحقیقت نظام حق و ہدایت کا مقوم و منظم ہے، اور انبیاء کرام کی اصلی وراثت انہی میں منتقل ہوتی ہے - البتہ یہ مقام اربس ارفع و اعلی ہے، اور ہر عہد و دور میں صرف چند نفوس عالیہ ہی ایسے ہوتے ہیں جنکا قدم ہمت امتحان گاہ مصائب و مہالک سے آگے بڑھکر وہاں تک پہنچتا ہے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے عمل حق کو انجام دیدیتا ہے - اسکے لیے نہ تو مجرد علم و تدریس کتب کام آتی ہے نہ رسوم و ہئیات زہد و انقطاع، نہ مدارس و معاہد دینی کے غلغلۂ و ہنگامۂ فضیلت کو اسمیں دخل ہے اور نہ صومعۂ و خانقاہ کے گوشۂ انزوا کو - ایکے عہد میں علماء و اصحاب مشیخت کی کمی نہیں ہوتی، اور کچھہ یہ بات بھی نہیں کہ مدرسے اُجڑ جاتے ہوں اور خانقاہیں منہدم ہوجاتی ہوں، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کثرت و شہرت کے لحاظ سے انکا زمانہ علماء و مشائخ امۃ کا سب سے بڑا مجمع و بازار ہوتا ہے اور آبادیوں کی آبادیاں اصحاب علم و پیشوائی سے بھری نظر آتی ہیں، تاہم مقام عزیمۂ دعوۃ و قیام ہدایت کی اُن میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملتی - کوئی دامن رخصت میں پناہ لیتا ہے، کوئی گوشۂ انزوا و انقطاع میں صرف اپنی عافیۃ و حفاظت ڈھونڈھتا ہے، کوئی راہ میں فتنۂ و فساد کا شور سنکر صرف اسکو کافی سمجھہ لیتا ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلے، کسی پر ضعف الایمان کا درجۂ تنزل و تسفل اس طرح طاری ہوجاتا ہے کہ زبان کو یکسر گنگ اور دست عمل کو بکلّی شل پاتا ہے، اور کسی کو نفس خادع اور خاطر فاسد ضلالۂ حیل و نفاق میں مبتلا کرکے سرگرم دنیا پرستی و دین فروشی کردیتا ہے - غرضکہ سب کے سب یا ناچار مقام رخصت ہوئے ہیں

اور لیت کے ذات کو انکے خلاف کلم میں لایا ' وہ بھی مومن ہے ' لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں حتی کہ رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوسکتا " تو اس حدیث میں بھی وہی تین درجے ہیں - پہلا درجہ اصحاب عزیمۃ کا ' دوسرا اصحاب رخص کا ' تیسرا ضعفاء طریق کا ' و ذلک اضعف الایمان ' اور اس آخری درجے پر ایمان کی سرحد ختم ہوجاتی ہے کہ ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل ! یہاں ذکر اگرچہ صرف مبتدعین و معرضین شریعۃ کے خلاف جہاد ید و لسان کا ہے ' لیکن اصل تقسیم اسمیں محدود نہیں - مقصود نفس عزیمۃ و استقباۃ بالخیرات ہے - اور یہ کہ ہر میدان علم و عمل میں ایک درجہ عزیمۃ کا ' ایک رخصت کا ' اور ایک ضعف و انحطاط کا ہوتا ہے البتہ اس تقسیم کا سب سے بڑا میدان عمل معامل دعوۃ و تبلیغ حق ہے ' اور قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ' و معارضۃ مبتدعین فی الدین و اعداء حق و اسلام ' و احیاء سنۃ و اخماد بدعۃ ' و کشف و ابراز علوم حقۃ نبویہ و غوامض و سرائر حکمۃ شرعیہ ' کہ اسی وادی فصل اور معقۃ آزمائش میں اصحاب طریق کے اقدار و اقدام کا فیصلہ ہوتا ' اور مدارج ایمانیہ و مراتب علمیۃ و عملیہ کے جوہر کھلتے اور امتیاز پاتے ہیں یرفع اللہ الذین امنوا منکم و اوتو العلم درجات -

در مدرسہ کس را نہ رسد دعوئی توحید

منزل گہ مرداں سرحد سردار ست !

پس پہلا درجہ ہر حال میں " السابقون السابقون " و " منعمون الاولون " و " استقون بالخیرات " و " مجاہدون بالعمل و الجوارح " کا ہے جو جماعت " مقتصد " پر بھی شرف و مزیۃ رکھتے ہیں ' اور ضعفاء طریق تو انکے جوتی کمال کی گرد و غبار بھی نہیں پاسکتے ' اور پھر جسطرح ہر قسم و جماعت میں حسب حال و استعداد فرق مراتب و معارج ہوتا ہے ' اسی طرح سابقون بالخیرات کے بھی مختلف مراتب و معاملات ہیں اور کتاب و سنۃ نے انکے حالات و علائم بتلائے ہیں - از الجملہ سب سے اعلی و اکمل طبقہ اُن اخص الخواص نفوس مزکی کا ہے جنکو قالد توفیق الہی و سائق فیضان ربانی

چھوڑ گیا ہے ' اسکو بعینہ محفوظ رکھتے اور اسمیں ذرا بھی فرق آنے نہیں دیتے ہیں - لیکن انکے بعد بدعات و فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہونے لگتے ہیں جو اسوۂ نبوۃ سے منحرف ہو جاتے ہیں - انکا فعل انکے دعوے کے خلاف ہوتا ہے ' اور انکے کام ایسے ہوتے ہیں جنکے لیے شریعۃ نے حکم نہیں دیا ' سو ایسے لوگوں کے خلاف جس کسی نے قیام حق و سنۃ کی راہ میں اپنے ہاتھہ سے کام لیا ' وہ مومن ہے ' جو ایسا نہ کرسکا مگر زبان سے کام لیا ' وہ بھی مومن ہے ' جس سے جہاد لسانی بھی نہوسکا ' صرف دل کے اعتقاد

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۱]

اسی حالت کی نسبت اشارہ ہے کہ : فطبع علی قلوبہم فہم لایفقہون - یعنی طبع اللہ بکفرہم اور کلا بل ' ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون - اور یہی جبز ہے کہ : ان اللہ لا یہدی القوم الفاسقین - " لا یہدی " ای لا یعلم و لا یبصر اور من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ؟ اور اسی بنا پر فرمایا کہ : انک لاتہدی من احببت - ورنہ معلوم ہے کہ : انک لتہدی الی صراط مستقیم و امثال ھذا کثیر فی الکتاب و السنۃ - اور یہ جو فرمایا کہ : انک لاتسمع الصم الدعاء - اور من لم یجعل اللہ لہ نورا تو اسکی تفسیر سورۂ انفال سے ملتی ہے کہ : و لو علم اللہ فیہم خیراً لاسمعہم و لو اسمعہم لتولوا و ہم معرضون - اور یہ بھی واضح رہے کہ جس طرح دنیا میں ہمیشہ ہر داعی صادق اور ہر کاشف حقیقت منہاج نبوۃ پر قطع طریق کرتا اور گویا جزء من احزاء النبوۃ سے فیض یاب ہوتا ہے ' اسی طرح ہر وہ گروہ جو دعوۃ حق پر سب سے پہلے لبیک کہتا اور ہر ظہور و کشف کا اولین شناسا و مصدق ہوتا ہے ' مرتبۂ صدیقیہ کی استعداد سے حسب درجۂ و احوال حظ بردار و بہرہ ور ہوتا ہے - من حیث یدری و لا یدری - اصناف اربعۂ " من انعم اللہ علیہم " کے فیضان و برکات کا سلسلہ از اول نشئۃ انسانی الی یوم القیامۃ قائم و جاری ہے ' او رجماعت صدیقین و شہداء و صالحین سے کوئی عہد و دور خالی نہیں رہسکتا کیونکہ نوع بشری کی قسم سعید و مفلح انہی اصناف میں محدود و محصور ہے - یہ مبحث منجملہ مہمات مباحث قرآنیہ کے ہے اور الحمد للہ کہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں اسکے کمال وضوح و بیان پر یہ فقیر فضل الہی سے موافق ہوا -

یہ لوگ نبي كي سنۃ کو قائم رکھتے اور ٹھیک ٹھیک اسکي پیروي کرتے هیں - یعني شریعۃ الهي کو جس حال اور جس شکل میں نبي

(بقیہ لوٹ صفحہ ۹) –

درسکتے اورکچھہ عرصے کي صفائي و تزکیہ کے محتاج ہوتے هیں پھر زنگ و کثافت کي بھي مختلف حالتیں اور مختلف مراتب هیں - کوئي آئینہ جلد صاف ہو جاتا ہے ' کوئي بہت دیر میں ' اور کسي کا زنگ اسدرجہ تک پہنچ چکا ہوتا ہے کہ صاف ہونے کي کوئي امید باقي نہیں رہتي - حضرۃ ابوبکر صدیق ' حضرۃ علي ' خدیجۃ الکبری ' سلمان فارسي ' ابوذر' رضي اللہ عنہم کے آئینۂ مجلی و مصفی سے کس طرح اول نظر هي میں عکس قبول کرلیا تھا ؟ یہ صدیقیۃ تھي جو جمال نبوۃ دیکھتے هي پکار اٹھي " واللہ ما هذا بوجہ کذاب " ! مولانا نے اسي مقام کي طرف اشارہ کیا ہے

در دل هر امتي کز حق مزہ ست
روے و آواز پیمبر معجزہ ست !

لیکن بہتوں کا آئینہ مکدر تھا اورکچھہ عرصے تک صاف ہوتے رہنے کي ضرورت تھي

خاطرت کی رقم فیض پذیرد هیہات
مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کني !

کسي کو تھوڑا ' کسی کو زیادہ ' کسي کو بہت زیادہ وقت لگا ' اور پھر کسي کے آئینۂ استعداد کے زنگ و تکدر کا یہ حال تھا کہ چودہ برس کے متصل جلاء و صفائي سے بھي صاف نہوسکا اور آئینہ کي جگہ پتھر اور لوہے کے حکم میں داخل ہوگیا فهي کالحجارۃ او اشد قسوۃ ابوجہل و عتبہ آخر تک کہتے رہے ما لهذا الرسول یاکل الطعام و یمشي فی الاسواق ؟ اور ان یتبعون الا رجلا مسحورا اسي آخري مقام شقاوت کي نسبت وہ تمام تصریحات قرآنیہ هیں جن میں سد باب هدایت و عدم امید قبول حق و ملتہاء ظلمت وکوري کي خبر دي گئي ہے - اور اسي گروہ کا نام العمی اور شر الدواب اور الاموات اور الاصل ہے ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون اور صم بکم عمی فهم لا یرجعون اور لهم قلوب لا یفقهون بها الخ اور اولئک کالانعام بل هم اضل اور وما انت بمسمع من فی القبور اور انک لا تسمع الصم الدعاء اور

چھوڑ جاتا ہے - یہ جماعت حواری یا اصحاب کے لقب سے ملقب ہوتی
ہے اور درسگاہ نبوت کی سب سے پہلی تعلیم یافتہ جماعت ہوتی ہے (۱)

---

(۱) یہی حق کو سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پا لینے والی اور
قبول و وصول حق کی سب سے زیادہ استعداد رکھنے والی جماعت ہے جس
کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "صدیقین" سے بھی ملقب کیا ہے،
اور جو جماعۃ انبیاء کے بعد اصحاب الجنۃ و اصحاب المیمنۃ و اصحاب النعیم
اور اهل التقوی اور خیر البریۃ کی اولین قسم ہے - نبوت کی قوت فاعلہ
کیلیے صدیقین کو ایک قابل قسم کا انفعال سمجھنا چاہیے - اسی لیے
ہر نبی کے ساتھ سب سے پہلی جماعت صدیقین ہی کی ہوتی ہے، اور
اسی طرح ہر داعی حق اور ہر کشف و ظہور حقیقت کیلیے ہمیشہ ایک
گروہ ایسے اصحاب استعداد و صلاحیۃ کا ہوتا ہے جو اول نظر میں حق کو
پہچان لینے والا، اور سب سے پہلے حقائق و غوامض حقائق مستورہ کو
پا لینے والا ہوتا ہے - اسکی فطرۃ گویا ہر طالب کو حق و حقیقت سے وہ
مناسبت ہوتی ہے، جو لوہے کو مقناطیس سے ہے کہ بمجرد تقابل و لقا
بے اختیار اسکی طرف دوڑتا اور اس سے واصل ہو جانے کیلیے بالطبع
و بالقوۃ ہر آن و ہر لمحہ مستعد و منتظر رہتا ہے :

آئینۂ ما روے ترا عکس پذیرست
گر تو نہ نمائی گنہ از جانب ما نیست !

صدیقین کی مثال اس نہایت قوی بصارت کی سی ہے جو سب سے
پہلے دور کی چیز دیکھ لیتی اور باریک سے باریک ذرہ کو ڈھونڈھ نکال لیتی
ہے، حالانکہ دوسری کمزور آنکھیں اسوقت دیکھتی ہیں جب وہ چیز بالکل
سامنے آ جاتی ہے یا اجالا بہت زیادہ ہو چکتا ہے - یا صدیقین کے قلب کو
تزکیۂ فطرۃ و استعداد اثر پذیری کی وجہ سے ایک ایسا مصفا آئینہ تصور
کرنا چاہیے جسمیں جمال نبوۃ و حسن حقیقت سب سے پہلے پرتو افگن
ہو جاتا ہے کیونکہ کمال جلاء و صفاء کی وجہ سے کوئی چیز انعکاس میں
مانع نہیں ہوتی - و ما احسن ما نسب الی مجنون :

اتانی هواها قبل ان اعرف الهوی
فصادف قلباً خالیاً فتمکنا !

آئینے اور بھی ہزاروں ہوتے ہیں اور بوجہ آئینہ ہونے کے اصلاً انعکاس
کیلیے مستعد، لیکن کثافت و زنگ کی وجہ سے فوراً عکس قبول نہیں

رکھتے هیں " لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ' اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ' و کلا وعد الله الحسنی - اصل و بنیاد من مراتب و تقسیم مدارج کی ایک هي ہے مگر اسنے علم و عمل کے مختلف میدانوں میں مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں اور صورتوں میں ظہور کیا ہے - اور یہ جو کچھہ کہا گیا باب اشارات سے ہے ' و ارقلیل لھذ مطالب کثیرہ بکلمات یسیرۃ و قلیلہ ' ورنہ تقسیم طبقات و مراتب امت و اصحاب اعمال و دراسات کا موضوع منجملہ معارف مہمۃ و غامضۃ کتاب و سنۃ کے ہے ' اور

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

اسي فرق مراتب اور تفصیل اصحاب عزائم دعوۃ و مقومین حق علی اصحاب الرخص و ضعفاء الطریق کي طرف حدیث ابو سعید خدری (رض) عند مسلم میں اشارہ فرمایا ' اور اسکو بھي آیات کریمۃ متذکرۂ صدر کے ساتھہ نہ یک نظر دیکھنا چاھیے کہ " من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ ' و ان لم یستطع فبلسانہ ' و ان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان ' تم میں سے جب کبھي کوئي شخص برائی کو دیکھے تو چاھیے کہ اپنے ھاتھہ سے کام لیکر اسکو دور کردے اگر اسکي طاقت نہ پائے تو زباں سے ' اگر اسکي بھي طاقت نہ پائے تو دل سے ' اور یہ آخري درجہ ایماں کي بڑي هي کمزوري کا درجہ ہے - پس اس حدیث میں بھي تین درجے فرمائے ' اور جس طرح آخري درجہ اضعف الایماں کا ھوا ' اسي طرح پہلا درجہ اقوی و امثل کمال مرتبۂ عزیمۃ دعوۃ کا ھوا اس سے بھي واضح تر حدیث ابن مسعود (رض) ہے کہ " ما من نبی بعثہ الله فی امتہ قبلي ' الا کان لہ في أمتہ حواریون و اصحاب ' یا خذون بسنتہ ' و یقتدون بامرہ ' ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف ' یقولون ما لا یفعلون ' و یفعلون ما لا یؤمرون - فمن جاھدھم بیدہ فہو مؤمن ' و من جاھدھم بلسانہ فہو مؤمن ' و من جاھدھم بقلبہ فہو مؤمن ' و لیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل " (مسلم) یعنی " سنۃ الہی یہ ہے کہ ھر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کي ایک جماعۃ امت میں

لمن العزم الامور اور یہي وہ طبقات ثلاثۂ اعمال انسانیہ کا آخري اور اعلی طبقہ ہے جو صرف وصول الی الحق ہي پر قانع نہیں ہو جاتا ' بلکہ جادۂ حق میں سب سے آگے نکلجانا اور بڑھجانا چاہتا ہے ' اور جسکا مرتبہ اصحاب " اقتصاد " سے بھي مافوق و ارفع ہے : ومنہم ظالم لنفسہ ' و منہم مقتصد ' و منہم سابق بالخیرات باذن اللہ اور یہي مقام ہے جو ایک دوسري تقسیم میں مرتبۂ " صالحین " سے مرتفع ہوکر مرتبۂ " شہداء " یعني شاہدین حق تک پہنچتا اور پھر " صدیقیۃ " تک پہنچکر انسانیۃ کبری کے آخري نقطۂ علؤ و ارتفاع ' و مرکز دائرۂ نوع ' و مبدء کمال و ارتقاء بشري یعني مقام نبوۃ سے ملحق ہو جاتا ہے کہ کائنات ارضي اور نوع انساني میں جماعت " من انعم اللہ علیہم " ان چار قسموں سے باہر نہیں : من النبیئین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین وحسن اولائک رفیقا اور پھر یہی وہ مرتبۂ اعلی اور درجۂ کبری منجملہ اقسام ثلاثہ " السابقون السابقون " کا ہے جو " اصحاب المیمنہ " سے بھی بلند تر ہے ' اور سبقت و اقدام اور اولیۃ و ارفعیۃ صرف اُسي کے حصے میں آئي ہے : اولائك المقربون فی جنات نعیم ثلۃ من الاولین و قلیل من الاخرین اور بہ لحاظ اصل و اساس تقسیم یہي وہ فرق ہے جس نے ایک دوسرے میدان میں اصحاب عمل کو دو جماعتوں میں منقسم کردیا ' اور دوسري نے پہلی سے ارفع و اعلی مرتبہ پایا کہ لا یستوي القاعدون من المؤمنین غیر اولي الضرر والمجاھدون في سبیل اللہ باموالہم و انفسہم اور اگرچہ دونوں جماعتیں مومنین صادقین کي ہیں : کلا وعد اللہ الحسنی لیکن : فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما کے مفاضلۂ مدارج و تفاوت معارج کا قانون بھي قطعي و نا گزیر ہے - اور سب سے آخر یہ کہ اسي عزیمۃ و اولیۃ اقدام کے بنیادي فرق نے " منفقون قبل الفتح " کو " الذین انفقوا من بعد " پر فضیلت بخشی کہ ساري بڑائی سب سے پہلے قدم اٹھانے والے کیلیے ہے نہ کہ دوڑتے ہوؤں کو دیکھکر دوڑنے والوں کیلیے ' اگرچہ چلنے والے قدم بہر حال بیٹھے ہوؤں پر فضیلت

جلال بہاالدسري کدسے جاہ و جلال علم و بزرگي کے لوگ ہیں ' لیکن شیخ
نظاري و علائي کے معاملہ میں نارحوں حقیقت بھي کے زباں نہ کھول سکے
بلکہ مناظرہ کي صحبت میں شریک مخالفین ہوے شیخ ذہبہ کو سلطان
شاہ اپنا پیر مانتا تھا اگر وہ مخدوم کي مخالفت کرتے تو انکے لیے کسي
طرح کا خوف نہ تھا تا ایں ہمہ معلوم ہے کہ جرأت نہ ہولي اور انکي تائید
و بوش ہي کرتے رہے بڑي مصلحت نہ رہي ہے کہ علماء دربار و حکومت
جو کچھہ کرتے ہیں ' بادشاہ وقت کے نام سے پس انکي مخالفت گویا
حکومت وقت کي بغاوت ہوتي ہے ان تمام حالات کو سامنے لا کر غور کرو
کہ اُس عہد کي عالم آشوبي کا کیا حال تھا ؟ کس طرح ہر طرف سکوت
عن الحق کا سناٹا اور قبول باطل و اطاعت ظلم و طغیاں کي مردني چھائي
ہوئي تھي ؟ اور جابروں کي ہیبت اور ظالموں کے جبروت نے کلمۂ حق
کي گونج سے تمام فضاء ہند کو خالي کردیا تھا ؟ ایک ایسے عزم شکن اور
ایماں آزما وقت میں شیخ جمال الدین اور شیخ داؤد رحمہما اللہ تعالی
حکومت وقت کي طاقت سے بے پروا اور جابرۂ عہد کي خونخواریوں سے
بے پروا ہوکر آگے بڑھے' اور اپنے عہد کے تمام مجمع حق سناسان کارکو راہ
حق گوئي میں اپنے پیچھے چھوڑدیا انہوں نے نہ صرف حکومت وقت اور
مخدوم الملک کي مخالفت میں صداے حق بلند کي' بلکہ ارباب حق کي
تائید میں علانیہ ایک کتاب بھي لکھي اور صاف صاف کہدیا کہ ان مظالم
کا نتیجہ حکومت کي تباہي ہے اس واقعہ سے بڑھکر ان بزرگوں کي
عظمت جاوداني کیلیے اور کونسا واقعہ شاہد ثابت ہو سکتا ہے ؟ اور اسکے
بعد کونسي بات رہجاتي ہے جسکي جستجو ہو؟ و قال صلعم افضل الجہاد
کلمہ حق عند سلطان جائر ! (رواہ الترمذي و ابو داؤد و ابن ماجہ)

فصل

في الحقیقت یہي وہ مقام منتہاء درجۂ عزیمۃ و سبقت بالخیرات باذن
اللہ ہے جسکو قرآن حکیم نے " عزم امور " سے تعبیر کیا ہے و ان ذلک

عظمت خقانی و عزت جاودانی کیلئے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا -
تم گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہو کہ کیسا پرآشوب و پرامتحان وقت تھا
جو ان بزرگوں کے حصے میں آیا ؟ ہر طرف علماء سوء کی کثرت تھی اور
علی الخصوص مخدوم الملک نے دنیوی جاہ و جلال اور سطوت و قہرمانیت نے سب
کی زبانوں کو گنگ اور گردنوں کو نیچا کر دیا تھا - بعض واقعات میں جزئی
تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اور حالت معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں مخدوم الملک
کے خلاف کسی چھوٹی سی چھوٹی بات کا بھی زبان سے نکالنا موت کی دعوت
اور تباہی کا بلاوا تھا - بدایونی لکھتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ابو الفضل
کے ساتھ مخدوم الملک کے دربار میں گیا - روضۃ الاحباب کی تیسری
جلد سامنے دھری تھی - دیکھا کہ اسکے ہر صفحہ سے بوے رفض آتی ہے -
" قرارداده ام که این جلد را بمصدر شدعہ بسوزانم " مجھکو اسوقت تک انکے حالات
کا پورا پورا علم نہ تھا - بے اختیار اتنی بات زبان سے نکل گئی کہ تیسرا دفتر میر
جمال الدین کا نہیں ہے - غالباً انکے بیٹے کا لکھا ہوا ہے - نگاہ غضب سے میری
جانب دیکھا اور کہا : " در دفتر اول و دوم نیز چیزها یافته ام که دلالت
در رفض و فساد اعتقاد دارد و دران حواشی نوشته ام " ابو الفضل میرے پاس
بیٹھے تھے - بار بار کہنیاں مارتے اور اشارہ کرتے کہ چپ رہو - باہر نکلے تو سب
نے مبارکباد دی کہ تمہاری قسمت یاور تھی ' بچ نکلے - اگر بیٹھتے تو
تمہیں کون بچا سکتا تھا ؟ اسی ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ
مخدوم الملک کی ہیبت و رعب کا کیا حال تھا اور کس طرح انہوں نے
اپنی مذہبی پیشوائی و ریاست اور صدر الاسلامی کے زور سے تمام ملک
کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا ؟ مخالفت تو بڑی چیز ہے - بڑوں بڑوں کی
زبان انکے آگے نہیں کھلتی تھی ' اور اگر کھلتی تھی تو تباہی و ہلاکت
سامنے کھڑی تھی - خود سلیم شاہ کا یہ حال تھا کہ انکی طاقت سے لرزاں
و ترساں رہتا اور ہمیشہ کہتا کہ بابر کے پانچ لڑکے تھے - چار چلے گئے - ایک
باقی ہے - یعنی مخدوم الملک ! دربار میں وہ جاتے تو اپنے برابر تخت پر
بٹھاتا اور دروازے تک پہنچانے جاتا - سید رفیع الدین محدث اور شیخ

صاحب تذکرة الواصلین نے اشارہ کیا ہے ' اور یہ حال انکے مخالفین علی الخصوص مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کا ہے جس کا ظلم و تعصب اُس عہد کے علماء حق و اہل اللہ کے عزم و ثبات کیلیے بڑی ہی جانکاہ و صبر آزما ابتلاؤں کا باعث ہوا - حضرة شیخ جمال الدین اور انکے مرشد حضرة شیخ داؤد جہنی وال نے انہی لوگوں کی (یعنی اکابر مہدویہ کی) حمایت کی تھی ' اور اسی لیے مخدوم الملک ان دونوں بزرگوں کی اذیت و مخالفت میں بھی کمر بستہ و سرگرم رہتے تھے - میں نے قصداً اس جماعة کے حالات لکھنے میں کسی قدر تفصیل سے کام لیا تذکرة الواصلین کی منقولہ عبارت میں یہ بات دیکھکر بہت سی بے خبر طبیعتوں کو تشویش و حیرانی ہوتی کہ ان بزرگوں نے میر محمد جونپوری مدعی مہدیة کی ولایت و بزرگی کے اثبات میں کتاب لکھی اور شیخ عبد اللہ نیازی وغیرہ اکابر مہدویہ کے قتل و تکفیر پر مخدوم الملک کی کہ شیخ السلام وقت تھے ' علانیہ مخالفت کی ' اور اس طرح ایک بدعتی گروہ کا ساتھہ دیا لیکن ان تمام حالات کے پڑھنے کے بعد ہر صاحب حق و انصاف اندازہ کرلے سکتا ہے کہ یہ گروہ کیسا تھا اور اسکے مخالفین علماء دنیا اور مشائخ سوء کا کیا حال تھا ؟ اور ایک ایسے پاک نفس و پاک عمل اور مصلح عہد گروہ کی حمایت موجب قدح و سوءظن ہے ' یا ان دونوں بزرگوں کی زندگی کا سب سے بڑا خدا پرستانہ و حق شناسانہ کارنامہ ؟

کیا ان حالات کے ساتھہ مخدوم الملک کا ان دونوں بزرگوں سے برسر پرخاش و عناد ہونا ذرا بھی تعجب انگیز ہوسکتا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرة شیخ جمال الدین اور شیخ داؤد رحمہما اللہ کے علم و عمل اور بزرگی و تقدس کے جو شواہد تاریخ میں موجود ہیں ' اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا ' اور صرف اتنا ہی معلوم ہوتا کہ انہوں نے مخدوم الملک کی مخالفت اور شیخ نیازی و علائی کی حمایت کی تھی اور میر محمد جونپوری کی توصیف و تزکیہ میں علاحدہ ایک کتاب لکھی تھی ' تو انکی بڑی سے بڑی بزرگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ

اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے - مکتبوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور الفت کی باتیں سینے میں آجاتی ہیں مگر عین محراب مسجد کے نیچے پیشوائی و امامت کیلیے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے - حضرۃ مسیح علیہ السلام نے احبار یہود سے فرمایا تھا " تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنادیا ہے " ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم ' لیکن ہم نے مسجدوں کی صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غراتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے - بدایونی لکھتے ہیں کہ مخدوم الملک نے جب ملا عبد النبی کو بر سر عروج و صدارت دیکھا تو انکے رد میں ایک بڑی کتاب لکھ ماری اور ثابت کیا کہ انکے پیچھے نماز ہی درست نہیں تا بہ صدارت و شیخ الاسلامی چہ رسد ؟ باپ نے عاق کردیا ہے اور مزید براں نہ کہ بواسیر خونی کا عارضہ ہے ! خیر ' پہلی دلیل تو جیسی کچھہ ہے ظاہر ہے لیکن دوسری دلیل بڑی ہی دلچسپ اور پر لطف رہی - یاران ظرافت پیشہ اسکو لے اڑے اور خوب خوب ستم ظریفیاں کی گئیں - اسی طرح یہ دونوں ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے ' اور اسی میں دونوں کی چوریاں کھلیں اور پردے فاش ہوے گئے - حضرۃ امیر علیہ السلام نے جب یہ آیۃ کریمہ پڑھی : وقالت

الیہود لیست النصاری علی شی وقالت النصاری لیست الیہود علی شی - تو فرمایا : صدقتا - ہم دونوں کی تصدیق کرتے ہیں - دونوں اپنے اس قول میں سچے - یہی حال ان لوگوں کا ہے - یلعن بعضہم بعضا و یکفر بعضہم بعضا - ہم دونوں کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدقتما ! -

فصل

طائفۂ مہدویہ اور شیخ عبد اللہ نیازی و شیخ علائی رحمہما اللہ تعالی کی یہ سرگذشت ہے جسکی جانب دہ ضمن حالات حضرۃ شیخ جمال الدین

من الخديعة و الغش و الاحتيال ' هنالک يعلم المخادعون انهم انفسهم كانوا يخدعون ' و يدلهم كانوا يلعبون ' وما يمکرون الا بانفسهم وما يشعرون !

فصل

باب مخدوم الملک کے حیلۂ زکواۃ سے چلي تهي - بدايوني لکهتے هيں که اگرچه ملا عبد النبي صدر اور مخدوم الملک دونوں ایک هي تنور کے سوختہ تہے اور صلحاء امة و اهل الله کي ادبت و مخالفت میں هم رنگ و آهنگ ' ليکن چونکه دنيا کے عشق نے دونوں میں رقابت کا رشتہ قائم کردیا تہا ' اسلئے خود بهي همیشہ لڑتے جهگڑتے رہتے اور آپس کي ٹکریں برابر چلتي رهتيں نتيجه يہ نکلا که ان آپس کي ٹکروں هي سے دونوں پاش پاش هوگئے ادا بعارضا تساقطا کسي دوسرے هاتهہ کي ضرورت هي نہ هوئي تخربون بيوتهم بايديهم کا منظر نظروں میں پهرگیا اور یہ اس گروہ کا اولیں اور لا ینفک خاصہ ہے - سانپ اور بچهو ایک سوراخ میں جمع هوجائینگے لیکن علماء دنیا پرست کبهي ایک جا اکهٹے نہیں هوسکتے کتوں کا مجمع ربسے تو خاموش رهتا ہے لیکن ادهر قصائي نے هڈي پهینکي اور ادهر انکے پنجے تیز اور دانت زهر آلود هوگئے یہي حال ان سگان دنیا کا ہے - ساري باتوں میں متفق هو جاسکتے هیں لیکن دنیا کي هڈي جہاں سر رهي هو ' وهاں پهلجهڑ اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکهہ سکتے انکا سرمایۂ نار علم حق نہیں ہے جو بطرفہ منانا اور اتباع سبل متفرقہ کي جگہہ ایک هي صراط مستقیم پر چلاتاہے ' بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے نفس پرستي اسکی کثافت کو خمیر دیتي ' اور دنیا طلبي کي آگ اسکي ناپاکي کے بخارات کو اور زیادہ تیز کردیتي ہے - مساق و فجار خرابات میں بہائیوں کي طرح ایک دوسرے کي بلدرستي کا جام صحت پیتے هیں ' اور چور اور ڈاکو مل جلکر رهزني کرتے هیں ' مگر یہ گروہ خدا کي مسجد اور زهد و عبادت کے صومعۂ و خانقاہ میں بیٹهکر بهي متحد و یک دل نہیں هوسکتا

امت کا سارا معاملہ علماء کے ہاتھہ میں تھا ' جب خود انکے عمل کا یہ حال ہوا تو پھر عوام کا کیا پوچھنا ؟

اذا کان رب البیت بالطبل ضارباً
فلا تلم الاولاد فیہ علی الرقص !

لکھتے لکھتے بات یاد آگئی - ہمارے زمانے کے بعض مشہور ملاؤں کی نسبت بھی خصوصیت کے ساتھہ معلوم ہوا کہ اسی حیلۂ زکواۃ پر عمل کرتے ہیں - ایک صاحب نے مجھسے ایک مولوی صاحب کی نسبت کہ مدرس بھی ہیں ' واعظ بھی ہیں ' اور جدل و مکابرات کے بعض رسائل کے مصنف بھی ' بیان کیا کہ وہ ہر سال اپنا اندوختہ بیوی کے نام ہبہ کردیتے ہیں اور پھر وہ نیک بخت اسی کا رد عمل کرتی ہے - انکے استاد جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندی نے یہ سنا تو ایسا کرنے سے روکا کہ تقوی کے خلاف ہے - میں نے یہ سنکر کہا کہ تقوی تو ایک مزید درجۂ عمل و فضیلت ہے - اسکا یہاں ذکر ہی کیا ؟ یوں کہنا چاہیے کہ سرے سے دین و شریعۃ کے بھی خلاف ہے ' اور ایک نہایت غلیظ قسم کا باطنی فسق اور کامل قسم کی یہودیۃ ' اور اصحاب السبت کے سیرۂ ضلالۃ سے پورا پورا استحقاق ! خیر' دنیا کی زندگی ہے اور دنیا والوں کے احکام و انظار سے مقابلہ ' جو جی میں آئے کرلیں ' اور ابلیس خادع کی ہر کھولی ہوئی راہ کو صراط مستقیم سمجھہ لیں ' لیکن ایک دن آنے والا ہے جب نیتوں کے بھیدوں کا جاننے والا اور سرائر و خفایاے قلوب کا دیکھنے والا سامنے ہوگا اور اس وقت یہ ساری مکاریاں اور حیلہ بازیاں جو دنیا والوں کو دھوکا دیتی تھیں ' دھری کی دھری رہجائینگی - فان للہ یوماً تنسف فیہ الجبال ' و تترادف فیہ الاھوال ' و تشہد فیہ الجوارح و الاوصال ' و تبلی فیہ السرائر ' و تظہر فیہ الضمائر ' و یصیر الباطن فیہ ظاھراً ' و السر مکشوفا ' و المجہول معروفا ' و تجری فیہ احکام الرب علی القصود و النیات ' کما جرت احکامہ فی الدنیا علی ظواھر الاقوال و الحرکات ' یوم تبیض وجوہ بما فی قلوب اصحابہا من البر و الصدق و الاخلاص ' و تسود وجوہ بما فی قلوب اصحابہا

بہر حال سلسلۂ سخن بلا قصد بہت دراز ہوگیا مقصود یہ تھا کہ بدعۃ حیل منجملہ مصائب عظیمۂ اسلام کے ہے جس نے مسلمانوں کی عملی زندگی کو بالکل بے روح کردیا اور مقاصد شریعۃ فوت ہوگئے یہ جو ہم دیکھتے ہو کہ عموماً علماء دنیا اور وعاظ دولۃ کا گروہ تزکیۂ نفس و اخلاق سے بالکل کورا ہوتا ہے ' اور اصلاح و تصفیۂ باطن کی روح انکی زندگی کی کسی شاخ میں نظر نہیں آتی - دنیا سازی و سخن پروری اور جدل و خلاف و مکر و ریاء کو شریعۃ کا علم و عمل سمجھتے ہیں اور اپنی خشکی دماغ و عبوسیۃ طبع و یبوست فکر میں ٹھیک ٹھیک ان مدرسوں اور مریسوں کا نمونہ ہوتے ہیں جنکا نقشہ حضرۃ مسیح علیہ السلام نے اپنے مواعظ میں کھینچا ہے اور جنکی نسبت وہ بار بار کہتے تھے کہ " خمیر مایۂ فریسیاں کی روٹی نہ کھاؤ " تو اسکا اصلی سبب کیا ہے ؟ یہی حیلہ سازی و بہانہ جوئی ' ظاہر آرائی و باطن خرابی ! اخلاق حسنہ اور سچی خدا پرستانہ زندگی کا سارا دار و مدار تصحیح نیت و باطن پر ہے جب خود اعمال شریعۃ میں اسکی قدر اٹھ گئی اور سمجھ لیا گیا کہ حیلوں بہانوں سے یہاں بھی کام نکل سکتا ہے تو اخلاق کہاں باقی رہا ؟ زکواۃ کا اصل مقصد شارع تو یہ بتلاتے کہ توخذ من اغنیائہم و ترد علی فقرائہــم ' جس سے معلوم ہوا کہ محض کوئی ظاہری رسم اور بات پوری کردینا مطلوب نہیں ہے بلکہ اغنیاء سے فقراء کو مال دلانا اور انکی حاجت روائی کرانی تاکہ قوم کا کوئی صنف معطل نہ رہے مگر یہ دین باز اسکا یہ مطلب بتائیں کہ اگر صرف دکھلاوے کی بات پوری کردی تو حکم زکواۃ ساقط ہوگیا پھر ایسی حالت میں سچی خدا پرستی اور راست بازی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے ؟ یہ لوگ بھی فی الحقیقت ملحد ہیں لیکن انکا الحاد ' الحاد اعتقادی نہیں ہے بلکہ عملی ' اور دنیا میں ہمیشہ الحاد فی العمل ہی زیادہ رہا ہے - اعتقادی ملحد تو ہمیشہ مثل سواد خلعۃ و نوادر انسانیۃ کے رہے اور رہینگے کہ اصل فطرۃ انسانی تصدیق ہے نہ کہ انکار تری مصیبت اس سے یہ پیدا ہوئی کہ عوام

حتی کہ بعض دانشمندوں نے تو ایک ہي قاعدہ بنا کر سارے جھگڑے چکا دیے : اذا کان في المسئلة قول لابي حنیفه و صاحبیه و حدیث یحکمون بصحته ' وجب اتباع قولهم دون الحدیث ' لانا نظن بابي حنیفه و صاحبیه انهم عارضو الحدیث مع صحته و صحة الاستنباط منه - یعني اگرکسي مسئله میں حدیث صحیح ایک طرف هو اور دوسري طرف اسکے خلاف امام ابو حنیفه اور صاحبین کا قول ' تو واجب هے کہ حدیث کو چھوڑدیا جاے اور قول امام هي کی پیروي کي جاے کیونکه آخرکوئي بات تو هوگی جسکي وجه سے انہوں نے ایسا کیا ؟ توکیا یه قاعدہ بهی اس وجود گرامی کا قرار دادہ هوسکتا هے جس نے اپني ساري عمر مقدس اس صداے حق کے اعلان و تکرار میں بسر کردي کہ " اترکوا قولي لخبر الرسول " ؟ اور کیا اسطرح کے قواعد کا اُن لوگوں کو گمان بهي گذر سکتا تها جنکا عقیدہ یه تها کہ " اذا صح الحدیث فهو مذهبي " اور " فاضربوا بقولي الحائط " ؟

فاین الثریا و این الثری ؟

و این معاویة من علی ؟

یہی وجه هے کہ محققین اهل سنة و آئمۂ سلفیه اسپر متفق هوے کہ تمام ائمۂ سلف کا دامن علم و عمل بدعة حیل سے پاک هے اور جتني باتیں انکی نسبت سے کہی جاتي هیں یا تو انکي بنا یه هے کہ اُن ائمه کی کسی اصل کو لیکر اسپر خود غلط در غلط و ظلمات بعضها فوق بعض متاخرین نے تفریعات کی هیں ' اور یا بندگان الهي کو گمراہ کرنے کیلیے از راہ مکر و تلبیس اپنی حیله تراشیوں کو انکی جانب منسوب کردیا هے - جب یه بندگان نفس خدا کو دهوکا دینے سے باز نہیں آتے کہ یہی حقیقت بدعة حیل کي هے تو ظاهر هے کہ انسانوں کو دهوکا دینے اور انپر افتراء کرنے میں انکو کیا باک هوسکتا هے ؟

علامۂ ابن قیم نے اعلام میں شیخ الاسلام ابن تیمیه کا قول نقل کیا هے " و المتاخرون احدثوا حیلا لم یصح القول بها عن احد من الائمه و نسبوها الی الائمه هم مخطئون في نسبته الیهم و لهم مع الائمة موقف بین یدی الله - الخ "۔

نسبت صاف دیکھ رہے ہیں کہ صریح تصریحات کتب اصول (۱) و موطا و جامع وغیرہ کے خلاف لکھا جارہا ہے ' حتی کہ بعض کوتہ آستینان معافۃ کی دراز دستیاں یہاں تک بڑھیں کہ رفع الیدین عند الرکوع اور اشارہ فی التشہد کو فعل کثیر کہتے ہوئے بھی نہ شرمائے ' تو پھر اور باتوں کیلئے انکا ہاتھ پکڑنے والا کون تھا ؟

دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں !

اور یہ تو فروعات کا حال ہے ' لیکن کاش معاملہ اس سے آگے نہ بڑھتا اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جوں جوں نصوص سنۃ کے معارضات بڑھتے گئے ' اور بحث و مناظرہ کا میدان وسیع ہوتا گیا ' ساتھہ ساتھہ نئے نئے اصول و قواعد بھی بنتے گئے کہ اگر قاعدہ بن گیا تو ایک ہی ڈھال پر سارے وار روک لیے جائینگے حالانکہ حضرۃ امام ابو حنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کو ان اختراعی اصول و قواعد کا وہم و خیال بھی نہ گذرا ہوگا بلکہ انکی تصریحات بیشہ انکے خلاف موجود یہ جو مسلمہ قواعد ٹہرا لیے گئے ہیں کہ الخاص مبین فلا یلحقہ البیان (۲) - الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یکون الا بآیۃ ناسخۃ او حدیث مشہور ناص - لا ترجیح بکثرۃ الرواۃ و انما هو بفقہ الراوی کل حدیث لم یرو الا من لیس فقیہا فان انسد منہ باب الرای لا یجب قبولہ العام قطعی کالخاص - المرسل کالمسند وغیر ذلک من القواعد المصنوعۃ التی یردون بہا جمیع ما یحتج بہ علیہم من الاحادیث الصحیحۃ - تو ان میں سے کونسا قاعدہ ہے جو حضرۃ امام ابو حنیفہ یا صاحبین کا ٹہرایا ہوا ہے ؟ لیکن اب یہ سب کچھہ انہی کی جانب منسوب ہے ' اور ہزاروں مدعیان فقہ و علم ' و مشغولین درس و تدریس منار و ہدایہ ہیں جنکو اسکی خبر بھی نہیں -

---

(۱) کتب اصول سے مقصود اصول فقہ نہیں ہے ' بلکہ ظاہر الروایۃ وغیرہ کتب امہات و اصل فقہ حنفی

(۲) جیسا تھا فرضیۃ قرأۃ الفاتحۃ فی الصلوۃ و فرضیۃ الاطمینان - وغیر ذلک قالوا لفظ الرکوع و السجود خاص مبین فلو لحقہا البیان لکان الخاص یلحقہ البیان -

امام ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کہے " ایمانی کایمان جبریل " وہ صاحب بدعۃ ہے - اسی ایک بات سے اندازہ کرلو کہ وہ کس درجہ متبع سلف تھے ؟ انتقال کے وقت کہا : کل ما افتیت بہ فقد رجعت عنہ الا ما وافق الکتاب و السنۃ - یہی قول و عمل تمام ائمۂ و فقہاء حق کا رہا ہے اور سلف اہل سنۃ میں ایک امام و فقیہ بھی نہیں جس نے دانستہ نص رسول سے اعراض کیا جایا ہو - الا یہ کہ احادیث اُس تک نہ پہنچیں یا پہنچیں مگر انکی صحت و قوت پر مطلع نہوا - ایسا یقیناً ہوا اور اسمیں معذور ' اور وہ لوگ جو پہلی بات کے مدعی ہوں ' اور وہ بھی جو آخری حقیقت سے انکار کریں ' دونوں عقل و فہم سے عاری اور نور بصیرۃ و حق سے محروم ' و داخل مجالس تعصب و جحود ' اور لائق خطاب نہیں -

یہ حال تو روایات و حکایات کا ہے - اسی طرح کتب فقہ و واقعات و فتاوی و حوادث کی بے شمار تفریعات و محدثات فقہیہ ہیں جن سے قدماء ائمہ کو کوئی تعلق نہیں مگر بے تکان لکھدیا جاتا ہے کہ " کذا عند ابی حنیفۃ وکذا عند مالک " اس سے انکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی کسی قرار دادہ اصل کی بنا پر یہ تفریع ہے اور مالک اصل جو ہم نے انکی ٹھہرائی ہے اسکی بنا پر یہ جزیہ متفرع ہوتا ہے - حالانکہ تفریع خود انکی ساختہ و پرداختہ ہے اور امام کو اس سے کوئی تعلق نہیں - یہی تخریج در تخریج ' و تفریع در تفریع ' و قیاس در قیاس ' و استنباطات رائیہ چند در چند ' و اتباع بر مجرد قواعد مستنبطۂ جزئیات و کلیات و تمثیل و تقسیم ' و ابعد بعد و اغبر عنہ اصلین اساسین کتاب و سنۃ کی حقیقت عامی و ورثہ کا زین ہے جسکی وجہ سے قرنا بعد قرن و نسلاً بعد نسل سخت و شدید غلطیاں بلکہ گمراہیاں [illegible] اور [illegible] شرع میں فساد عظیم رو نما ہوا - [illegible] یہ کہ [illegible] " عند ابی حنیفۃ " [illegible] کہا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بوجه غرابت و تفکه لکھ گئے خاص طور پر تحقیقات نه کی - همارے لیے یه بهت آسان هے که سلفی کی قصص طیوریات کی تضعیف کر دیں - بمقابلہ اسکے که امام ابو یوسف جیسے شخص کی نسبت ایسے منکرات و فظائع کو منسوب کریں که حفاظ حدیث میں معدود اور قاضی القضاۃ مسلمین ہیں ' اور جنکے فرمان قضاء کے ماتحت ایک زمانے تک عہد عباسیه کا وہ عالم اسلامی رہچکا هے جسکے حدود موجودہ جغرافیۂ ارض میں ایک طرف ساحل تملی تک اور دوسری طرف صحرائے افریقه تک پہنچ جاتے هیں ا

امام ابو یوسف تو وہ شخص هیں که تمام فقہاء عراق و اصحاب رائے میں روایت حدیث و حفظ آثار کے لحاظ سے ممتاز ترین فقیه تسلیم کیے گئے - ابن معین نے انکی نسبت کہا تھا لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منه - اور مزنی نے کہا اتبع القوم للحدیث اور نه بالکل حق هے ' اور اصحاب نظر و خبرۃ سے مخفی نہیں که امام ابو یوسف و امام محمد هی وہ دو شخص هیں جنکی رعایتہ روایت و حدیث نے فقه عراق کو اپنی نشأۃ اولی کی جگه موجودہ صورت تک پہنچایا ' اور نه نسبت سابق کے معامله کی صورت دوسری هوگئی اگر یه امامین جلیلین نه هوتے تو نہیں معلوم صورت حال کیا هوتی ؟

پھر کیونکر عقل سلیم باور کرسکتی هے که ایک ایسا شخص محض بادشاہ وقت کو خوش کرنے اور اسکی خواهش نفسانی کو پورا کرنے کیلیے دسیسه کاری و حیله سازی کی راہ اختیار کرے اور کبھی مدخوله اب کو حلال بتادے ' کبھی زکواۃ کے ساقط کرنے کیلیے حیلے تراشے ؟ بلاشبه بعد کو ایسا هی هوا اور تملق شعار سلاطین و عبید الدنیا نے بادشاهونکی نفس پرستیوں اور اغراض [illegible] مصاحبت زوالیوں کیلیے کوئی دقیقه تحریف شریعة و مسخ احکام کا باقی نه چھوڑا ' لیکن حاشا که ائمه و فقهاء سلف کے دامن صداقت و اتقا پر اسکی ایک چھینٹ بھی پڑی هو - انکی نسبت ایک لمحه کیلیے بھی ایسا گمان فاسد نہیں کیا جاسکتا حافظ ذهبی نے

اس طرح کي تمام منسوبات قطعاً ناقابل اعتماد بلکہ داخل اکاذیب و بہتان ہیں - حضرۃ قاضي ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ ایسے منکرات و شنائع کا انکي نسبت وہم بھي کیا جاسکے - یہ سارے حیلے بعد کے فقہاء حیل و علماء دجل و فساد کے تراشے ہوے ہیں اور یقیناً انہوں نے ہی اپني بضاعہ ردیہ کے رواج دیدے کیلیے انکو ائمۂ سلف و فقہاء امصار کے نام سے منسوب کردیا - ایسي مکذوب و مصنوع نسبتیں ہمیشہ ہوئي ہیں اور ہر علم و فن میں اسکے بے حد و شمار نظائر موجود ہیں - تصوف میں جتني باتیں کہي جاتي ہیں سب جنید و شبلي رحمہما اللہ کے نام سے - فلسفۂ و طب میں ہر چیز شیخ سے منسوب - تفسیر قرآن میں کوئي بات ایسي نہیں ہے جو حضرۃ ابن عباس اور عکرمۂ و مجاہد و غیرہم کي نسبت سے نہ کہي گئي ہو - حتیٰ کہ ایک پوري تفسیر ترتیب دیدي گئي - عقائد وکلام کي بے شمار محدثات و مخترعات ہیں اور سب کے سب اشعري و جویني و امام الحرمین کي طرف منسوب ' حالانکہ انکو ان باتوں کا وہم بھي نہ گذرا ہوگا - امام اشعري کی کتاب الابانہ چھپ گئي ہے - دیکھہ لیا جاے کہ علو و استواء اور باب صفات میں وہ کیا کہتے ہیں ' اور متاخرین متکلمین باسم اشعریۃ کیا بتلا رہے ہیں ؟ امام الحرمین کي مصنفات کے مختارات طبقات الشافعیہ میں دیکھو - کسب کے متعلق انکا بیان کیا ہے اور ان کتابوں کا کیا ہے جنکے پڑھنے پڑھانے میں ہماري عمریں برباد جا رہي ہیں ؟ اور اصل حقیقت کا تو پوچھنا ہی کیا - وہ تو ان سب سے ما فوق و ماوراء ہے اور یہاں بحث صرف منسوبات و ملحقات سے ہے - تحقیق مسائل مطلوب نہیں - پس یہي حال فقہ کا بھي ہوا :

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت !

اور پھر سب کچھہ ابو حنیفۂ و شافعی رحمہما اللہ کے نام سے منسوب ہوگیا - جن لوگوں نے ان حکایات حیل کو نقل کیا وہ بھی قابل ملامت نہیں کہ یہ باتیں کثرت سے مشہور ہوگئی تہیں - بطریق نقل و حکایات اور زیادہ تو

اسی طرح سقوط حد بصورت نکاح محرمات ابدیہ کا مسئلہ ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک دوسری اصل پر مبنی تھا۔ غالباً ترمذی کی حدیث براء بن عازب قدماء مخالفین حد تک نہ پہنچی ہوگی اگرچہ بعد کے لوگوں تک پہنچی اور متشبث بہ حشیش تاویل و متمسک بہ طریق رد سنۃ بمجرد تفقہ و رائے ہوئے، اور پھر جن فقہاء نے حد کو بوجہ شبہ ساقط کیا، انکو بھی تعزیر سے انکار نہیں "والحد یدرء بالشبہات والتعزیر یجب مع الشبہات" انکا قاعدہ مقررہ ہے، اور اگرچہ حضرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعزیر انتالیس کوڑے سے زیادہ نہیں (کما صرح بہ الہدایہ) لیکن درمختار وغیرہ میں یہ بھی تو ہے کہ "ویکون التعزیر بالقتل" تا ایں ہمہ یاران حیل نے اس مسئلہ سے بھی جو کام لیا اور جس طرح چند در چند تعریفات پیدا کی گئیں، وہ بھی اسی وادی حیل ہی کے معاملات ہیں اور اسی طرح مسئلۂ نفاذ قضاء قاضی ظاہراً و باطناً اگرچہ بظاہر اس سے بے تعلق نظر آتا ہے مگر اسکے نتائج و ثمرات پر غور کیا جائے تو وہ بھی اسی میدان کا ایک گوشۂ بعید ہے - کسی نہ کسی طرح عدالت اور قاضی کے یہاں بات بنالی جائے پھر اسکے بعد کوئی کھٹکا نہیں گویا شریعۃ کے امر و نہی کا سارا دار مدار اور مواخذۂ آخرۃ کی بنا صرف دنیا کے احکام و ظواہر ہیں - حسن و قبح اشیاء و تفریق سیاہ و سپید و حق و باطل و تصحیح ادیت و بطون، و جلب محاسن و مضائل فی الاصل و عند اللہ کوئی چیز نہیں

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت؟
رسم کہن بود بعہد تو بر افتاد!

اسیطرح یہ کہ ہمارے زمانے کے بعض اصحاب درایۃ و عقول نے اس کی تائید میں یوں داد تحقیق و مناظرہ دی ہے کہ بحکم خلق لکم ما فی الارض جمیعاً تمام بنات آدم محل بیع ہیں، اور نکاح نظیر و مثیل عقد بیع کے ہے، مہر بمنزلۂ ثمن، اور ایجاب و قبول اور خلوۃ تملیک و تصرف کیلیے، اور جب قاضی کے جھوٹے گواہوں سے دھوکا کھاکر یا کسی اور وجہ سے پرائی عورت کو کسی کی منکوحہ قرار دیدیا اور وہ لیکر چلتا بنا، تو اس سے بھی یہ

ہے اور ہر عقد جسکا معقود علیہ حرام ہو وہ عقد باطل ، بلکہ صرف اسلیے کہ با ضابطہ طریق اجارہ کے مطابق عقد اجارہ نہیں ہوا اور جو کچھہ اسکو دیا گیا ، وہ اسکا حسب شرط حق نہیں تھا - پس گویا انکے نزدیک اس معاملہ کی حلت و حرمت کا سارا دار و مدار صرف اس ایک اصل معاملات پر ہے کہ عقد اجارہ ہوا یا نہیں ؟ اور اسکے شرائط صحیحۃ و متعینہ ہیں یا نہیں ؟ اسکے سوا اور کچھہ نہیں ! یہی وہ قیاس باطل ہے جسکو شریعت نے " ہواء نفس " قرار دیا ہے ، نہ کہ قیاس صالح و حکمۃ نبوی جو عدن شریعۃ بلکہ مبدہا مرتبۃ علم حق و بصیرۃ ربانی ہے - اور جس قیاس باطل کا نتیجہ ہے صرف ایک ہی اصل و علۃ کا استغراق و استہلاک و ابداع ، اور دیگر اصول و علل و مقاصد سے بکلی اعراض ، حالانکہ اکثر احکام شرعیہ معلل بعلل شتی ، اور اصل امر و نہی متعدد مقاصد و مصالح پر مبنی - صرف تمثیل و تقسیم اور حمل نظیر علی النظیر بلا مراعات مقاصد آخری و مہمہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ؟ اس ضلالۃ سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ تھی کہ ہر موقعہ اور ہر جزئیہ و تفریع پر تقدیم کتاب و سنۃ اور بہ تعمیل مردوہ الی اللہ و الی الرسول ہر اصل اور ہر فرع کیلیے اقتداء بہ مشکواۃ نبوت - مگر ایسا نہیں کیا گیا اور صرف اپنے چند ساختہ پرداختہ اصول اور کلیات پر قناعت کرلی گئی - اس چیز نے نہیں معلوم اس کارخانہ کے کتنے کیل پرزوں کو درہم برہم کردیا ہے ، اور اسی حالت کی نسبت کہا گیا ہے کہ :

حفظت شئیاً و غابت عنک اشیاء !

لطف یہ کہ " لا تصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء و النوح و الملاہی " بھی کہتے ہیں - یعنی گانے بجانے کیلیے اجارہ صحیح نہیں - فیا للہ و یا للعقول ! غناء اور ملاہی کی اجرت کا مال تو طیب نہوا حالانکہ اسکی حرمت محتاج دلیل ، مگر زنا کی اجرت طیب ہوسکتی ہے : لان اجر المثل طیب و ان کان السبب حراماً !

یکرہ ان یشرب من فضۃ
و یسرق الفضۃ ان نالہا

ہے ؟ مسلم و ترمذي کي حديث رافع بن خديج ميں ہے مہرالبغي خبيث اور بخاري کي روايت ميں ہے نہى رسول الله صلعم عن ثمن الكلب و مهرالبغي - تو اسکے جواب ميں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ايک خاص حالت تھي " هو ان تواجر امته على الزنا و ما اخذه من المهر" لکن " ان ستاجرها لتزني بها ثم اعطاها مهرها او ما شرط لها فلا باس باخذه ' لانه فى اجارة فاسدة فيطيب له و ان كان السبب حراماً " يعني اگر ايک عورت سے زنا کيلئے اجرت ٹھرالي اور زنا کيا اور اسکے بعد عورت نے وہ اجرت لي تو اسکے ليلنے ميں کوئي حرج نہيں يہانتک تو مسئلہ کي اصلي صورت تھي' لکن جب اسپر بھي لوگوں نے ماتم کيا کہ يہ کيا شريعة کي تباهي اور السلامة کي هلاکت ہے کہ محض عقد اجارہ کي ايک ايسي تعريفات پيدا کي اجرت خبيث و خباثت کو کھلے بلي کے معاملات ميں باطل کي بد ر پھر يہ حيلہ ... حلال و طيب بنايا جا رہا ہے ؟ تو ... جاتا ہے " ان يستاجرها لتكنس بيته او لطبخ ثيابه او لطبخ طعامه او لنقل متاع من مكان الى مكان و يشترط لها الزنا ثم تزني " يعني صورت اسکي يہ ہے کہ مثلاً کسي شخص نے گھر کا کام کاج کرنے کيلئے کھانا پکانے کيلئے يا کسي اور فعل مباح کيلئے ايک عورت سے عقد اجارہ کيا کہ اتني مزدوري پر ميرا کام کر دينا ' اور ساتھہ ھي يہ شرط بھي ٹھرالي کہ مجھسے زنا بھي کرنا ' تو چونکہ يہ مشروع باطلہ و غير مشروع بوصفہ ہے اسليے اجارہ فاسد ہوا لکن اجرت حلال ٹھري نتيجہ يہ نکلا کہ اگر کسي دانائے حيل نے ذرا حسن و انداز ديکھکر کسي اچھي سي ماما کو کام کاج کيلئے مزدوري پر رکھہ ليا اور ساتھہ ھی يہ شرط بھي ٹھرالی کہ گاہ گاہ يہ اور مشغلہ بھی جاري رهيگا تو ايسي اجرت اس ماما کيلئے جائز حلال و طيب ہے - فإن اجر المثل طيب ! تعالى الله و شريعته عما يقولون و يفعلون علواً كبيرا ! لطف يہ کہ " ان اخذه (اى المهر) بغير عقد بان زنى بها ثم اعطاها شيئاً فهو حرام لانه اخذه بغير حق" بھي موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئي شکل مہر بغي کي حرام ہو بھي سکتي ہے' تو اسليے نہيں کہ وہ زنا کي اجرت ہے اور ہر اجرت جو فعل خبيث کي ہو خبيث

بنیاد مفاهمۃ محض اٹکل اور ظن و وہم پر قرار پاچکی تھی - پھر کیا تھا ؟ ہر ذہن نے تیزی دکھلائی ' اور ہر قیاس نے بلند پروازی - " بنیاد ظلم درجہان اندک بود - ہر کہ آمد بران مزید کرد " نتیجہ یہ نکلا کہ شریعۃ الہی جو عدل و صداقت کے قیام کیلیے آئی تھی ' اسی کے نام سے مکر و فریب اور ظلم و غصب اور نہب و سلب کے تمام کاروبار جاری ہوگئے ' اور دنیا کی تباہی کیلیے اس سے بدتر وقت اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ خدا کا پاک نام لیکر اُسکی دنیا میں برائی پھیلائی جاے ! کتنی ہی زناکاریاں ہیں جو حیلے نکالکر نکاح شرعی بنائی گئیں ! کتنے ہی غصب و ظلم اور اکل اموال بالباطل کے مصائب ہیں جنکو ایک شرعی معاملہ بناکر جائز کیا گیا ! کتنے ہی عقود فاسدہ ہیں جنکو اسی شیطان حیل نے جائز کراکے بندگان الہی کے حقوق تلف کراے ! کتنے ہی حج ہیں جو ساقط ہوے ! کتنی ہی زکاتیں ہیں جو کبھی ادا نہیں کی گئیں ! کتنے ہی شارب الخمر اور زانی محصن ہیں جو حدود شرعیہ سے صاف بچالیے گئے ! پھر یہی تخم حیل ہے جسکی شاخیں کسقدر دور دور تک پھیلیں ' اور اسکے اثرات نئی نئی شکلوں میں کارگر اور دور دور کی چیزوں میں سرایت کرگئے - متعدد تفریعات ہیں جو بظاہر اس سے الگ معلوم ہوتی ہیں مگر فی الحقیقت اسی عائلۂ فساد کے اخوان و اخوات میں داخل ہیں - حد ہوگئی کہ علانیہ صاف صاف اُجرت زنا اور مہر بغی کو حلال کہدیا گیا - یہ بھی اسی تخم حیل کے برگ و بار میں سے نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ تم نے بعض شروح میں بارہا پڑھا ہوگا : ما اخذتہ الزانیۃ ' ان کان بعقد الاجارۃ فحلال ' لان اجر المثل طیب ! یعنی زانیہ نے اگر اُجرت ٹھہراکر زنا کی اجرت لی تو وہ حلال ہے کیونکہ اجر مثل کے طیب ہونے میں کوئی کلام نہیں !

برداشت عل شرع نبائد ایزدی

ارگردن زمانہ علی ذکرہ السلام

اور جب اسطرح لوگوں نے اپنا سر ہٹت لیا کہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے خبیث فرمایا اسکے حلال و طیب ہونے کی کونسی نئی وحی اتر آئی

اپنی حیلوں بہانوں سے حلال کرلیا ! مگر افسوس کہ وہی ہوا جسکا اُس صادق و مصدوق کو اندیشہ تھا ' اور اس امۃ میں بھی ایسے مدعی اور مریضی پیدا ہوگئے جنہوں نے بحکم حذو النعل بالنعل ٹھیک ٹھیک ویسی ہی حیلہ بازیاں اور مکاریاں اسلام میں بھی پیدا کرلیں - ملوا ماعملوا دونل لہم و لاتباعہم ! حتی کہ یہ فساد عظیم اس درجہ بھیلا کہ اصحاب حیل کے نزدیک حلال و حرام کی تمیز بکلی اُٹھہ گئی ' محارم شرعیہ حلال ہوگئے ' عقود فاسدہ کو جائز بنالیا گیا ' حدود شرعیہ ساقط کردیے گئے ' نور و ظلمۃ سیاہ و سفید ' فسق و تقوی میں کوئی فرق باقی نہ رہا ' احکام و اوامر اور عبادات و معاملات کی کوئی شاخ بھی اس مصیبت عظمی سے نہ بچی ' ہر حکم سے بھاگنے کیلیے حیلے تھے اور ہر قید شرعی سے نکل بھاگنے کیلیے بہانے ' ہر امر و نہی کے سقوط و تعطیل کیلیے مکر و فریب - شریعۃ الہیہ کے کسی حکم کو بھی سچی تعمیل اور راستبازانہ و صالحانہ اطاعت کیلیے باقی نہ چھوڑا - اعمال انسانیۃ کی روح اصل عظیم جسکو شریعۃ نے " نیت " کے جامع و حاوی لفظ سے تعبیر کیا تھا اور تمام احکام و ثمرات کی بنیاد اِسی پر رکھی تھی کہ " انما الاعمال بالنیات " اور " ولکل امر مانوی " اور اسی لیے فقیہ الامۃ حضرۃ امام بخاری نے اس جامع الکلم کو اپنی کتاب کا سرنامۃ و عنوان قرار دیا تھا ' اسطرح تاراج و ہلاک کردی گئی گویا اسکا کوئی وجود ہی نہ تھا ! خدا کے بندوں کو فریب دیتے دیتے اس طائفۂ بوالہوس کی بیہمی جرأتیں یہانتک بڑھگئیں کہ عالم السرائر و الخفایا کو بھی دھوکا دینے میں چست و چالاک ہوگئے وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون یہ ضلالۃ اس درجہ سے بھی آگے بڑھی - یہانتک کہ مسائل حیل و احتیال فقہ سو و مرعوبہ کا ایک باقاعدہ باب و مبحث بن گئے ' اور رفتہ رفتہ فقہاء دنیا کیلیے صرف ذہانت ' و نمایش فقاہۃ ' و اظہار علم و درایت ' و تسابق عقول ' و تنافس افکار ' و تقابل قوۃ افتاء و قضاء کا سب سے بڑا دلچسپ و جالب قلوب میدان بھی حیلہ تحری و خدیعۃ ہوگئی کتاب و سنۃ کی تقدیم و حفظ کا بند تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا ' اور

بعض احکام کی نسبت ' نہ کہ تمام احکام انفاق و زکواۃ و عقود و معاملات و تملیک اموال و غیرھا -

ان تمام تصریحات سے بڑھکر یہ ہے کہ قرآن حکیم نے صاف صاف لفظوں میں بتلا دیا تھا کہ یہودیوں کی ضلالۃ و مغضوبیہ و ملعونیہ کے اعمال خبیثہ میں سے ایک بڑا فتنہ یہ تھا کہ شریعہ الہی کے احکام قطعیۂ مصلحہ سے بچنے کیلیے طرح طرح کے حیلے حوالے اور بہانے نکالتے تھے ' اور سمجھتے تھے کہ خدا کا معاملہ بھی فریب خوردہ انسان کا سا ہے کہ اگر کسی حیلۂ و مکر سے ظاہر و صورت کو بنالیا تو قصد و نیت کی اسکو خبر نہوگی - از انجملہ ایک حیلہ وہ تھا جو یوم السبت میں صید نہ کرنے کے حکم کی نسبت اصحاب "حیتان" نے نکالا تھا : و لقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت - اور از انجملہ وہ حیلہ تھا جو حرمت اکل شحم کی نسبت عمل میں لایا کرتے تھے ' اور جسکی نسبت آنحضرۃ نے فرمایا : لعن اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فجملوھا و اکلوا ثمنہا - اللہ تعالی نے ان حیلہ سازیوں کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور غضب الہی کے مورد ہوے - انہوں نے اللہ کی شریعۃ کو مسخ کرنا چاہا تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ خود مسخ ہوگئے - و جعل منہم القردۃ و الخنازیر اور اللہ کا قانون مجازات یہی ہے کہ ثمرۂ عمل ٹھیک ٹھیک عمل کے مطابق اور ٹھیک ٹھیک اس سے اشبہ و اقوی ظاہر ہوتا ہے - ہر عمل نیک و بد کے صور و اشکال عالم مثال میں اسی طرح واقع ہوے ہیں ' اور یہی معنی ہیں اس آیہ کریمہ کہ فحاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن - حیل و احتیال کے متعلق یہ حال تو کتاب اللہ کا ہے ' اور سنۃ کو دیکھا جاے تو اس سے زیادہ واضح و صریح ہے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے بار بار کھول کھول کر امۃ کو اسی ضلالۃ یہود اور خبائث اصحاب السبت و الحیتان سے روکا تھا : لعن اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فجملوھا و اکلوا ثمنہا - اللہ کی پھٹکار یہود پر - چربی انپر حرام کردی گئی تو حیلے بہانے نکالکر اسکو حلال بنا لیا - اس سے بھی واضح فرمایا : لا ترتکبوا ما ارتکبت الیہود فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل ؛ وہ کام نہ کرنا جو یہودیوں نے کیا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو

قضاۃ کو قبول ہدایا سے بھی روکدیا کہ رشوت ستانی کا حیلہ نہ بن سکتا ہے مسند امام احمد میں ہے هدایا العمال غلول اور ابو داؤد کی روایت بریدہ میں فرمایا استعملناہ علی عمل و رزقناہ رزقاً، فما اخذہ بعد ذلک فہو غلول ایک اور روایت ہے اخذ الامیر الهدیة سحت اسی طرح مقروض سے هدیة و تحائف کا لینا ناجائز قرار دیا کہ سود کیلئے حیلہ نہ بن جا سکتا ہے حتی کہ ابن ماجہ کی روایت انس بن مالک میں فرمایا اذا اقرض احدکم قرضاً فاهدی الیہ او حملہ علی الدابة، فلا یرکبها و لا یقبلہ الا ان یکون جری بینه و بینه قبل ذلک اور اسی بنا پر هدیۂ مقترض کی نسبت اجلۂ صحابہ مثل عبد اللہ و ابی ابن کعب و غیرھم نے فتوی دیا کہ ربا میں داخل ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بیع خیار کی نسبت تحریم کر دی حتی یتفرقا و لا یحل له ان یفارقه خشیة ان یستقیله اس سے بھی مقصود یہی تھا کہ حیلہ کا سد باب ہو، اور اسی لئے امام احمد بن حنبل نے ابطال حیل پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، اگرچہ بعض کوتاہ بینوں نے اس امام اهل السنة کی دقۃ نظر اور معاملہ رسائی کو نہ سمجھا اور اسپر اعتراض کیا فلیس لهم بصیرة یعرفون بها اهل العلم و اهل الجهل و یمیزون بها بین منازلهم۔ عہد صحابہ میں بعض لوگوں کے سوالات سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی بد عملیوں کے ہاتھوں ضیق و حرج میں مبتلا ہوکر ڈھونڈھنے لگے ہیں کہ کوئی مخرج و حیلہ نکل آئے، لیکن بالاتفاق تمام صحابہ و ارباب افتاء صدر اول نے انکو یکسر مایوس کر دیا اور کہا کہ کوئی حیلہ نہیں۔ حضرۃ علی علیہ السلام سے ایک شخص نے غالباً مسئلۂ یمین کی نسبت پوچھا تھا کہ ما الحیلة؟ آپ نے فرمایا ترک الحیلة۔ حضرۃ ابن عباس سے ایک شخص نے طلاق کے متعلق جب پوچھا کہ اب اس سے نکلنے کیلئے مخرج و حیلہ کیا ہو سکتا ہے؟ تو سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا و من یتق اللہ یجعل له مخرجا جب تو نے حکم شریعۃ سے انحراف کیا تو اب مخرج کہاں؟ و ما ظلمهم اللہ و لکن کانوا انفسهم یظلمون! اور پھر یہ جو کچھ بھی تھا، صرف طلاق و یمین کے

کا کوئی گوشہ انکے ثمرات ردئیہ و خبیثہ سے خالی نہ رہا ' اور وہ شریعۃ الٰہیہ جسکی نسبت کہا گیا تھا کہ " السمحۃ الحنیفیہ و المحجۃ البیضاء - لیلہا کنہارہا " طرح طرح کے ظنون فاسدہ ' و آراء مدشنتہ ' و قیاسات متخالفہ ' و سبل متفرقہ ' و طرائق قددا ' و قواعد متناقضہ ' و تاویل الجاہلین ' و انتحال المبطلین ' و حیل المتحیلین ' و اقیسۃ القیاسین ' و ظلمات بعضها فوق بعض کا مجموعہ بنا دی گئی - و اللہ اکبر کبیرا ان یکون فی شریعتہ الحیل الباطلۃ التی تسقط فرائضہ ' و تحل محارمہ ' و تبطل حقوق عبادہ ' و یفتح للناس ابواب الاحتیال و انواع المکر و الخداع ' بل ہی شریعۃ مؤتلفۃ النظام ' متعادلۃ الاقسام ' لا امت فیہ و لا عوج ' و لا ضیق فیہا و لا حرج ' اوامرہا غذاء و دواء ' و نواہیہا حمیۃ و صیانۃ ' شعارہا الصدق ' و قوامہا الحق ' میزانہا العدل ' و حکمہا الفصل ' لا حاجۃ بہا البتۃ الی ان تکمل بسیاسۃ ملک ' او رای ذی رای ' او قیاس فقیہ ' او ذوق ذی ریاضۃ ' فہی صراطہ المستقیم ' و دینہ القویم ' و من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین !

صحابۂ کرام کے زمانے میں نکاح تحلیل (یعنی عرضی طور پر بہ نیت استحلال حلالہ کرانے) کا خیال شاید بعض لوگوں کو ہوا تھا - اور " حتی تذوق عسیلتہ و یذوق عسیلتہا " اور " لعن اللہ المحلل و المحلل لہ " کی وعید اُن تک نہ پہنچی ہوگی ' جسپر حضرۃ عمر کو اپنے خطبوں میں اعلان کرنا پڑا : لا اوتی بمحلل و لا محلل لہ الا رجمتہما - یعنی جس شخص نے بطور حیلہ کے حلالہ کرائے مطلقہ سے رجعت کی میں اسکو زناء محصن کی حد جاری کیے بغیر نہ چھوڑونگا - لیکن یہ بات تو اسوقت کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ گذری تھی کہ اللہ کی شریعت میں حیلوں کو بھی دخل ہو سکتا ہے ' اور احکام شریعت نفاذ و عمل حقیقی کیلیے نہیں ہیں بلکہ محض دنیوی قانونوں اور قاعدوں کی طرح ظاہری رسم پوری کردینے کیلیے - تاہم علماء اسلام کو آج سے [illegible] حیلوں تک اہتمام تھا کہ عمال اور

ائمہ اسلام کے منقول ہیں اور حافظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے بعض فتاوی میں جمع کیا ہے حضرۃ عبد اللہ بن مبارک نے ایک حیلہ کا حال سنکر کہا احدثوا الحیل فی الاسلام من کان امر بھذا فھو کافر - اسلام میں لوگوں نے حیلے پیدا کرنے کی بدعۃ رائج کی ہے سو جو شخص ایسا فتوی دے وہ کافر ہے شریک بن عبد اللہ قاضی کوفہ سے کتاب الحیل کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا من یخادع اللہ یخدعہ - یعنی حیلے نکالکر احکام شرعیہ کی تعمیل سے بچنا خدا کو دھوکا دینا ہے حفص بن غیاث نے کہا کتاب الحیل پر لکھدو کہ کتاب الفجور ہے یزید بن ہارون نے کہا لقد افتی اصحاب الحیل بشی لو افتی بہ الیہود کان قبیحا - حیلہ تراشوں نے یہودیوں کو بھی مات کردیا ایوب سختیانی نے کہا یخادعون اللہ کانما یخادعون الصبیان - یہ لوگ خدا کو اسطرح دھوکا دینا چاہتے ہیں جیسے بچوں کو فریب دیکر بہلاتے ہیں - خدا نے حکم دیا کہ ہر مالدار زکواۃ دے تو سال کے آخر میں تمام مال بیوی کے نام ہبہ کردیا کہ خدا دھوکے میں آکر ہمکو مفلس و نادار سمجھہ لیگا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون - الہی سے یہ بھی منقول ہے لو اتی الامر عیانا کان اھون علی اس سے تو یہ بہتر تھا کہ صاف صاف بغیر حیلہ کے معصیت کرتے پھر حال خدا کی شریعۃ کے ساتھہ تلعب و استہزا تو نہ ہوتا اور وہ بالکل حق ہے - فسق و فجور ان حیلوں پر عمل کرنے سے ہزار درجہ افضل ہے حضرۃ امام احمد بن حنبل سے بھی طلاق و یمین کے بارے میں چند حیلوں کا ذکر کیا گیا تھا - فرمایا کہ لن من افتی بھذہ الحیل فقد قلب الاسلام ظہر البطن ' و نقض عری الاسلام عروۃ عروۃ ا

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں حیلہ تراشوں کی بنیاد پڑچکی تھی - یہ کتاب و سنۃ سے بعد و ہجر ' اور ترک براہین و یقینیات شرعیہ ' و تشتت بہ ظن و تخمین بحت ' و تخرص و تلعب بہ ظلمات اوہام و اہواء ' و قیاس غیر صالح و غیر موید بالوحی کے شجرۃ الزقوم کے ابتدائی برگ و بار تھے جو آگے چلکر اسقدر پھلے پھولے کہ علم و عمل

جالیست ہراللہ بحراللہ رمل

الدرعم عسق بر روئے ' ارلی بر !

لکن سبحان اللہ ! مکافات و مجازات عمل کا قانون الہي کس طرح اس دنیا ھي میں اپنا کام انجام دے رہا ہے اور آخرۃ کی منزل ابھي باقي ہے لو کانوا یعلمون - بالاخر ایک زمانہ آیا کہ یہي مخدوم الملک تھے اور یہي ھندوستان ' مگر بیسوائي رسم الاسلامي ایک طرف رہي ' عزت و آبرو سے اپنا بڑھاپا بھي بسر نہ کرسکے ' اور عہد اکبري کے نئے نئے معتقدوں کے ھاتھوں وہ ذلتیں اور خواریاں اٹھانی پڑیں کہ بقول ملاے بدایوني یوم تبلی السرائر کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا تا بہ یہ حال تھا کہ انکے قلم سے الاسلامي کي ایک گردش اھل اللہ کي زندگیوں کا فیصلہ کردیتي تھي ' یا یہ یوم العذاب دیکھنا پڑا کہ حاجي ابراھیم سرھندي اور شیخ ابو الفضل جیسے نوخیز و احداث بھري مجلس میں انکے فسق و تقوی کا فیصلہ کرنے لگے اور عمر بھرکي بداعمالیوں کا ایک ایک کرکے حساب دینا پڑا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور

گرو کیسی لگي تھي ؟ کھل گئے کس راہ میں فتنے ؟
نظر آتا ہے خالي آج گوشہ تیرے داماں کا !

فصل

ملا عبد القادر بدایوني لکھتے ھیں کہ مخدوم الملک کي دولت و تمول کا یہ حال تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں ھي میں نہیں بلکہ خانداني قبروں میں بھي چاندي سونے کي اینٹیں ھي مدفون تھیں الذین یکنزون الذھب و الفضۃ ۔ اور یہ تمام مال زمانۂ شیخ الاسلامي کے غصب و تصرف و اکل اموال بالباطل کا اندوختہ تھا - طرح طرح کے نام نہاد شرعي حیلے بنا رکھے تھے اور انکي آڑ میں بندگان الہي کو لوٹتے کھسوٹتے تھے - جب عہد اکبري کا نیا دور شروع ھوا اور انکي ھوا اُکھڑي ' تو عجیب عجیب باتیں کھلیں ازانجملہ یہ کہ باایں ھمہ دولت و تمول عمر بھرکبھي زکوۃ ادا نہ کي

سے کہا " از فتنۂ صغیر کہ عبارت از شیخ علائی باشد چندے خلاصی یافتیم ' اما فتنۂ عظیم هنوز درپاست " سلیم شاہ نے پوچھا وہ کون ؟ کہا : شیخ عبد اللہ نیازی کہ ہمیں بیانہ میں مقیم ہے اور شیخ علائی کا پیر ہے - سلیم شاہ نے میاں بہوہ لوحانی حاکم بیانہ کو حکم بھیجا کہ فوراً شیخ کو حاضر لشکر کرو - میاں بہوہ شیخ کا مرید تھا - اس نے شیخ کو بہت سمجھایا کہ آپ یہاں سے راتوں رات نکل جائیں - میں کوئی بہانہ کردونگا - لیکن شیخ نے کہا " ارادۂ خداوندی در حال و استقبال و آن جا و این جا مساوی ست - تا هرچہ مقدرست خواهد رسید " مجبوراً شیخ کو همراہ لیا اور لشکر شاہی میں پہنچے - سلیم شاہ سوار کوچ کیلیے طیار کھڑا تھا - شیخ عبد اللہ جب سامنے پہنچے تو بے باکانہ گردن اٹھائے جا کھڑے ہوے اور السلام علیک کہا - میاں بہوہ نے کہ کسی نہ کسی طرح سلیم شاہ کے غیظ و غضب سے انکو بچانا چاہتا تھا ' گردن پکڑ کے جھکا دی اور کہا . پادشاہوں کو یوں نہیں ' یوں سلام کرتے ہیں - اسپر شیخ نے گرج کر کہا " جو سلام کہ سنت ہے اور صحابہ اللہ کے رسول کے سامنے کہا کرتے تھے ' یہی ہے ' اسکے سوا میں اور کوئی سلام نہیں جانتا ! " سلیم شاہ نے غضب ناک ہوکر اشارہ کیا اور لشکریوں نے لاٹھیوں ' کوڑوں ' مکوں ' اور لاتوں سے پیٹنا شروع کردیا - یہانتک کہ بے ہوش ہوگئے ' جب تک ہوش رہا یہ آیۃ قرآنی ورد زبان تھی : ربنا اغفر لنا ذنوبنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین ! سلیم شاہ نے جب شیخ کو یہ پڑھتے ہوے دیکھا تو پوچھا : کیا کہتا ہے ؟ مخدوم الملک نے کہا " شما را و ما را کافر می گوید " اسپر اسکو اور زیادہ طیش آیا اور جب تک موت کا یقین نہیں ہوگیا برابر زد و کوب کا حکم دیتا رہا - افسوس ! عشاق حق کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوا اور اعداء حق و اصلاح کے ہاتھوں کبھی انکو امن کی گھڑیاں نصیب نہ ہوئیں - یہی ہوتا رہا ہے اور شاید ایسا ہی ہوتا رہیگا - دشمنان حق نے اگر انکی جانوں کو سب سے بڑی چیز سمجھکر لینا چاہا ' تو انہوں نے بھی اپنی جان کو دنیا کی ساری چیزوں میں سب سے زیادہ هیچ و ادنی سمجھا - و لنا فیهم اسوۃ حسنہ :

شیخ علائی اسوقت سخت بیمار ہے گلے میں ایک بہت بڑا زخم تھا ' اور بہار تک سفر کرنے کی زحمت نے نیم جاں کردیا تھا مخدوم الملک نے حکم دیا کہ کوڑے لگائے جائیں جلاد نے تیسری ہی ضرب لگائی تھی کہ اس شہید حق کی روح پرواز کرگئی فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ! ملا عبد القادر بدایونی نے " ذاکر اللہ " اور " سقاہم ربہم شرابا " سے تاریخ نکالی کہ ۹۵۷ سال ہجری ہے

بجرم عشق اگر کسی مرا مقتول احسانم
گناہ زاہد ے درد تا رب حسنت حیرانم !

افسوس مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی اور اس فنا فی الحق کی نعش کے ساتھہ وہ سلوک کیا گیا جو بدر و احد کے مقتول کفار کے ساتھہ بھی نہیں کیا گیا تھا بدایونی لکھتے ہیں کہ ہاتھی کے پاؤں سے باندھکر نعش کو ہروایا گیا اور اسکے ٹکڑوں کی- تمام لشکر میں تشہیر کی - پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جائے اور اس غرض سے پہرہ بٹھادیا گیا - سبحان اللہ کار و بار عالم کی بو العجبی ' اور جہاں ہزار رنگ کی بوقلمونی ! یہ ہے خدمت انسانی کا وہ مزد و صلہ جو دنیا نے ہمیشہ اپنے غمگساروں کو دیا ہے ' اور یہ ہے عشق حق و شیفتگی صدق کا نتیجہ جو اس ظلم آباد ارضی میں ہمیشہ نثارمندان حق کو ملا ہے ! باطنہ رحمۃ و ظاہرہ من قبلہ العذاب

من شاء فلینظر الی ' فمنظری
نذیر الی من ظن ان الہوی سہل !

یہ سرگذشت تو شیخ علائی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے انکے پیر حضرۃ شیخ عبد اللہ نیازی کا واقعہ بھی اس سے کم درد انگیز اور عبرۃ ماجرا نہیں ہے - بدایونی لکھتے ہیں کہ جب شیخ علائی دکن کی جانب جلا وطن کردیے گئے تو اسکے کچھہ عرصے بعد سلیم شاہ سرحدی افغانوں کی شورش کا حال سنکر پنجاب کی جانب روانہ ہوا جب بیانہ کے قریب شاہی لشکر پہنچا تو مخدوم الملک نے کہ پیوستہ وکمربستہ جامان حق کی اذیت و ہلاکت کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں ' موقع کو غنیمت سمجھا اور سلیم شاہ

اپنے آپ کو بري کرلے کیلئے بالعاد سلطاني طرح طرح کے حیل و مکائد بنا رکھے ھیں ' اور جب وقت آتا ھے تو انھي کي آڑ میں پناہ لیتے ھیں - نتیجہ یہ نکلا کہ عملاً امر بالمعروف کا حکم ساقط و کالعدم ہوگیا - کبھي کہتے ھیں کہ درجۂ عزیمۃ و عزائم امور بہت بلند ھے - ھمیں کہاں نصیب ؟ رخصۃ یہ ھے کہ بخوف نقصان جان و مال باطل پرستي قبول کرلي جاے علی خوف من فرعون و ملائهم ان یفتنهم ! کبھي کہتے ھیں کہ صداقت موسوي سے انکار نہیں لیکن هیبت و سطوۃ فرعوني کے مقابلے کي طاقت نہیں رکھتے ' پس خاموشي و ترک سعي کے سوا چارہ نہیں فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا قاعدون - کبھي کہتے ھیں کہ اگرچہ حق اسکے خلاف ھے ' مگر مصلحۃ وقت کا مقتضی یہي ھے گویا مصلحت حقائق اشیاء کو متغیر کردسکتي ھے ! کبھي کہتے ھیں کہ زبان کھولنے میں فتنہ ھے اور فقہاء کا ایک جزیہ ھم کو ملگیا ھے کہ فتنہ سے بچنا ضروري گویا حق گوئي میں فتنہ ھے اور سکوت عن الحق میں امن و سلامتي ولو اتبع الحق اهوائهم لفسدت السماوات و الارض کبھي کہتے ھیں کہ علیکم انفسکم اور لا تلقوا بایدیکم الی التهلکہ پر ھمارا عمل ھے یحرفون الکلم عن مواضعہ کبھي کہتے ھیں کہ فلاں فلاں باتیں یقیناً بدعات و منکرات میں داخل ھیں لیکن عوام صدیوں سے کر رہے ھیں اگر صاف صاف حق گوئي سے کام لینگے تو بگڑ جائینگے اور ھم کو بزرگ و پیشوا نہیں سمجھینگے - اگر ایسا ہوا تو موجودہ حالت سے بھي زیادہ نقصان ہوگا و ان کثیرا من الاحبار و الرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ کبھی کہتے ھیں کہ اسمیں خوف جان ھے اور جان کا بچانا فرض ھے عرضکہ یعدهم و یمنیهم وما یعدهم الشیطان الا غرورا یہ سب کچھہ کہتے ھیں مگر اصلي بات نہیں کہتے کہ ایمان باللہ مفقود ہوگیا ' حیاۃ دنیوي کي محبت محبت الہي پر غالب آگئي ' متاع دنیا کی دلفریبیوں پر روح مفتوں اور دل نثار ہوگیا '

[illegible] یہی حال ایسی گمشدہ [illegible]
[illegible] شیخ کی [illegible]

[illegible] شیخ خراسان [illegible]
در عمارت گری کعبہ [illegible]

یہ افسانہ تو اس عہد کا ہے [illegible]
[illegible] آج جو حالت ہو رہی ہے [illegible]
عمل درماندہ رہ گئی ہے۔ آج [illegible]
[illegible]
گوارا نہیں' لیکن [illegible]
سے اٹھی ہی امید نہیں، علمائے وقت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے
فرض کو عملاً شریعت کے احکام و واجبات سے خارج کر دیا ہے' اور [illegible]
قرآن کی سورتوں میں بھی نظر آتا ہے' یا صحائف سنت کے ابواب و اوراق
میں - حق کی بیکسی و مظلومی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ دنیا
میں بہتوں اور دوسروں کیلئے چارہ نظر آ جاتا ہے لیکن حق کیلئے کوئی
غمگسار و مددگار نہیں

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا
انیس ' و لم یسمر بمکۃ سامر !

شاید تم کو اس جملہ پر تعجب ہو کہ علماء وقت نے امر بالمعروف کے
فرض کو فرائض شریعہ سے خارج کردیا ہے ' لیکن جو حالت ہو رہی ہے
اسکے لحاظ سے تو یہ جملہ بھی کافی نہ تھا - اگر ایک شخص اپنا عقیدہ
یہ ظاہر کرے کہ نماز فرض ہے اور ہر وقت شرح وقایہ کی کتاب الصلواۃ
اپنی بغل میں بھی رکھے ' لیکن عملاً نماز کبھی نہ پڑھے اور ترک صلواۃ کیلیے
طرح طرح کے ایسے حیلے اور عذرات پیش کردیا کرے جو کبھی اور
کسی حال میں دور نہیں ہوسکتے ' تو تم اسکی نسبت کیا کہوگے ؟
اسکے لیے نماز ایک حکم شرعی واجب العمل رہا یا نہیں ؟ یہی حال آج
علماء عہد کا بھی ہو رہا ہے - اور امر بالمعروف اور قیام حق کے حکم سے

لڑکوں نے سمجھایا کہ آجکل مخدوم الملک کی سنہ الاسلامی ہے اسکے خلاف رائے دینا ٹھیک نہیں - اگر اس نے سلام شاہ سے کہکر تم کو اس مسئلہ کی تحقیق کیلیے آگرہ طلب کرایا تو اس بڑھاپے میں دشوار سفر کی زحمت اٹھاؤگے یہ بات شیخ بڈھہ کے دل پر اثر کرگئی اور پہلی تحریر چاک کرکے دوسرا مراسلہ اس مضمون کا بھیجدیا " مخدوم الملک امروز ازعلماء محققین ست سخن سخن او' و فتوی فتوی او ست "

آسی کی سی کہنے لگے اہل حشر
کہیں پرسش داد خواہاں نہیں !

جو لوگ گذرچکے ہیں انکی نسبت اب کیا کہا جائے کہ انکا معاملہ اللہ کے ہاتھہ ہے علمها عند ربي في كتاب اور ہم کو بہر حال اغفرلنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان کی دعا مانگنی ہے ' مگر غور کرو کہ ہر زمانے میں علماء دنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کیلیے ایک لعنت رہی ہے ' اور حیات چند روزہ دنیوی کے عشق و تعبد نے اس طائفۂ عبید الدنیا سے کس کس طرح کتمان حق کرایا ہے ؟ شیخ بڈھہ اپنے نفس کیلیے اسکو بڑی ہی اذیت سمجھتے ہیں کہ آگرہ تک سفر کی زحمت گوارا کریں ' لیکن اگر حق مستور و مظلوم ہوجائے اور اہل حق ہلاک و مقتول ہوں تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے ! کیا نوع انسانی کی کوئی بدتر سے بدتر اورگمراہ سے گمراہ قسم بھی اس سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہے ؟ اورکیا جنگل کا کوئی ڈاکو اور کمیں گاہوں کا کوئی رہزن اس سے زیادہ جمعیۃ بشری کیلیے مخدرش و مہلک ہوسکتا ہے ؟ اگر علماء کے خصائل کا یہ حال ہے تو اسکے بعد عامۂ ناس کیلیے فسق و عدوان کا کونسا درجہ باقی رہگیا ؟ یہی وہ کتمان حق یعنی حق کو دانستہ چھپانے کی ملعنت ہے جو علماء یہود پر چھا گئی تھی' اور منجملہ اسباب مغضوبیت یہود ہوئی و ان كثيرا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون اور افسوس کہ یہی چال سر بشر اور ذراع بذراع اس امۃ کے علماء سوء کا بھی ہوا

هوئے هیں که اس مرکز انسانیت اور کعبۂ هدایت کا طواف کریں - زمین والوں هي پر موقوف نهیں' آسمانوں میں بھي صرف اُنهي کے ناموں کی پکار هوتي هے - بخاري کي اس حدیث کو نہیں معلوم تم نے کیا سمجھا حالانکه وہ تو صرف اسي حقیقت کی طرف ایک اشارہ هے که " اذا احب الله العبد قال لجبریل اني احب فلانا فاحبه ' فیحبه جبریل ' ثم ینادی جبریل في اهل السماء ان الله قد احب فلانا فاحبوه ' فیحبه اهل السماء ' ثم یضع له القبول في الارض " یعنی جب الله تعالی کسي بندے سے محبت کرتا هے تو جبریل سے فرماتا هے که میں فلاں بندے کو دوست رکھتا هوں تم بھي اسکو دوست رکھو - پس جبریل بھي اُس سے محبت کرنے لگتا هے - پھر جبریل آسمان والوں میں اسکی منادي کردیتا هے ' پس تمام آسمان والے بھي اسکو چاهنے لگتے هیں اور اپنا محبوب بنالیتے هیں - پھر جب آسمان پر اسکي محبوبیت کا اعلان هوجاتا هے تو زمین والوں کے دل بھي اسکي محبت کیلیے کھل جاتے هیں اور هر طرف مقبولیت و محبوبیت اسکو حاصل هو جاتي هے ! ولله در ما قال :

کار زلف تست مشک افشاني ' اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آهوے چین بسته اند !

بالاخر شیخ علائي کو دوبارہ آگرہ طلب کیا گیا - معلوم هوتا هے که سلیم شاہ نے علماء دارالحکومۃ خصوصاً مخدوم الملک کی خود غرضیوں اور حسد و عناد کو اس بارے میں محسوس کرلیا تھا اور سمجھہ چکا تھا که ان لوگوں کی راے بے لاگ نہیں هے - اسی لیے اس مرتبه شیخ کو شیخ بڈھه بہاری کے پاس بھجوایا که مشاهیر علماء وقت سے تھے ' اور لکھا که جو فیصله آپکا هو اسي پر عمل کیا جاے - بداوني لکھتے هیں که شیخ بڈھه نے پہلے تو ایک حق پرستانه تحریر لکھي جسکا مضمون یه تھا که مسئلۂ مہدویۃ موقوف علیه ایمان و اسلام نہیں هے - تعیین علامات مہدي میں مختلف روایتیں وارد اور سخت اختلاف واقع - صرف اتني سي بات پر ایک عالم حق کي تعزیر و تکفیر جائز نہیں - لیکن افسوس که بعد کو دنیا پرستي مانع آئي - انکے

هزارها آدمي معتقد و مريد هوگئے - سمع پر موقوف نہیں - همیشه داعیان حق کا سب سے بڑا جرم شاهاں ظلم و جور اور علماء دجل و فساد کي نظروں میں یہي رها هے که دنیا انکي طرف کیوں کهنچتي هے ؟ مگر افسوس که اس جرم سے وہ کسي طرح اپنے تئیں بري نہیں دکهلا سکتے - جس طرح بینائي رکهنے والا دیکهنے پر مجبور هے که خود اپني آنکهیں پهوڑ نہیں سکتا اسي طرح علماء حق اعلان و تذکیر حق میں ناچار هیں که خدا کي دي هوئي زبان کو کاٹ کر پهینک نہیں دیسکتے ' اور بیان حق کا قدرتي خاصه یه هے که دلوں میں گهر کرے اور هر طرف سے انسانوں کو اپني جانب کهینچ لے - ایک داعي حق اور واصل بالله اگر دنیا سے کہه بهي دے که میرے پیچهے نه آو ' جب بهي وہ اسي کے پیچهے دوڑیگي که جذب و انجذاب کا قانون الهي باطل نہیں هوسکتا - پهر اگر لوها مقناطیس کي جانب کهنچتا هے تو اس میں مقناطیس کا کیا قصور ؟ یه جرم هے تو خدا کرے که اس پاک جرم کے مجرموں سے کبهي اسکي زمین خالي هو - تسقی بهم الغیث و تنتصر بهم علی الاعداء ! (۱)

خدا گواہ که گر جرم ما همیں عشق ست
گناہ کفر و مسلماں نه جرم ما نه شست !

نظام شمسي کي طرح نظام انساني کے بهي مرکز و محور هیں مگر هم کو انکا حال نہیں معلوم - هم کو اجرام سماویه کا مرکز معلوم کرنے میں جب هزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیه کے نظام و مراکز کے کشف کیلیے کتنا زمانه درکار هوگا ؟ تاهم یه معلوم رهے که هر عهد و دور میں خدا کے چند بندے ایسے بهي هوتے هیں جنکا وجود ستاروں کے مرکز شمسي کي طرح تمام انسانوں کا مرکز مقصد اور کعبۂ انجذاب هوتا هے ' اور جس طرح نظام شمسي کا هر متحرک ستارہ صرف اسي لیے هے که کعبۂ شمس کا طواف کرے ' اسي طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے هجوم بهي صرف اسي لیے

---

(۱) رواہ احمد و ذکرہ فی المشکواة - و ایضاً ماخوذ من قوله صلعم هل تنصرون و ترزقون الا بضعفاء کم - رواہ البخاري

دل را که تو مقید زندان حسرت ست
بر عرض عشق هیچ گناهی دگر نبود ا

حکم دیا کہ شیخ کیلیے طعام خاصہ سے کھانا بھیجا جاے لیکن شیخ نے نہیں کھایا ' اور کہا " طعام تو حق مسلمانان است کہ بخلاف سرع زیادہ از حق خود متصرف شدۂ " دوسرے دن مباحثہ ہوا - تمام علماء دربار ایک طرف اور یہ درویش بے نوا ایک طرف تھا ' لیکن جو شخص زبان کھولتا تھا چند منٹوں میں ذلیل و رسوا ہوکر لا جواب ہوجاتا تھا - مخدوم الملک کو تو بات تک کرنے نہ دي - بار بار اسکو مخاطب کر کے کہتا " تو از علماء دنیائي ' و دزد دیني ' و مرتکب چندیں نامشروعاتي ' بمثابۂ کہ از دائرۂ عدالت خارج افتادۂ - هنوز آواز سرود و ساز از خانۂ تو علانیہ مي‌شدوند " (منتخب التواریخ - جلد اول - صفحہ - ۴۰۱) -

مباحثہ کا رنگ دیکھکر سلیم شاہ کو یقین ہوگیا کہ تمام علماء بلا وجہ ایک درویش حق پرست کے پیچھے پڑگئے ہیں - تاہم مجبور تھا - رعایا انھي لوگوں کے ہاتھ میں تھي اور معاملہ مذہبي تھا جس میں خود دخل دے نہیں سکتا تھا -

ہر روز شیخ علائی کا معاملہ پیش ہوتا اور یہ ٹال جاتا - بدایوني لکھتے ہیں کہ " مخدوم الملک ساعت بساعت سلیم شاہ را تحریص بر قتل او مي نمود " ساتھ ہي روز خبریں اڑنے لگیں کہ آج فلاں سردار شیخ کا مرید ہوا اور کل فلاں امیرنے انکا وعظ سنکر گھربار لٹا دیا - آخر الامر سلیم شاہ نے صرف حکم جلا وطني پر کفایت کي اور شیخ کو دکن چلے جانے کا حکم دیا - شیخ نے ان ارض اللہ واسعة پڑھا اور دکن کي راہ لي - لیکن صرف اتني ہي سزا سے علماء دنیا کي خون آشام پیاس کب بجھنے والي تھی ؟ چند دنوں کے بعد موقعہ پا کر پھر سلیم شاہ کو ابھارا اور طرح طرح کے اشتعال انگیز قصے سنا کر شیخ علائي کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا - بڑا جرم شیخ علائي کا یہ تھا کہ جہاں جاتا ہے ' ایک دنیا اسکے ساتھ ہوجاتي ہے - دکن کي طرف جلا وطن کرکے بھیجا تو وہاں بھی بہار خاں حاکم ہنڈیہ اور اطراف دکن کے

فصل

بعد کے واقعات بہت طولانی ہیں مختصر یہ کہ مخدوم الملک نے سلیم شاہ سے فرمان جاری کراکے شیخ علائی کو آگرہ میں طلب کرایا اور اکثر مشاہیر علماء عہد مثلاً سید رفیع الدین محدث اور شیخ ابو الفتح تہانیسری بھی بحث و مباحثہ کیلیے طلب کیے گئے شیخ علائی اپنے ساتھیوں کے ساتھہ دربار میں پہنچے تو پہنچنے والے کبروں اور مغرورانہ وقار مردانہ وضع و صورت میں درویشوں کی ایک شکستہ حال جماعت تھی لیکن کبر و علو حق کا یہ حال تھا کہ صرف سلام مسنون کرکے ایک گوشے میں بیٹھہ گئے اور تمام دربار پر اس حقارت و بے پروائی سے نظر ڈالی گویا مغرور انسانوں کی جگہ پتھروں کا ڈھیر ہے ! یہ خود داری سلیم شاہ پر بہت گراں گذری بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے شیخ علائی نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت کیں اور انکی تفسیر کا وعظ شروع کردیا کہ

جز نغمۂ محبت سازم نوا نہ دارد !

بدایونی لکھتے ہیں کہ وعظ کا مضمون زیادہ تر مذمت دنیا و حالات آخرة و اہانت علماء دنیا اور مرائی امراء و سلاطین پر مشتمل تھا ' اور کچھہ ایسا پر تاثیر و درد انگیز طرز بیان تھا کہ ادھر شیخ کی زبان سے الفاظ نکل رہے تھے' ادھر تمام مجمع کی سنگدلی موم کی طرح پگھل رہی تھی ! خود سلیم شاہ اور اسکے امراء کا یہ حال ہوا کہ با وجود کمال قسی القلبی و حق فراموشی کے ضبط نہ کرسکے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

سرشک گرم کی حدت کو پوچھو

مرے دامن سے اپنی آستیں سے !

یہ حال دیکھکر سلیم شاہ کا حال پلٹ گیا اور بے اختیار ہوکر شیخ کی نہایت تعظیم و تکریم بجا لایا پوچھا کہ باوجود ان کمالات و فضائل کے کیا سبب ہے کہ لوگ تمہارے مخالف ہیں ؟ بھلا شیخ علائی اسکا کیا جواب دیتے ؟

عقائد میں سب سے پہلے رد وکد اور بحث و نظر کا سلسلہ شروع ہوا - یہانتک جو کچھہ ہوا بالکل ٹھیک تھا اور ناگزیر' لیکن آگے چلکر یہ چیز حد اعتدال سے متجاوز ہوگئی - عقائد کے رد وکد کا نتیجہ نہ نکلا کہ روز بروز لوگوں کی توجہ اسی کے طرف بڑھنے لگی اور رفتہ رفتہ عمل کی طرف سے طبیعتیں بے پروا ہوگئیں - حتی کہ آج یہ حال ہے کہ اسلام و ایمان کا سارا دار مدار محض چند جزئیات اختلافیۂ عقائد کی محافظت پر آکر ٹھہر گیا ہے اور صرف انہی کے غرور و پندار میں ہر شخص مست رہتا ہے - عمل کی درستگی اور تقوی و طہارت کی اہمیت و تقدیم یکقلم فراموش کردی گئی ہے اور قریب ہے کہ اسلام کے ارکان و شرائط سے عمل صالح کا رکن اسطرح معدوم ہوجاے گویا وہ کوئی ضروری چیز تھا ہی نہیں - ساری جستجو اور کاوش صرف اسکی ہوتی ہے کہ فلاں شخص کے عقائد کیسے ہیں ؟ یعنی چند مزعومہ جزئیات غیر متعلقہ میں اسکے عقیدہ کا کیا حال ہے ؟ اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ اسکا عمل کیسا ہے ؟ اللہ اور اسکے رسول کی محبت میں انفاق جاں و مال کا کیا حال ہے ؟ تقوی و طہارۂ نفس کے لحاظ سے کیسی زندگی بسر کرتا ہے ؟ بندوں کے ساتھہ اسکا سلوک کیسا ہے اور خدا کے خوف سے دل خالی رکھتا ہے یا بھر پور ؟ معاملات میں کیا حال ہے ؟ لین دین میں سچائی اور دیانت ہے یا نہیں ؟ ایک شفیق باپ' رفیق بھائی' وفادار شوہر' اور رحیم و غمگسار همسایہ ہے' یا ایک بے رحم وجود' بے حس پتھر' اور موذی و مہلک مخلوق ؟ ان ساری باتوں میں (جنکے الگ کردینے کے بعد اسلام میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی) اسکا حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہو' لیکن اگر چند اختلافی جزئیات میں ہمارا هم آهنگ ہے تو پھر ہمارے نزدیک اس سے افضل هستی روے زمین پر کوئی نہیں ! یہی گمراہی یہود کی تھی کہ صرف اسرائیلیت کے غرور میں بدمست رہتے تھے و قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات - یہ غرور عقائد کا فتنہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے' اور آج مسلمانوں کی زندگی کی هڈی اسی سے گھلی جا رہی ہے و لکن اکثر الناس لا یعلمون -

جو سخن کفری و ایمانی کجاست ؟
خود سخن در کفر و ایمان میپرد !

اصل یہ ہے کہ اسلام نے باب عقائد میں صرف تلقین کی چند صاف صاف اور موٹی موٹی باتیں بتلا دی تھیں، اور اسکے بعد سارا دار و مدار عمل صالح پر رکھا تھا - بنی الاسلام علی خمس الخ اور من امن باللہ و الیوم الآخر و عمل صالحاً فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون ہر طرح کی فضیلت و مرتبۃ کا معیار صرف تقویٰ اور اسکے مراتب بعضها علی بعض تھے اور بس کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم جو شخص شہادتین کا اقرار کرتا تھا، بمجرد اقرار مسلمانوں میں داخل ہو جاتا تھا، اور پھر مسلمانوں میں سے جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی محبت میں سب سے زیادہ ایثار جان و مال کرتا تھا، وہی سب سے افضل و اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام کا پورا عہد گذر گیا، مگر کسی شخص کو ایک لمحہ کیلیے اسکا وہم بھی نہیں گذرا کہ اسلام و ایمان اور فضیلت و بزرگی کا معیار عمل صالح اور تقویٰ و طہارت کے سوا اور بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے - اس قسم کی روایتیں جو تم صحاح میں پڑھتے ہو " و کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ " تو انکا بھی یہی مطلب ہے کہ بنیاد ساری باتوں کی صرف عملی زندگی تھی - عقائد کے باب میں نہ تو کوئی اختلاف تھا اور نہ فتنۂ تفرق و تمذہب کی بنیاد پڑی تھی

لیلی و مجنوں ہم می بودہ اند
پیش ازیں جوش روزگاری بودہ است !

لیکن اسکے بعد فتن و فساد اور بدعات و محدثات کا آغاز ہوا، اور اوائل بنو امیہ ہی میں عجمی اقوام کے اختلاط اور عجمی علوم دسیسۂ مہلکہ کے شروع نے عقائد میں فتنۂ کاوش و تعمق کی بنیاد ڈالی جسکو اسلام نے نہایت سختی سے روکدیا تھا کہ ہلک المتعمقون اور نئے نئے سوال پیدا ہونے لگے - یہ حال دیکھکر مجبوراً اہل حق و سنۃ کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا، اور باب

مصدق اور بدرو ہوگا ' تو بلاشبہ اس پر وہ حکم دیا جائیگا جسکا وہ شرعاً مستحق ہوگا - لیکن نہ بربناء اعتقاد مہدویت بلکہ بسبب عقائد و اعمال منکرہ - اور اگر ایسا نہیں ہے تو ایک جزئی مسئلہ میں اسکو غلطی پر سمجھہ سکتے ہیں ' تخطیہ کرسکتے ہیں ' لیکن نہ تو برا کہہ سکتے ہیں اور نہ اسکے اسلام و ایمان میں شک کرسکتے ہیں - اگر اسکا عمل اچھا ہے اور اللہ اور اسکے رسول کی محبت و اتباع اور ایثار فی اللہ و للہ میں تیز گام ہے ' تو یقیناً کل کو اللہ کے حضور وہی سب سے اونچا ہوگا ' اور ہم سب اسکے نیچے ہونگے ' اگرچہ ہم کتنے ہی کامل و اکمل اشعری و ما تریدی ہوں - وہاں صرف غرور اشعریۃ و ما تریدیۃ کام نہ دیگا :

و کل یدعی وصلا بلیلی
و لیلی لا تقر لهم بذاکا

افسوس جزئیات مزعومۂ عقائد کے غرور باطل نے مسلمانوں کو جسقدر نقصان پہنچایا کسی چیز نے نہیں پہنچایا - عمل صالح کی اہمیت بالکل جاتی رہی اور سارا دار و مدار حد مزعومہ عقائد پر آکر رہگیا - ایک شخص صرف اس غرور میں کہ میں الف سے لیکر ے تک ٹھیک ٹھیک عقائد نسفی کا مجسمہ ہوں ' تمام مسلمانوں کو کافر و گمراہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عمل صالح اور ایثار و محبت فی اللہ کوئی شے نہیں - ایک شخص تقوی و طہارۃ میں کتنا ہی اصلح ہو ' لیکن اگر کسی ایک جزئی و ضمنی عقیدہ میں بھی مخالف ہوا تو اسکی ساری عمر کی کمائی رایگاں گئی ' اور باوجود عمر بھر کے ایمان و عمل صالح کے کافر کا کافر ہی رہا ! حس کلمہ کے ایک بار اقرار کرلینے سے ابو سفیان اعدی عدوے اسلام اور وحشی قاتل حمزہ کا خون حرام ہوگیا تھا اور اگر ابو جہل بھی اقرار کرلیتا تو اسکی ساری عمر کا کفر و طغیان محو ہو جاتا ' آج ساری عمر اسکے ایمان و عمل میں بسر کردیجیے لیکن پھر بھی مومنوں کے گروہ میں شمار ہونے کا حق حاصل نہیں کرسکتے ! افسوس تیرہ سو برس گذر گئے مگر کفر و ایمان کی گتھی آجتک نہ سلجھی ۔

" اس مبتدع دعوي مہدویت مي کند ' و مہدي خود پادشاہ روے زمیں خواہد شد ' و حوں سرخروج دارد واجب القتل ست "
(جلد اول صفحه ۴۰۰)

فصل

صرف اسي ایک بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مصلحین امة کو ھمیشہ کیسے کیسے علماء مکر و حیل اور مصاة حق اسلام سے سابقہ پڑا ہے ؟ اور حکومت وقت کو مخالف کرنے کیلئے کیسے کیسے بے بناہ حیلوں اور مریدوں سے انکے خلاف کام لیا گیا ہے ؟ کسي خاص شخص کے مہدي ہونے نہونے کے اعتقاد کو اسلام کے عقائد سے کیا علاقہ ؟ نہ یہ بناء فسق و تقوی ہے نہ معیار ایمان و کفر - اگر ایک شخص نے کسي داعي شریعة و آمر بالمعروف و ناھي عن المنکر کو مہدي مان لیا تو اس سے اسکے اسلامي عقائد میں کونسا فتور آ گیا ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ انطباق علائم و آثار میں اس نے اجتہادي غلطي کی اصل سے جو مطلوب شارع ہے وہ تو صرف ایمان باللہ و بما جاء من عند اللہ ہے ' اور دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ متقین میں سے ہے یا نہیں ؟ " متقین " کي تعریف قرآن نے اپني پہلي سورۃ ھي میں بتلا دي الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقناھم ینفقون - و الذین یؤمنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک و بالآخرۃ ھم یوقنون پس جو شخص ان حقوق کا ایمان و عمل رکھتا ہے وہ اولئک علی ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون میں داخل ہے خواہ کسي کو مہدي تسلیم کرے خواہ دجال - و ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم - البتہ یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ جس شخص کو مہدي تسلیم کرتا ہے وہ متقي ہے یا مبتدع ؟ اگر اسکي بدعات و محدثات یا اعمال غیر صالحہ ثابت ہونگے اور نہ نہي انکا

سنه ۹۵۶ میں جب سلیم شاہ آگرہ میں مسند نشین ہوا اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری کی شیخ الاسلامی کا دور دورہ ہوا تو ملا موصوف نے اس جماعت کے قتل و اذیت پر کمر باندھی - عوام کو یہ کہکر برانگیختہ کیا کہ یہ لوگ گمراہ اور بد عقیدہ ھیں ' اور سلیم شاہ کو یہ بات سوجھائی کہ جب سید محمد مہدی ہوے تو تمہاری حکومت کہاں باقی رہی ؟ روایتوں میں آیا ہے کہ مہدی موعود تمام دنیا پر حکومت کریگا - یہ لوگ مہدی کے پیرو ہیں تو کم سے کم ہندوستان پر تو ضرور قبضہ کرلینگے -

" مخدوم الملک این معنی را قبیح وجوہ خاطر نشان سلیم شاہ نمودہ که این مرد دعوئ مہدویت می کند ' و مہدی پادشاہ تمام روے زمین خواهد شد و تمام لشکر تو باین گرویدہ است و احتمال خلل در ملک ست " (طبقات اکبری - صفحہ ۲۳۸)

حالانکہ شیخ علائی و نیازی خود مدعی مہدویۃ نہ تھے بلکہ سید محمد کو مہدی کہتے تھے ' اور اُن تمام روایات کی تاویل کرتے تھے جن میں مہدی کی بادشاہت وغیرہ کا ذکر ہے - بقول انکے عقیدہ کی یہ تھی کہ مہدی اور اسکی جماعت اپنے علم و عمل سے احیاء شریعۃ کریگی - حکمرانی اسکے لیے ضروری نہیں - اسمیں شک نہیں کہ یہ تاویل صحیح نہ تھی اور روایات مشہورہ کے الفاظ و تصریحات اسکے بالکل مخالف ہیں - لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس تاویل کے اعتقاد سے وہ جماعت خود ہی حکومت سے دست بردار ہوگئی تھی ' پھر اسکی نسبت یہ الزام کیسا صریح اتہام تھا ؟ لیکن چونکہ بغیر پولیٹکل خطرہ کے سلیم شاہ برانگیختہ نہیں ہو سکتا تھا اسلیے مخدوم الملک وغیرہ نے اسی سنۃ قدیمۂ علماء سؤ کو اختیار کیا ' اور سلیم شاہ کہ ایک سادہ لوح اعیان تھا فوراً آمادۂ مخالف ہوگیا -

منتخب التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم الملک نے شیخ کے واجب القتل ہونے کے مقدمات یوں ترتیب دے تھے :

" معانی قرآن و نکات و دقائق و حقائق آن ناسانی برو مکشوف گشت "
اور یہ بالکل سچ ہے ۔ اتنک قرآن جسقدر پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں ' بیضاوی و
بغوی کی ورق گردانی تھی ' اور مصحف لعالی و ورق گردانی سے قرآن کی
حقیقت کب کھل سکتی ہے ؟ اسکے لیے تو جبریل عشق کے فیضان اور دل
دردمند کے الہام کی ضرورت ہے - شیخ علائی کی صحبت نے اسی بند
دروازے کو کھولدیا

دل میں سماگئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں !

مختصر یہ کہ جن پاک ہستیوں کی نسبت خدا نے فرمایا ہے
" اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاهدون فی سبیل اللہ و لا یخافون
لومۃ لائم اور اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا
من اللہ و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود " یہ گروہ انکے اخلاق
و خصائل کی ہو بہو تصویر تھا !

تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں خاندان اس گروہ میں داخل ہوگئے -
تمام گجرات و مالوہ و دکن میں ہر طرف اسی جماعت کا غلغلہ تھا ' دینداری
و پرہیزگاری کا جوش اسطرح پھیلا کہ شہروں میں نماز کے وقت سناٹا چھا جاتا
اور مسجدوں کے سوا کہیں آدمی نظر نہ آتا ۔ ملا عبد القادر بدایونی نے
بچپن میں شیخ علائی کو دیکھا تھا ۔ وہ لکھتے ہیں کہ حج کے ارادہ سے نکلے
تو سات سو خاندان ساتھ تھے - میرے والد بساور گئے اور وہاں شیخ کی
زیارت کی

ایک ایسے گروہ کو بھلا علماء دنیا اور فقہاء سوء کب چین سے بیٹھنے
دےسکتے تھے ؟ چوروں اور قاتلوں کو ان لوگوں سے امن ملسکتا ہے مگر مصلحین
امت اور عشاق حق کیلیے امن و انصاف کہاں ؟

جرمی نہ کردہ ایم و کسی را نہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں کہ عاشق روے تو گشتہ ایم !

اجد الملامة في هواک لذيذة
حبا لذكرک فليلمني اللوم !

انکي جماعت کے ايک شخص کو سات مرتبه جلا وطن کيا گيا - هر مرتبه يهي کهتا رها که ايک بار اور کر ديکهو- جس ايمان کو جلا وطني کا خوف متزلزل کردے اس سے برهمن کي بت پرستي هزار درجه بهتر هے :

کس منه سے اپنے آپکو کهتا هے عشق باز ؟
اے رو سياه تجهه سے تو يه بهي نه هوسکا !

صبح و شام سب ايک جگه جمع هوکر بيٹهتے اور شيخ علائي قرآن حکيم کي تفسير بيان کرتے - دل کے عشق اور باطن کے سوز و گداز نے انکے بيان ميں کچهه ايسي تاثير پيدا کردي تهي که زبان سے الفاظ تير و نشتر بنکر نکلتے اور سننے والے دل تهام کر رهجاتے - کيساهي سيه باطن اور سنگدل شخص کيوں نهوتا ليکن انکي زبان سے ايک آية قرانی کا وعظ سنکر ايسا خود رفته هو جاتا که وهيں کهڑے کهڑے اپنا تمام گهر بار لٹا ديتا - ملا بدايوني لکهتے هيں :

" شيخ علائي را نفس گيرائي موثر چنان بود که در وقت تفسير قرآن ارو هرکسے که مي شنيد ' اکثرے خود دست از کار و بار دنيوي بار داشته آن صحبت اختيار مي کردند ' و ترک خانمان و عيال و اطفال نموده ' و بر شده فقر و فاقه صدر کرده ' ديگر پيرا مون کسب و کار خود نمي گشتند " (جلد اول صفحه ۳۹۷)

قريب قريب اسي کے طبقات اکبري ميں هے :

" هر روز در وقت نماز تفسير قرآن مجيد بنوعی مي گفت که هرکس که در مجلس او حاضر می بود اصلا بپی کار خود نمی رفت ' و ترک اهل و عيال کرده داخل دائرۂ مهدويه مي گشت ' يا از معاصی تائب شده مريد مي گرديد - و اگر کشت و زراعت يا تجارت مي کرد ' يک ده صرف راه خدا مي نمود " (صفحه ۲۳۷)

ملا بدايوني ايک دوسرے موقعه پر لکهتے هيں که شيخ نيازي کي صحبت اختيار کرتے هی فهم و تدبر قرآن کی ايک نئی راه انپر کهل گئي تهی -

ایک ایک کے پاس گئے اور هاتھہ جوڑ جوڑ کر معافیاں مانگیں - رفتہ رفتہ سختی کشان عشق کی ایک بڑی جماعت شریک حال ہوگئی - لوگ گھربار لٹاتے اور انکے ساتھہ آ آکر شریک ہو جاتے و ما احسن قول العرفی

گرچہ ارباب تعلق رتف مارنالند لیک

رخت اگر کمتر برد کشتی نہ ساحل می برند

یہ لوگ بیابانہ سے باہر آسپی ویران باغ میں رہتے تھے - زن و فرزند ' خویش و بیگانہ ' خانہ و وطن ' کسی چیز سے لگاؤ نہ تھا - کچھہ لوگ دن کو نکل جاتے محنت مزدوری کرتے - جو کچھہ ملتا اسمیں سے دسواں حصہ راہ خدا میں خرچ کردیتے - باقی لیکر شام کو آتے - ایک گھرانے کے بھائیوں کی طرح مل جلکر کھالیتے ' اور اپنے عشق میں مست رہتے کچھہ لوگ صبح ہوتے ہی شہر کی راہ لیتے بیماروں کی تیمار داری کرتے ' کمزوروں اور معذوروں کی روٹی پکا دیتے ' بیوہ عورتوں کا سودا سلف بازار سے لادیتے ' دو شخصوں کو آپسمیں لڑتے دیکھتے تو منتیں کرکے صلح صفائی کرادیتے ' نہ مانتے تو کہتے کہ همکو مار ڈالو مگر آپسمیں میل ملاپ کرلو - استغناء و قناعت کا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن گذر جاتے اور کچھہ میسر نہ آتا ' لیکن دلوں کی بے فکری اور چہروں کی خوشحالی دیکھکر گمان ہوتا کہ ابھی شکم سیر ہوکر آئے ہیں یحسبہم الجاهل اغنیاء من التعفف بھوکھہ کا بہت غلبہ ہوتا تو نماز شروع کردیتے ' اور سلام پھیر کر اٹھتے تو سہسائیوں کی بے نیازی چہروں سے ٹپکتی ساتھہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جوش کا یہ حال تھا کہ معاصی و منکرات کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے ہر مرد همیشہ مسلح رہتا ' اور جب کبھی کسی فعل منکر کو دیکھتا تو " فلیغیرہ بیدہ " پر عمل کرکے حکماً روکدیتا - ہم فی اللیل رهبان و بالنہار فرسان ! اسیر صبر و ثبات کا حال یہ تھا کہ ملامتیں سنتے ' گالیاں کھاتے ' مار کھاتے ' زخمی ہوتے ' مگر اپنے کام سے باز نہ آتے اور کہتے کہ گالیوں میں همیں وہ مزہ ملتا ہے جو تم کو دعاؤں میں نہیں ملتا

نفس و شیطان کے خدع و فریب کے کاروبار بہت وسیع ھیں - لوگوں نے ھمیشہ اسکو میکدوں ھی میں ڈھونڈھا - مدرسوں اور خانقاھوں میں ڈھونڈھتے تو شاید جلد پتہ لگ جاتا :

یارب رسدش حادثۂ طوفاں رسیدہ باد
بیت خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند !

شیخ علائی کا خاندان بھی عرصہ سے نیابت میں مقدم تھا - قضا را ایک دن شیخ نیازی سے مڈبھیڑ ھوگئی - انکا طور و طریق دیکھا تو اور ھی عالم نظر آیا ' اور پہلی ھی نظر میں گھائل ھوگئے - اپنے مریدوں سے کہا کہ خدا پرستی کی اصلی راہ یہ ھے - آجتک جو کچھہ ھم کرتے رھے ' وہ خدا پرستی کے نام سے نفس پروری اور بت پرستی تھی - میں تو اس فقیر بے نوا کا ساتھہ دیتا ھوں - جسکو اللہ کی طلب ھو میرا ساتھہ دے :

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاھے !

شیخ نیازی سے پوچھا کہ طالب حق کی راہ کیا ھے ؟ کہا کہ اپنا سب کچھہ لٹادو ' اور متاع عجز و شکستگی اور سرمایۂ نامرادی و خود فروشی کے سوا کچھہ باقی نہ چھوڑو - دع نفسک ثم تعال !

عشق پیداست و خویشتن بفروش
کہ ازیں خوبتر تجارت نیست

اسکے بعد سے شیخ کی حالت ھی دوسری ھوگئی - آبا ؤ اجداد کے سجادۂ مشیخت و مسند علم کو مع انکے تمام ساز و سامان غرور و پندار کے تاراج کرکے شیخ نیازی کے ساتھہ ھوگئے - سامان و اسباب دنیوی میں سے کوئی چیز باقی نہ چھوڑی - یا تو خود پرستیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے سامنے کسی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے - یا اب خاکساری و بے نوائی کا یہ حال ھوا کہ مسلمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے میں بھی عار نہ تھا - جن جن لوگوں سے لڑتے جھگڑتے تھے -

شریک نہیں ہوتا تو اتنی کمائی اسکو دیدیتے اور منت و زاری کے ساتھہ کہتے کہ جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھلو وہ پڑھلیتا تو ایسے خوش ہوے گویا دنیا جہاں کی بادشاہت اُسنے دیدی ا روز بروز یہ حالت بڑھتی گئی - یہانتک کہ عشق خلق اور خدمت خلق کے سوا اور کسی بات سے واسطہ نہ رہا

در عالم از ابر شعلۂ جمالش سوخت -
بجز متاع محبت کہ در پناہ من ست

اُسی زمانے میں اطراف بہار کے ایک عالی خاندان پیر زادے شدم علائی ہیں کہ علم و فضل ظاہری کے ساتھہ مشیخت و صوفیۃ کی شہرت و شوکت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں ' اور یکتائی کے دعوے اور بے ہمتائی کے غرور میں ایسے صاحب ہیں کہ علم و عقلیات کی بڑی بڑی سرکش گردنوں کو انکے سامنے بے اختیار جھک جانا پڑتا تھا - مدتوں طرح طرح کی سخت ریاضتیں کی تھیں - عوام و خواص میں انکی مجاہدات کی دھوم تھی با ایں ہمہ نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ معذرت کے سجادے پر مرغوبات کا نام لیکر اٹھتے ہیں اور جس عالم و صوفی کی طرف لوگوں کو ذرا بھی مائل پاتے ہیں ' فوراً اپنے مریدوں کی فوج لیکر چڑھہ دوڑتے ہیں کبھی بحث و مناظرہ کے زور سے ' کبھی سوٓ اعتقاد کے الزام سے ' کبھی اور کوئی حیلۂ و بہانہ پیدا کرکے (اور اس گروہ کے پاس مکر و حیل کی کیا کمی ہے ؟) ' اسطرح ذلیل و رسوا کردیتے کہ غریب شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ایک دنیادار فاسق اور ایک دنیا پرست عالم میں یہی فرق ہے کہ پہلا اپنی ہوا پرستی کو اعتراف فسق کے ساتھہ انجام دیتا ہے اور دوسرا دینداری اور احتساب شرعی کی ظاہر فریبی سے

با نفایت با هنر پلنداستیم
عاصی هم انگ و عارے بردہ است

حضرت شیخ داؤد ملتي هے ' اور اسکو بڑھکر قلب پر ایک عجیب عالم
وجد و محویت طاري هوجاتا هے ' اور بے اختیار دل چاهتا هے که ساري
باتوں کو چھوڑکر صرف انهی پاکان حق کا ذکرکدجیے که اذا رأوا ذکر الله :

وحدثتني یا سعد عنها ' فزدتني
جنونا ' فزدني من حدیثک یا سعد !

صدیاں گذرگئیں - عشاق حق کے ذکر میں آج یه تاثیر هے - نهیں معلوم
انکي پاک صورتوں اور پاک مجلسوں کي گهڑیوں اور ساعتوں کا کیا
حال هوتا ؟

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد به عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما !

شیخ عبد الله بیاباني اس زمانے کے ایک مشهور پیر طریقت اور
شیخ سلیم چشتی کے سربرآوردہ خلفاء میں سے تھے ' لیکن بعد کو
مهدوي هوگئے ' اور مشیخت و پیري مریدی کا تمام کاروبار تاراج کرکے
درویشی و نامرادي کی وضع اختیار کرلی :

در خرمن ما زاهد و عاقل زند آتش
آن داغ که ما بر دل دیوانه نهادیم

بیانه میں شهر سے باهر ایک ویران باغ تها - وهاں مٹي کا جهونپڑا
بنایا اور مقیم هوگئے - اپنے هاتهه سے پانی بهرتے - مٹکے سرپر اٹها کر
لاتے - [illegible] کو [illegible] اور نمازیوں کو وضو کرادیتے - اورجب آدمیوں کو
[illegible] [illegible] هیں تو [illegible] کر [illegible] اٹها لاتے
اور [illegible] :

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

علماء حق کا تو یہ حال تھا، مگر علماء دنیا نے اس جماعت کے استیصال پر کمر باندھی اور سید محمد کی نسبت اعتقاد مہدیۃ وغیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا۔ سید موصوف کے انتقال کے بعد انکی جماعت اور زیادہ پھیلی پھولی، اور بڑے بڑے اہل اللہ اسمیں داخل ہوئے - ازانجملہ شیخ عبد اللہ نیازی اور انکے مرید شیخ علائی رحمہما اللہ تھے جنہوں نے نہایت میں قیام کیا، اور اپنے علم حق اور اخلاص و ایثار فی اللہ کی تاثیر سے سینکڑوں جانداروں اور حق پرستوں کو معتقد و مرید کرلیا۔ جو حالات انکے طرفدار و معتمد مورخوں نے لکھے ہیں، اگر وہ سچ ہیں تو یہ لوگ انسان نہیں تھے - ملاء اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جنکو خدا نے اپنی زمین کی طہارت کیلئے آدمیوں کے ہیکل میں بھیجدیا تھا - اور جب کبھی دنیا کی سعادت و برکت کے دن آئے ہیں تو خدا زمین کے انسانوں ہی سے آسمانی فرشتوں کا کام لیتا ہے آسمان کے فرشتے تو کبھی انسانی آبادیوں میں آکر نہیں بسے

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں، اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں، مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں ہے جس میں حالات

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳)

و دجال کی، البتہ غلطی یہ ہوئی کہ لفظ مہدی کو انہوں نے مہدی آخر الزمان سمجھہ لیا، کیونکہ شہرت و انتظار عام طور پر اسی مہدی کی نسبت ہے، اور جب لفظ مہدی بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے - اور یہ رائے بھی اس صورت میں ہے جبکہ خود انکی نسبت مہدی آخر الزمان ہونے کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہوجائے ورنہ بہت ممکن ہے کہ انکے قلب پر جو واردہ گذرا ہو وہ صرف یہ ہو کہ " انت المہدی " اسی کا انہوں نے اظہار کیا ہو اور معتقدین نے شہرت عام کی بنا پر مہدی آخر الزمان سمجھہ کر تمام علائم و آثار مرویہ کو انپر چسپاں کرنا شروع کردیا ہو جب انبیاء کرام کو یہ حالت پیش آچکی ہے کہ ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین تو پھر عام صلحائے امۃ کا کیا ٹھکانا

فصل

چنانچہ اکثر اہل اللہ اور علماء حق کی نسبت منقول ہے کہ سید محمد جونپوری اور انکی جماعت سے حسن ظن رکھتے تھے - یا اقلاً انکے بارے میں توقف و سکوت کو لازم سمجھتے تھے -

حضرت شیخ داود جہنی وال اور مولانا جمال الدین کی بات پہلے گذر چکی ہے - شیخ وجیہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بہت بڑے عالم تھے اور جنکا ترجمہ اخبار الاخیار اور مآثر الکرام وغیرہ میں موجود ہے ' انکے سامنے جب سید موصوف اور انکے بعض اتباع کی تکفیر کا فتوی پیش کیا گیا تو دستخط کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا کو چھوڑ کر رب حق پرستی ہے ' میرا قلم اسکی مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا - شیخ علی متقی نے اگرچہ مہدویہ کے عقائد و معتقدات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسان اولی ہے - شیخ بڈھہ دانا دوری کہ اس عہد کے استاذ الاساتذہ تھے ' اور سید رفیع الدین محدث کہ بہ یک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے اور انکا حال اوپر گذر چکا ' شیخ عبد القادر بدایونی انکی نسبت لکھتے ہیں کہ " با مہدویہ حسن ظن داشتند " حضرت شاہ ولی اللہ کا قول شاہ عبد العزیز صاحب نے ایک مکتوب میں نقل کیا ہے کہ سید محمد عالم حق اور واصل باللہ تھے - بعض خواطر و واردات ان پر ایسے گذرے کہ انکے درک و فہم میں درماندہ و عاجز رہگئے اور خود اپنے مقام کی نسبت دھوکے میں پڑگئے - یہ بات نہ تھی کہ انہوں نے دانستہ غلط دعوی کیا ہو - حضرت مجدد صاحب اور مرزا مظہر جان جاناں سے بھی ایسا ہی منقول ہے - (۱)

---

(۱) میرا خیال یہ ہے کہ سید محمد اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ مہدی ہیں ' اور ملک کی جو حالت اسوقت ہو رہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی کے ظہور ہی کی مقتضی و منتظر تھی یہ کہ ایک مضل

شان نتالی ہے وہ انکی اس طلب و دعا سے ظاہر ہے ربنا لا تجعلنا فی قلوبنا غلا للذین آمنوا جس حب عام مومنوں کی نسبت یہ حکم ہے تو اصحاب علم و فضیلت کی طرف سے دل میں غل و بغض کا ہونا کب جائز ہوسکتا ہے ؟

البتہ اصل مرکز حق و یقین کتاب و سنة ہے یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا سب کو اسکی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا ہوگا اس حرکت کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جاسکتا سب کی جوکھٹیں اسکی خاطر چھوڑ دینی ہونگی - لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین جب نص رسول کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی تو رسول احب کب باقی رہا ؟ ارباب افراط و غلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال و احوال کو بمنزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں ' جس کو کسی حال میں اُسکی جگہ سے نہیں ہلایا جاسکتا ' اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الہی و صاحب وحی کی نص کو اُسکی جگہ سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لیجائیں ' اور نہ جاسکے تو زبردستی کھینچ کر لیجائیں اسپر ستم یہ کہ اس طریق کو طریق توفیق و تطبیق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اگر یہ تطبیق ہے تو والذی نفسی بیدہ کہ پھر دنیا میں تحریف کا وجود باقی نہ رہا اور نہ کبھی اہل کتاب نے اس دنیا میں تحریف کی

اس مقام پر رشتۂ سخن بہت دراز ہے ہزار چاہتا ہوں کہ موقعہ اطناب کا نہیں ' جلد آگے بڑھجاؤں لیکن یہ رشتہ ایسا ہے کہ ایک مرتبہ کھل جاے تو پھر جلد نہیں لپیٹا جا سکتا

اس رشتہ بانگسست نہ پیچی کہ دراز ست !

یہ اصول جو ہمارے رگ و پے میں سرایت کرگئے ہیں اور انکا اس اسراف کے ساتھہ استعمال ہوچکا ہے اور ہو رہا ہے کہ قریب ہے کہ اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہوجاے کہ " الاصل ان کل آیة تخالف قول اصحابنا فانہا تحمل علی النسخ او علی الترجیح و الاولی ان تحمل علی التاویل و الاصل

ہو جائے ' بلکہ حتی الوسع انکی تاویل کرتے ہیں اور ایسی راہ تعبیر ڈھونڈھتے ہیں جو نصوص شرعیہ کے مطابق ہو - اور اگر دیکھتے ہیں کہ کسی طرح اختلاف دور نہیں ہوسکتا تو انکی خاطر نصوص شرعیہ کو اپنی جگہ چھوڑ کر مائل ہونے کی رخصت نہیں دیتے کہ یہی نشان تحریف ہے - بلکہ یا تو اُن عذرات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنکی وجہ سے وہ اس اختلاف پر مجبور ہوئے (۱) اور یا پھر انکے اقوال و آراء سے چشم پوشی کرکے انکا معاملہ عالم السرائر کے حوالے کردیتے ہیں ' مگر نہ تو انکی پیروی و حمایت کرتے ہیں ' اور نہ انکی وجہ سے صاحب قول و حال کے حقوق اسلامی و مراتب فضیلت علم و عمل کو نظر انداز کرکے آمادۂ انکار و تصادم ہو جاتے ہیں - کیونکہ کسی غیر معصوم کا قابل احترام و اتباع ہونا اسکے لیے مستلزم نہیں کہ اسکا ہر قول و حال حجت ہو ' اور نہ کسی غیر معصوم کے کسی ایک قول و اجتہاد کا غلط ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسکے تمام محاسن اقوال و اعمال کو ترک کردیا جائے - قرآن حکیم نے سچے مومنوں کی جو

---

(۱) یہ عذرات اصحاب علم و احوال دونوں کو پیش آئے ہیں - اصحاب علم کیلیے یہ کہ مثلاً کسی وجہ سے نص ان تک نہ پہنچی ' جیسا کہ بعض اجلۂ صحابہ تک کو پیش آیا - اور اصحاب احوال کیلیے یہ کہ مثلاً غلبۂ سکر یا فرط سوانح و خواطر - یا مثلاً ایک اجمالی کیفیت پیش آئی ' یا از قبیل تمثیل و شبیہ ' اور اسکی تفصیل و تعبیر میں قصور فہم و اجتہاد حائل ہوگیا - ' یا مثلاً ایک جزئی و عارضی مقام پیش آیا ' اور جزء و کل اور عارض و حقیقت میں تمیز کرنے سے بسبب غلبۂ حال درماندہ رہگئے - یا سورج نکل آیا اور اسکی سلطان تجلی میں ستارے ناپید ہوگئے ' غلطی سے سمجھہ لیا کہ ستاروں کا وجود ہی نہیں :

فلما استبان الصبح ادرج ضوئه   باسفاره اضواء نور الكواكب

کیا خوب فرمایا ہے حافظ ذہبی نے غالباً حضرۃ ابن مسعود کے حال میں کہ و کل امام يوخذ من قوله و يترك الا امام المتقين صلى الله عليه و سلم فيا لله العجب من عالم يقلد اماما بعينه فى ما قال مع علمه بما يرد على مذهب امامه من النصوص النبويه !

اربابا من دون اللہ کي سرحد سے قریب ہوگئے اس دوسري جماعت کا عجیب حال ہے یہ جب کبھي اپنے پیشواؤں کے کسي قول کو احکام و نصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتي ہے تو اسکي جرأت اپنے اندر نہیں پاتي کہ قرآن و سنہ کو مقدم رکھکر اس قول مخالف کي تاویل کرے ' اور اس طرح شریعۃ الہي کو بھي اپني جگہ چھوڑنے کي زحمت نہ دے اور پیشوایان اسلام کے دامن کو بھي مخالفت شریعۃ کے دھبہ سے بچالے' بلکہ برعکس اسکے کوشش کرتي ہے کہ اپنے پیشواؤں کي باتوں اور رایوں کو مقدم رکھکر کسي نہ کسي طرح قرآن و حدیث کو انکے مطابق کر دکھائے ' اگرچہ ایسا کرنے میں تاویل نصوص' تحریف نصوص تک پہنچ جائے ! پہلي راہ باعتبار اصل کے راہ یہود ہے اور دوسري راہ نصاری' اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا کہ غیر المغضوب علیہم و لاالضالین اور ایک حدیث میں مجددین امۃ کا یہ کام بتلایا کہ " ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین " (۱) سو پہلي راہ انتحال المبطلین کي ہے اور دوسري تاویل الجاہلین کي پہلي جماعت کو گمراہي نے نقص و انکار کا چہرہ دکھلا کر بھٹکایا ' اور دوسري کو محبت و اتباع کے نقاب میں آکر' اور دنیا میں جب سے نوع انساني آباد ہوئي ہے ' ہمیشہ گمراہي کے یہي دو بھیس رہے ہیں یا افراط نقص نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یا افراط محبت نے

باہمہ بغمزہ کشت و مریم بمہر !

لیکن اہل حق کي صراط مستقیم ان دونوں سے الگ ہے

میان کعبہ و بتخانہ راہیست !

وہ ہر حال میں احکام شریعہ اور ظواہر کتاب و سنہ کو مقدم رکھتے ہیں ' اور اس تمام کائنات ہستي میں صرف الہي کو واجب الاطاعۃ یقین کرتے ہیں مگر ساتھہ ہي تمام اہل علم و ائمۂ اسلام سے حسن ظن و عقیدۃ بھي رکھتے ہیں اور انکے جو اقوال و آراء یا احوال و سوانح بظاہر نصوص کتاب و سنۃ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ' انکي وجہ سے یکایک سرگرم انکار و تضلیل نہیں

---

(۱) رواہ البیہقي في المدخل عن ابراہیم بن عبد الرحمن العذري مرسلا

للانبياء و من عداهم قد يخطئ و يصيب ' فمن ظن انه يكتفي بما وقع في خاطره مما جاء به الرسول ' فقد ارتكب اعظم الخطاء و ضل ضلالا مبينا -

کیا خوب فرمایا ہے حجۃ الاسلام علامۂ ابن قیم نے اعلام میں ' اور گویا ایک ایسا اصل الاصول بتلا دیا ہے جسکے بعد اس راہ کی ساری مشکلات معدوم ہوجاتی ہیں کہ " لا بد من امرین ' احدھما اعظم من الآخر و ھو النصیحۃ للہ و لرسولہ وکتابہ و تنزیہہ عن الاقوال الباطلۃ المناقضۃ ' و الثانی معرفۃ ائمۃ الاسلام و مقادیرھم و حقوقھم و مراتبھم ' و ان فضلھم لا یوجب قبول کل ما قالوا و لا یوجب اطراح اقوالھم " الخ -

یعنی صحیح راہ حق و اعتدال کی یہ ہے کہ دو اصل ہیں ' اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری - ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنۃ اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم و عمل کرنا چاہیے - دوسری یہ کہ تمام ائمۂ اسلام اور علماء حق سے حسن ظن اور محبت و ارادت رکھنی چاہیے اور انکے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے - یہی دو اصل ہیں جنکے توازن و تناسب کو باعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے ساری مصیبتیں پیش آئی ہیں' اور بدبختانہ لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط تفریط کی ہے ' یا دونوں میں سے صرف کسی ایک ہی کے ہو رہے ہیں - ایک جماعت احکام و نصوص شرعیہ کے اتباع و تقدیم کا یہ مطلب سمجھتی ہے کہ جہاں کسی اہل علم و حال کا کوئی قول بظاہر کسی حکم و نص کے خلاف نظر آیا ' بلا تامل تضلیل و تکفیر پر آمادہ ہوگئے اور جھٹ حکم لگا دیا کہ وہ منکر شریعۃ ہے' اگرچہ اُس نے اپنی ساری زندگی شریعۃ کے علم و عمل میں بسر کردی ہو - دوسری جماعت نے ائمۂ و اکابر دین کی پیروی اور محبت و اعتقاد کے یہ معنی سمجھے کہ احکام و نصوص کو اُنکا تابع و محکوم بنا دیا ' اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب و سنۃ کو ترک کرکے اتخذوا احبارھم و رھبانھم

حسب حواس ظاهري کا عذر مسموع هے اگر حاسهٔ بصر سراب کو دریا سمجھه لے' اور ارباب عقل و قال و فقهاء و متکلمین کیلئے باب تاویل مفتوح هے اگر رائے و قیاس میں غلطي کر جائیں' تو پهر اصحاب احوال نے کیا قصور کیا هے کہ انکی لغزش فهم و استناد احوال و غلطي استنباط تاقابل معافي و عفو هو؟ فما لله و ما للعقول ! جن نفوس قدسیه کي ساري زندگیاں زهد و انقطاع حقیقي' وکمال مرتبهٔ عرفان و محبت الهي' و اعمال صالحهٔ و حقه' و ترک ماسوی الله میں بسر هوجائیں' انکي ایک غلطي بهي در خور عفو و تاویل نهو' لیکن جن علماء دنیا و فقهاء دولة کي ساري عمریں یکسر دنیا سازي و دین داري و مکر و حیل و مفسد و زور و هوا پرستي و زهد ریائي میں ضائع جائیں اور جنکو بقول علامهٔ شوکاني اهل الله سے وہ نسبت هو کالبهیمه بالنسبة الی الانسان' او کالانسان بالنسبه الی الملائکه (۱) انکو پورا حق حاصل هو کہ اپني خود ساخته مسند افتاء پر بیٹھکر کفر و قتل کا فتوی لکھیں اور وہ پا بجولاں حربی کفار و مشرکین کي طرح انکے سامنے لائے جائیں !

یا سائلاً عن السنة و الهدی

انی اسمیٰ علیک بالحجة البیضاء

بڑی دقت ان لوگوں کو معانی کي فراوانی و وسعت اور الفاظ کي تنگ دالي و نامساعدت سے پیش آتي هے ناچار هنگام تعبیر و بیان جو الفاظ سامنے آجاتے هیں انهي سے کام لینا پڑتا هے نافهموں کیلئے وہ الفاظ فتنه بن جاتے هیں - معتقدین مقلدین انکو حجة گردانتے هیں' اور منکرین متعصبین آلهٔ انکار و تکفیر لیکن ارباب حق و اقتصاد یا تو انکي تاویل کرتے هیں' یا انکے معاملے کو عالم السرائر کے حوالے کر دیتے هیں - البته عمل و اعتقاد هر حال میں احکام شریعه و ظواهر نصوص کتاب و سنت پر هے' اور انکے سوا کوئي نهیں جو محک حق و باطل و حجة و برهان هو و العصمه

---

(۱) علامهٔ شوکانی نے اپنے رساله قطر الولي شرح حدیث ولي اخرجهٔ کتاب التواضع بخاري میں لکھا هے

چشم پوشی کر جاتے ہیں' اور نا پھر حوالۂ مغلوبیت سکر و حال کرکے خاموش ہو جاتے ہیں' کیونکہ صاحبان اقوال کے دیگر احوال و اعمال صالحہ اور وصول و حصول مراتب عرفان و حقیقت کے شواہد انکے سامنے ہیں' تو پھر حضرۃ سید محمد جونپوری نے کیا قصور کیا ہے کہ باوجود کمال زہد و ورع و اتباع شریعت و قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر و انکار فی اللہ و للہ کے حسن ظن کسی موافق و مخالف کو انکار نہیں' انکو حسن ظن اسلامی کا مستحق نہ سمجھا جائے' اور صرف چند کلمات غریبہ کی بنا پر جنکی اصلیت نہیں معلوم کیا ہے' لست مؤمناً در آخر آئیں ؟ و علا شفقت قلدہ ؟

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق !

داوری خواہم مگر یارب کرا داور کنم ؟

قل لو کنتم تملکون خزائن رحمۃ ربی لامسکتم خشیۃ الانفاق -

اصل یہ ہے کہ اصحاب احوال و طریق کے معاملات کچھہ عجیب و غریب واقع ہوئے ہیں' اور یہ قوم اسے کلمات و اقوال غریبہ کیلئے بہت سے عذرات پیش کرتی ہے - اہل حق و انصاف نے اُن عذرات کو قبول کیا ہے' مگر جو لوگ درون حقیقت سے محروم اور سطح الفاظ و صورت میں محبوس ہیں' اُنکا فہم نارسا وہاں تک نہیں پہنچتا' اور " رایت اسداً یرمی " سنکر شیر کے پنجے اور ناخن ڈھونڈھنے لگتے ہیں - بلا شبہ خواطر و احوال کیلئے شریعت الٰہی اور علوم انبیاء کرام محک رد و قبول و معیار ظن و یقین ہیں' لیکن اکثروں کو مغلوبیت سکر و سرگشتگی حال میں اسکا ہوش ہی نہیں رہتا کہ اس کسوٹی کیلیے ہاتھہ بڑھائیں - یہ سخت غلطی ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہماری درماندگی و معذوری پر بھی نظر رہے :

سعوبی و قالوا لا تعن' و لو سعوا

جبال سراۃ ما سقیت' لعنت !

شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھکر مجکو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ یہی مرزا صاحب کی نسبت بعینہ یہی اعتقاد رکھتا ہے ' اور اسی اصالۃ و تبعیۃ کے فرق پر اپنے تمام غلو و اغراق کی بنیاد رکھی ہے و ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ

لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں لکھا ہے کہ سید موصوف نے یہ بات خود کہی یا انکے مریدین و معتقدین کا استنباط اور پیر پرستانہ منقبت سرائی ہے - خود سید موصوف نے کوئی کتاب نہیں لکھی ام العقائد جو انکی جانب منسوب ہے وہ بھی انکے مریدین کی لکھی ہوئی ہے صاحب " ہدیۂ مہدویہ " نے اسکی عبارتیں نقل کی ہیں اور ایسی بلا شبہ اس طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں ' لیکن قطع نظر مسموعات مبدان تاویل کے ان کا انتساب خود سید محمد کی جانب مشکوک و محل نظر ہے بہر حال اس قسم کی باتیں دو حال سے خالی نہیں یا تو معتقدین کا غلو و افراط اور سوء فہم و زیغ نظر ' و ضلالت استنباط و استدلال ہے ' یا بصورت ثبوت اس طرح کی تمام باتوں کو غلبۂ سکر و احوال یا فرط سوانح و مشاہدات کا نتیجہ سمجھنا چاہئے جو اس راہ کے بڑے بڑے کاملین و واصلین تک کو پیش آئے ہیں ' اور یہیں کا معاملہ دعاوی و شطحیات تک پہونچ گیا ہے -

وکلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاہر کسی نے اسی عالم میں کہا " لوائی ارفع من لواء محمد " اور " سبحانی سبحانی ما اعظم شانی " - کوئی پکار اٹھا " لیس فی جبتی الا اللہ " اور کوئی بول اٹھا " بطشی اشد من بطش اللہ " یہ بھی کہا گیا کہ ' خضنا بحراً وقف الانبیاء علی ساحلہ " اور یہ تو مشہور و معروف ہے کہ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ "

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست !

جب ان تمام اقوال کو لوگ سنتے ہیں ' مگر یا تو انکو مصروف عن الظاہر قرار دیکر تاویل کرتے ہیں ' یا " اوہام و خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ " کہکر

بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہوگئے - نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے مخالفت ہونے لگی - پہلے تضلیل و تکفیر کا سلسلہ چلا ' پھر قتل و سلب تک نوبت پہنچی - مخالفت کا بڑا سبب یہ ہوا کہ یہ لوگ اعلان حق میں بڑے ہی بے باک و سخت تھے' اور سب سے زیادہ علماء دنیا کو انکی ہوا پرستیوں اور عملوں پر سرزنش کرتے تھے - یہی چیز ہر زمانے میں ہر مصلح کو علماء عہد کی نظروں میں مبغوض بنا دیتی ہے ' اور مصیبت یہ ہے کہ بغیر اسکے چارہ بھی نہیں - جب مخالفت کا بہت زور ہوا تو گجرات چلے گئے - سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہوگیا ' لیکن علماء نے وہاں بھی مخالفت کی - مجبوراً حجاز و عرب کا رخ کیا - وہاں سے ایران گئے - سلطان اسماعیل صفوی کا زمانہ تھا - اسنے ہجوم خلائق دیکھا تو نکل جانے کا حکم دیا - ہندوستان کی طرف دوبارہ آ رہے تھے کہ راہ میں انتقال ہوگیا - ملا عبد القادر بدایونی سنہ ۹۱۱ کے واقعات میں لکھتے ہیں :

" و درین سال میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہ از اعاظم اولیاء کبار کہ دعوی مہدویہ از سر در زدہ بود ' ہنگام مراجعت از مکہ معظمہ بجانب ہند در بلدہ فراہ داعی حق را لبیک فرمود - قاضی حسین زرگر قندھاری کہ بقدر او را و او قدر را ملازمت کردہ بود ' این تاریخ یافتہ

گفتا کہ برو ' رسیح کن استغفار "

سید موصوف کا معاملہ عجیب ہے اور طرح طرح کے دعاوی و شطحیات انکی جانب منسوب کیے گئے ہیں - معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی کو پیشوا مانتے ہیں اسکو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے' اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا - لیکن بعض قریب العہد اور قابل اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھی ہیں کہ اول نظر میں تاویل کو [illegible] ہوتا ہے - شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

" در اثناء [illegible] جونپوری [illegible] محمد رسول اللہ [illegible] رسید ' سید محمد [illegible] کہ آنجا [illegible] بود و [illegible] [illegible] " -

سے دوچار ہوئے' اور دیوں میں سے کسی نے بھی اس مسلم مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کیا - افسوس کہ یہ معاملہ بہتوں کے ساتھ پیش آتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دنیا کی تاریخ صداقت و اصلاح امم کی بعض گتھیاں ایسی سوءِ فہم اور تاویل و تعبیر باطل کی الجھاؤں میں الجھی ہیں جنہوں نے کچھ کہا تھا اور پچھلوں نے کچھ سمجھا - معتقدین نے غلو کیا اور مخالفین نے تعصب و تشدد ؛ ظلمات بعضہا فوق بعض - اور اس تاریکی میں اصل حقیقت گم ہوگئی - اصحاب طریق و معارف کی باتوں کے سمجھنے کیلئے بھی دل صافی اور فہم مستعد و عالی چاہیے صرف مدرسوں کی دماغ سوختگی اور تسبیح و سجادہ کی دکان آرائی سے یہاں کام نہیں چلتا

خوشتر ز سخن اہل دل مگر کہ خطاست

سخن شناس نۂ' دلبرا خطا اینجاست ؛

تاریخ عالم کی بڑائی سے بڑائی گمراہی کا بھی سرچشمہ اگر ڈھونڈھا جائے تو یہی سوءِ فہم کا سلسلہ نکلیگا کہنے والوں نے کیا کہا تھا اور سمجھنے والوں نے کیا سمجھا ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے ادیان و ملل میں سے کسی نے بھی شرک و انسان پرستی کی تعلیم نہیں دی تھی - بڑائی سے بڑائی بات جو ان میں کہی گئی ہے صرف سچائی اور خدا پرستی ہے - لیکن معلوم ہے کہ انکے ماننے والوں نے شرک و بت پرستی کا راستہ اختیار کیا اور اپنی ساری کج فہمیوں کو انہی کی جانب منسوب کردیا - جب انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشادات محکمہ کو انکے پیرو نہ سمجھ سکے اور حضرة مسیح علیہ السلام کی صاف صاف تعلیمیں کو کیا سے کیا بنادیا تو پھر غریب مخلصین امة و ملحدہ طریق کہ بیچارے دارو در مدہوش احوال و دل باختۂ کشاکش تلوین و تمکین ہیں' اس فتنہ سے کیونکر بچ سکتے ہیں ؟

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند

نکتہا ہست بسی' محرم اسرار کجاست ؟

چونکہ علماء سوء اور مشائخ دنیا پرست ہر ان لوگوں کی نے جو حق پرستانہ ہمت کرلی کوریں - جو لوگ صداقت پسند تھے ان میں سے بھی

ہے) تسلیم کرتے ہیں کہ انکا ابتدائی عہد کمال زہد و تقشف اور استغراق
و استہلاک باطنی میں گذرا ساٹھ سال تک یہ حال رہا کہ پے درپے روزہ
رکھتے اور تنہا ایک گوشے میں پڑے رہتے اسی اثناء میں ان پر ایک سانحہ
وارد ہوا اور معلوم ہوا کہ "انت المهدي" کی صدا آ رہی ہے - برسوں تک
متامل رہے، اور جب پے درپے یہی معاملہ پیش آیا تو اپنے مہدی ہونے کا
اعلان کیا نویں صدی کا وہ زمانہ جو اکبر سے پہلے گذرا، ہندوستان میں سخت
بد امنی و طوائف الملوکی کا زمانہ تھا روز روز بادشاہتیں بنتی اور بگڑتی
تھیں، اور کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی جو احکام شرع کے اجراء
و قیام کی ذمہ دار ہوتی علماء حقانی بہت کم تھے، اور علماء دنیا ہر طرف
پھیلے ہوئے تھے دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی، اور
سب سے زیادہ یہ کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ
کر رکھا تھا یہ حال دیکھکر سید موصوف نے احیاء شریعۃ اور قیام امر بالمعروف
کا غلغلہ بلند کیا، اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدۂ کی ضرورت ہے
اور نہ ذکر و شغل کی سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو
سیدھی راہ پر لگاؤ، اور احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک
لڑا دو عشق کی صداقت اور طلب کی پاکی نے انکی دعوۃ و تذکیر میں
ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں آدمی حلقۂ
ارادت میں داخل ہوگئے، اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی ان
لوگوں کے طور طریق کچھہ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے، اور ایسے تھے کہ
صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الٰہی کی
ایک جاں نثار جماعت تھی جس نے اپنے گھروں کے رشتوں اور وطن و زمین
کی مٹی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کردیا تھا، اور سب
کچھہ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بنگئے تھے
امیر و فقیر، اعلیٰ و ادنیٰ، سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے، اور
پھر خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور

فصل

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ اس زمانے میں مہدوی فرقہ کا نیا نیا چرچا ہر طرف پھیلا ہوا تھا، اور علماء دربار کے لیے اس فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر و تضلیل کا مشغلہ سب سے زیادہ دلپسند اور کامیاب مشغلہ تھا - ان لوگوں کو ہر زمانے میں اپنی دلبستگی و حکمرانی کیلیے فرقہ آرائی اور جنگ و قتال مسلمین کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور ملنا چاہیے - اسوقت کے مناسب حال اس سے بڑھکر اور کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا -

یہ فرقہ سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے، جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی ہونے کے مدعی تھے - اگرچہ آگے چلکر اس فرقہ کے عقائد میں بہت سی نئی نئی باتیں اور حد غلو سے بھی گذرے ہوے اعتقادات شامل ہوگئے، لیکن میرا خیال ہے کہ اسکی بنیاد صداقت و حق پرستی پر پڑی تھی - یعنی دعوۃ و تبلیغ حق و احیاء شریعۃ و قیام فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسکا مقصد اصلی تھا، اور خود سید محمد اور انکے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے - اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھہ ہوتے ہیں اور آگے چلکر کچھہ اور بنجاتے ہیں، اور فتنۂ غلو و تاویل پچھلی امتوں کی طرح اس امۃ کی ہر جماعت کیلیے بھی ایک بڑا فتنہ رہا ہے یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی، اور رفتہ رفتہ اسکی بنیادی صداقت اضافات کے غلو و محدثات میں گم ہوگئی -

سید محمد جونپور کے رہنے والے تھے - سنہ ۸۴۷ ہجری میں پیدا ہوے - انکے اشد شدید مخالف بھی معترف ہیں کہ علوم رسمیہ کے ساتھہ زہد و درویشی اور ورع و تقوی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے - شیخ علی متقی (کہ سید کے معاصر اور سخت مخالف ہیں اور انکے رد میں رسالہ لکھا

کے ساتھ واپس کردئے گئے بدایونی نے واضح طور پر نہیں لکھا ہے کہ مخدوم الملک نے ان پر ظاہراً الزام کیا لگایا تھا، اور وجہ مخالفت و طلبی کیا قرار دی تھی؟ ملاقات کی گفت و شنود لکھتے ہوئے صرف اسقدر لکھا ہے

" بعد از حرف و حکایت پرسیدند کہ تقریب طلب فقراء منقطع چہ بود؟ مخدوم الملک گفتہ کہ مریدان شما را شنیدم کہ در وقت ذکر گفتن یا داؤد یا داؤد می گویند جواب دادند کہ مگر استشفاء در سماع رفتہ باشد - والا این جماعۃ ظاہرا یا ودود یا ودود می گفتہ باشند " (جلد سوم صفحہ ۳۲)

بظاہر یہ بات کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، لیکن عجب بھی نہیں اس گروہ کے مکر و حیل کے کاروبار بہت وسیع و پیچیدہ ہیں عجب نہیں کہ اسی راہ سے مقصد میں بھسادینے کا قصد ہو اور " یا ودود " کو " یا داؤد " بناکر شبہ اٹھانا مقصود ہو لیکن تذکرۃ الواصلین کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ پر مہدوی ہونے کا بھی گمان کیا گیا تھا، اور مخدوم الملک نے اسی کو بنائے مخالفت و شبہ الحادی قرار دیا تھا - البتہ اصلیت اسمیں ضرور تھی کہ وہ سید محمد جونپوری کی ولایت و بزرگی کے معترف تھے، اور مولانا جمال الدین نے اسکے اثبات میں ایک کتاب بھی لکھی تھی اس کتاب میں اگرچہ مہدویہ کے عقائد کو باطل قرار دیا تھا، لیکن خود سید محمد جونپوری کی علانیہ تائید کی تھی علاوہ بریں حضرۃ شیخ عبد اللہ نیازی اور شیخ علائی کے واقعہ میں بھی انکی رائے مخدوم الملک وغیرہ علماء دربار کے موافق نہ تھی اور جو سلوک ان دو بزرگوں کے ساتھ کیا گیا اسکو سخت ظلم و فساد قرار دیتے تھے اخبار الاخیار کے ایک اشارے سے بھی اس کی کچھہ کچھہ تصدیق ہوتی ہے یہ الزام اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے واقعی ایسا الزام تھا کہ اگر چل جاتا تو شیخ کیلئے بھی وہ جام شہادت طیار تھا، جو مخدوم الملک کے ہاتھوں بعض دیگر اہل اللہ کو پینا پڑا -

فصل

دوسرا واقعہ جسکی طرف صاحب تذکرہ نے اشارہ کیا ہے ' وہ معاملہ ہے جو حضرت شیخ داؤد اور مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطانپوری میں ہوا تھا مناسب ہوگا کہ اسکی مختصراً تشریح کردی جائے - شیر شاہی و سلیم شاہی عہد کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ شیخ داؤد جہنی وال تھے انکے آباء کرام عرب سے ہندوستان آئے اور ملتان میں قیام کیا - انکی ولادت وہیں ہوئی ' لیکن ایک عرصے کے مجاہدات و ریاضات کے بعد جب ہدایت و ارشاد خلق اللہ کی طرف توجہ ہوئی تو موضع جہنی علاقۂ لاہور میں گوشۂ نشینی اختیار کرلی ' اور اپنی پاک نفسی اور قوت ربانی کے جاذبہ سے ہزاروں لاکھوں طالبان حق کے دلوں کو کھینچ لیا - وہ اس عہد پر فتن و فساد کے ان مخصوص بزرگان حق میں سے ہیں جو مدۃ العمر اپنے بوریاے فقر پر قانع و منقطع رہے اور دنیا و مافیہا کی دلفریبیاں کبھی انکی جمعیت خاطر کو پراگندہ نہ کرسکیں - منتخب التواریخ ' اخبار الاخیار ' تذکرۃ الواصلین ' طبقات اکبری ' روضۃ العلماء وغیرہ میں انکے مفصل حالات درج ہیں ' اور سب یک زبان ہوکر لکھتے ہیں کہ اعلان حق اور امر بالمعروف میں تیغ بے نیام تھے ' اور کسی حال میں اپنے نفس وعظ و نصیحت اور تذکیر و ارشاد حق سے معاف نہیں رکھتے تھے علی الخصوص ان عالمان بے عمل اور صوفیان ریا کار سے سخت بیزار تھے جو حب جاہ اور عشق مال و متاع دنیوی میں سرگشتہ و ہلاک ہوگئے اور ادعاء علم و مشیخت کو اپنی دکان آرائی اور دنیا طلبی کا وسیلہ بنالیا - اکثر کہا کرتے تھے کہ جن علماء نے بادشاہوں اور امیروں کو اپنا قبلۂ و کعبہ بنالیا ہے ' ان سے وہ مکھی ہزار درجہ افضل ہے جو نجاست پر بیٹھتی ہے پھر یہ رباعی پڑھتے

آں کس کہ ز دعوا نہ زہد واے برو
بر خلق جہاں دل بنهد ' واے برو

معقلي کل ' و سمع مبارک که اعلم علماء زمان بود ' و عاری حال بدحشي که در علم معقول بے نظیر بود ' در باب تفضیل امام عادل مطلقاً بر مجتہد ' و تحویز ترجیح او روایت مرجوحه را در مسئلۂ مختلف فیہا درست کردند * * * * سخن در آں باطناب کشند * * * * تا آخر بعضے طوع و بعضے کرہ بر آں محضر مہرها کردند " (جلد دوم صفحہ ۲۷)

هم تری چشم سیہ سمجھے تھے پیمانہ هاے مے
اٹھا ایک جام کی دیکھتے ہی نہ ایماں اپنا !

الله الله ! کیا انقلاب وقت ہے ! یہ وهی مہریں هیں جو کبھی علماء حق کی تکفیر و تضلیل کے فتووں پر ثبت هوتی تھیں اور ائکے قتل و سلب کے فرامین کا دامن سیاہ کرتی تھیں آج انکے ان نو بزرگوں کی امامت و اجتہاد کی تصدیق کر رهی هیں ' تاکہ یہ مجددہ امت دل نو خود الہی کے آگے لائے ' اور اپنے لئے هی جھوٹے میں انکی شیخ الاسلامی اور مذهبی فرمانروائی کا چراغ غرور گل کردے !

نہ لیں نہ هوں دل ' انصاف یہ ہے
کہ هم خود نہ آمرو قاتل هوے هیں !

افسوس ! هر عہد اور هر دور میں جسقدر بربادیاں هوئیں ' علماء سوء هی کے هاتھوں هوئیں وقت اور زمانے کی شکایت بے سود ہے

تا کی ملامت مرا اسکندر مست ؟
تک بار هم تصدیق جسم سیاہ جوش !

سچ یہ ہے کہ عہد اکبری کے تمام فتنۂ و فساد کے اصلی ذمہ دار یہی علماء سلف الدنیا هیں ' نہ کہ ابو الفضل و فیضی حضرۃ شیخ احمد سرهندی رحمۃ الله علیہ اسی عہد کی نسبت اپنے مکاتیب میں بار بار لکھتے هیں " هر فتورے کہ درین زماں در ترویج ملت و دین ظاهر گشتہ از شومی علماء سوء است کہ فی الحقیقت شرار بردم و لصوص دین اند اولائک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون ' اکثرے تمام حاملیں

عہد اکبري میں بھي ارباب حق و صفا کا جو گروہ تھا ' وہ ان درباریوں سے الگ تھا ' اور چونکہ دربار شاہي پر بدبختانہ یکے بعد دیگرے الہي دو گروہوں کا تسلط رہا ' اسلیے انکو طرح طرح کے مصائب و آلام سے دو چار ہونا پڑا - حضرۃ شیخ جمال الدین بھي آنہي لوگوں میں سے تھے - خاندان ملا مبارک (یعني ابو الفضل و فیضي) نے مولویوں کا زور توڑنے کے لیے ایک تدبیر یہ کي کہ سنہ ۹۸۷ میں اپنے والد ملا مبارک سے ایک محضر طیار کرایا - مضمون یہ تھا کہ " پادشاہ خلیفۃ الزمان اور امام عہد واجب الاطاعت ہے ' اور اسکو حق پہنچتا ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں حسب ضروریات وقت اجتہاد کرے ' اور اسکا اجتہاد واجب العمل ہے - " اصلاً تو یہ بات ٹھیک تھي - في الحقیقت خلیفۂ وقت و ارباب حل و عقد و اصحاب شوری کو ہر عہد و دور میں حق اجتہاد حاصل ہے ' اور اسي کے سد باب نے تاریخ اسلام کے تمام مصائب کي بنیاد ڈالي - مگر مصیبت یہ تھي کہ اکبر بالکل مذہب سے بے خبر تھا ' اور اسکے مشیروں کا رنگ دوسرا تھا - نتیجہ یہ نکلتا (اور نکلا کہ) پادشاہ کي امامت و اجتہاد ' بے قیدي و الحاد کا ایک محکم ذریعہ بن جاتي ' اور بالاخر بني - اسلیے ضرور تھا کہ علماء حق کو اس محضر کے قبول کرنے میں سخت تامل ہو -

لیکن حکومت کے زور کے آگے کس کي چلتي ہے ؟ علماء سوء نے اپني بد اعمالیوں سے اپنا اثر پہلے ہي کھودیا تھا - مجبوراً سب کو دستخط کرنے پڑے - سب سے پہلے آنہی گردن کشوں نے سر جھکایا جنکي رگ گردن سب سے زیادہ موٹي تھي ' اور جسکي فصد کھولنے کیلیے یہ نشتر تیز ہوا تھا ' یعني ملا عبد النبي صدر اور مخدوم الملک نے - پھر قاضي القضاۃ جلال الدین ملتاني اور شیخ عبد الحی مفتي وغیرہ سب نے بلا چون و چرا اپني اپني مہریں ثبت کردیں ' اور علماء دربار میں سے کسي کو انکار و تامل کي جرأت نہ ہوئي - ملا عبد القادر بدایوني سنہ ۹۸۷ کے وقائع میں لکھتے ہیں :

" درین ایام محضرے بخط و مہر مخدوم الملک و شیخ عبد النبي صدر الصدور و قاضي جلال الدین ملتاني کہ قاضي القضاۃ بود ' و صدر جہاں

کے خاندان کو عروج ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے زور کو توڑنا چاہا ' اور اسکی تدبیر یہ نظر آئی کہ مذہبی تعصب کی شدت کو کسی طرح کم کیا جاوے - چنانچہ حکمۃ و تحقیق جدید کے نام سے آزاد خیالی و مطلق العنانی کی ہوائیں چلنے لگیں - لیکن افسوس کہ مرض کو دور کرنے کیلیے ایسا نسخہ تجویز کیا گیا جو آگے چلکر ایک دوسرے مرض کی تولید کا باعث ہوگیا - پہلے افراط تھی تو اب تفریط ہوگئی پہلے تعصب و اوہام تھے ' تو اب الحاد و بے دینی نے نشو و نما پائی ' اور تاریخ مذہب کے ہر گذشتہ دور کی طرح اس دور میں بھی افراط و تفریط کی دو جماعتیں پیدا ہوگئیں - پہلی جماعت علماء دنیا پرست اور متعصبین جاہلین کی تھی ' جو اپنی ہوا پرستیوں اور تعصب و جہالت سے اصل مذہب کو بدنام کر رہے تھے دوسری جماعت انکے مد مقابل مدعیان تحقیق جدید و اجتہاد فکری کی تھی ' جنہوں نے حکمت و دانشمندی اور مذہب عقلی و طریق حکیمانہ کے نام سے الحاد و بے دینی اور اباحۃ و بے قیدی کی گرم بازاری کر رکھی تھی ' اور اہل حق و اقتصاد کا طریق ان دونوں سے الگ تھا وہ جسطرح پہلی جماعت کے تسبیح زور اور خرقۂ سالوس سے بیزار تھے ' اسی طرح دوسری جماعت کے فریب عقل اور دعوۂ دانش و آزادی سے

ازاں دعوی نہ شیخ و برہمن ماند
کہ ہر یک داورے را می پرستند !

یہی صورت حال آج بھی درپیش ہے مذہب کے دکانداروں نے جہل و تقلید اور تعصب و ہوا پرستی کا نام مذہب رکھا ہے ' اور زور حیالی و تحقیق جدید کے بوالہوسوں نے الحاد و بے قیدی کو حکمت و اجتہاد کے لباس فریب سے سنوارا ہے نہ مدرسہ میں علم ہے ' نہ محراب مسجد میں اخلاص ' اور نہ میکدے میں رندان بے ریا ارباب صدق و صفا ان سب سے الگ ہیں ' اور سب سے پناہ مانگتے ہیں ان کی راہ دوسری ہے

ہم کعبۂ و ہم بتکدہ سنگ رہ ما بود
رفتیم و صنم بر سر محراب شکستیم !

کے تبحر علمی ، فقر و استغناء ، اور بے باکانہ امر بالمعروف کی سرگرمیوں سے وہ سخت عاجز آ گئے تھے - ایک عرصہ کے بعد جب حالات بدلے اور ملا مبارک

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷)

کہ دانشمند بود و مقدم و رئیس ، و از زمان افغانان تا این زمان معتبر و معزز و ملقب به مخدوم الملک و بحزم و متانت و تجارت امور و جمع اموال موصوف بود (شاہ صاحب کسطرح پردے پردے میں سب کچھہ لکھہ رہے ھیں) به مکه فرستادند ، و هر دو را که مدتها باهم منازع و مخالف بودند ، بصورت رویی بکدیگر ساخته بجانب آن بقعه شریف روان کردند - اما باوجود آن هرگز میان ایشان نه در اثنائے طریق و نه در آن مقامات شریفه اتفاق و رفع کدورت صورت بست - آخر بے صدری نموده رجوع نمودند و فائده نکرد * * * الخ "

شاہ صاحب نے جو کچھہ لکھا ھے اس سے زیادہ بدایونی نے کونسی بات لکھی ھے ؟ البتہ شاہ صاحب تہذیب نگارش و طریق احتیاط و عفو پر نظر رکھکر پردے پردے میں لکھتے ھیں ، اور بدایونی اپنے جوش حق گوئی و اضطراب راست بیانی میں کسی بات کی پروا نہیں کرتے - شاہ صاحب نے مخدوم الملک کی نسبت صرف اسقدر اشارہ کردیا ھے کہ " به جمع اموال موصوف بود " اور یہ بس کرتا ھے ، لیکن بدایونی سے اس اشارے کی شرح ماںجاتی ھے کہ انکے آبائی گھر میں بڑی بڑی پختہ قبریں تھیں - مشہور کر رکھا تھا کہ ھمارے بزرگوں کی قبریں ھیں - مرنے کے بعد حکم شاھی سے کھودی گئیں تو بزرگوں کی لاشیں تو نہ ملیں مگر سونے کی اینٹیں نکلیں ، اور فی الحقیقت چاندی سونے ھی کو علماء دنیا پرست کی بزرگی و پیشوائی پہنچتی ھے - سنہ ۹۹۰ کے حالات میں لکھتے ھیں - " مخدوم الملک در احمد آباد درگذشت - قاضی علی از فتح پور بتحقیق اموال او نامزد شده به لاهور آمد ، و چندان خزائن و دفائن پدید گشت که قفل شمار آنرا به کلید وهم نتوان کشاد ! از آن جمله چند صندوق خشت طلا از گور خانهٔ مخدوم الملک که به بهانهٔ اموات دفن کرده بود ، ظاهر شد - و آنچه پیش مردم ماند عدد آنرا جز آفریدگار کس نداند ! و آن همه خشتها با کتب زرے که نیز حکم خشت داشت (!) داخل خزانه عامره گردند - الخ "
(جلد دوم صفحه ۳۱۱)

می کشیدم مئے و سجادهٔ تقوی بر دوش !
آه اگر طعنه شود آگه ازیں تزویرم !

ملا عبد اللہ سلطانپوری اور شیخ عبد النبی صدر الصدور (۱) ایسے لوگوں کے
ظلم و تعصب کا ایک قتیل خاندان شیخ مبارک بھی تھا ' اور ملا مرحوم

---

(۱) بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خیال ہے کہ ملا عبد النبی اور
مخدوم الملک کی نسبت ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں
جو کچھہ لکھا ہے اسکو ملا صاحب کی نکتہ چینی عادت کی بے اعتدالیوں
اور معاصرت کے تعصب پر محمول کرنا چاہیے - لیکن ان بزرگوں کو معلوم
نہیں کہ ملا بدایونی کے علاوہ اس عہد کے دیگر وقائع نگار بھی اس بارے
میں متفق ہیں ' اور گو بدایونی کی طرح بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو
شیوۂ حزم و احتیاط و تہذیب نگارش کے خلاف سمجھتے ہیں ' مگر اصلیت کا
صاف اقرار کرتے ہیں شاہ عبد الحق محدث دہلوی سے بڑھکر محتاط و
پردہ پوش راوی کون ہوگا ؟ اخبار الخیــــار میں وہ بعض حالات شیخ
عبد القدوس گنگوہی (کہ شیخ عبد النبی کے جد امجد تھے) لکھتے ہیں
" یکے از نبائر شیخ عبد النبی بود کہ تحصیل بعضے علوم رسمیہ نمودہ
در جوانی متوجہ حرمین شد - و پیش بعضے از علماء مکہ ترحی از حدیث
نبوی برخواند (الفاظ پر غور کرو پیش بعضے لکھتے ہیں نہ کہ پیش محدثین
اور اسپر بھی " ترحی ") بعد ازاں بوطن عود کرد و بہ بود و تقشف
ملبوس شد با پدر و اعمام بہ جہت مسئلۂ توحید و سماع در افتاد ' و لجوم
باعث ایذا و کلفت بسیار شد و ایں باعث شہرت او گشت پادشاہ وقت
صدرے میخواست کہ بصفت علم و دیانت متصف باشد بہ توسط بعضے
اسباب و وسائل بر مسند صدارت نشست - شہرت و عزت زیادہ از استحقاق
داشت - چوں منصب صدارت یافت و دریں امر کوس استقلال و استبداد زد '
و از میل و جاہ و اعتبار زیادہ از آنچہ گفتہ شود نصیب او شد ' بادشاہ را
(یعنی اکبر را) بہ وے اعتقاد عظیم پیدا شد ' و مردم بسبب آں در نظر
اعتبارش بحقارت در آمدند با اشراف و اماجد کمتر از مراتب ایشاں سلوک
می نمود ' و ہرکہ بہ مزاج او راست نہ شد و بہ معیار قبول او حلم نیامدہ '
محروم ماند بعد از مرور سنیں مزاج سلطنت بسبب بعضے حوادث (یعنی
علماء سوء کی بدعملیوں کی پردہ دری اور خاندان مبارک کا عروج اور
دربار شاہی میں حکمت جدیدہ و مذہب تحقیقی کا شروع) با وے منحرف
شد و از منصب صدارت معزول گشت اورا و ملا عبد اللہ سلطانپوری را

ان کو لیکر جس سر زمین میں جا نکلینگے ' اپنی فصل و کاشت خود تیار کرلینگے :

لا تقل دارها بشرقي نجد
کل نجد للعامرية دار !

صاحب تذکرہ لکھتے ھیں کہ ناصر الملک پیر محمد خان خانخانان اور خان اعظم کوکلتاش کو حضرت شیخ جمال الدین سے بہت عقیدت تھی - بارھا انہوں نے چاھا کہ مال و جاہ دنیوی میں سے کچھہ قبول کریں لیکن ھمیشہ انکار کیا ' اور فرمایا کہ گھر بسائے ھوے ڈرتا ھوں ' کہیں دل نہ ویران ھو جائے - عرفی نے کیا خوب کہا ھے :

من از فریب عمارت گدا شدم ' ورنہ
ھزار گنج بہ ویرانۂ دل افتادست

جن واقعات کی طرف صاحب تذکرہ نے بہ ضمن اسباب سفر مکہ اشارہ کیا ھے ' بہ عہد اکبری کے مشہور واقعات ھیں ' تاھم مناسب ھوگا کہ مختصر تشریح کردی جائے -

اکبر کی امامت کے محضر کا حال یہ ھے کہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کے زمانہ میں دنیا پرست عالموں کی کثرت و طاقت نے ملک کے امن و سکون کو تہ و بالا کر رکھا تھا ' اور علی الخصوص اھل اللہ اور ارباب حق پر انہوں نے اپنے غرور دنیا اور نشۂ حکومت و ریاست میں بڑے بڑے مظالم و شدائد کیے تھے - جس کسی کو طلب دنیا سے مستغنی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سرگرم دیکھتے ' اپنی دنیا پرستیوں کا حریف سمجھکر مخالف ھو جاتے ' اور کوئی نہ کوئی الزام تراش کر فتنۂ و مصائب میں مبتلا کردیتے - اکبر کے ابتدائی عہد تک یہی حال رھا - ان علماء حکومت میں دو شخصوں نے بہت بڑا عروج دنیاوی پایا تھا - مخدوم الملک

منتخب التواریخ ایک مرقع ہے، جس میں اس عہد کے تمام ارباب عمائم و اصحاب خرقہ و سجادہ کی تصویریں اپنے اصلی لباس میں نظر آجاتی ہیں، اور دیکھکر عبرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے مدعیان علم و زہد کو بھی دنیا پرستی نے کہیں کا نہ رکھا، اور راہ حق پرستی میں استقامت نصیب نہ ہوئی - البتہ اہل حق سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہ سکتا اگرچہ قلیل و غریب ہوں حتی یاتی امر اللہ و ہم ظاہرون عہد اکبری بھی ان سے خالی نہ تھا، مگر خمول حال رہے، اور اپنے اپنے گوشوں میں سر بزانو، ایسے ہی مخصوص بزرگوں میں سے حضرت شیخ جمال الدین بھی ہیں کہ مدۃ العمر دربار شاہی کے علائق سے کنارہ کش رہے، اور علم حق کی عزت کو متاع دنیا کے معارضہ میں نیلام کرنا گوارا نہ کیا جب دیکھا کہ زمانہ کی حالت دگرگوں ہوئی ہے اور وقت کی حکومت دنیا سازوں اور دین بازوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے حتی کہ گوشہ نشینوں کے لیے بھی امن باقی نہ رہا، تو ترک وطن پر آمادہ ہوگئے، اور ہندوستان ہی کو چھوڑ دیا

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں
کیوں ہے بے کار گریباں تو مرا دور نہیں

ارباب صدق و صفا ہمیشہ قید وطن و دیار سے آزاد رہے ہیں خدا کی ساری خدائی ان کا وطن اور ساری زمین ان کا گھرانا ہے جن کے یاراں دنیا و دنیامنداں حق کو وطن میں رہکر بھی ناز و نعمت دنیوی کے مزے نہیں لوٹتے ہیں، بلکہ اپنی بوریائے فقر پر قانع رہکر علم و حق کی خدمت و چاکری ہی کرتی ہے، ان کے لیے دنیا کے کسی ایک گوشے میں کیا دھرا ہے جو دوسرے گوشے میں میسر نہیں آسکتا؟ وہ جہاں کہیں بھی رہینگے دو گز زمین اور ایک بھی چٹائی مل ہی جائیگی ان کے علم و حق کی جنس تو وہ متاع عالمگیر ہے، جس کے لیے خدا کی ساری دنیا روز بازار کا حکم رکھتی ہے وہ اپنی جھولی میں حق و صداقت کا تخم رکھتے ہیں

لیکن حضرت شیخ محمد داؤد کے حالات میں لکھا ہے کہ " بعض علماء وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبد اللہ سلطانپوری کو حضرت شیخ سے سخت حسد و عناد تھا - سبب اسکا یہ تھا کہ شیخ موصوف بھی میر سید محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت معتقد ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحبان مدارج و مقامات علیہ میں سے ہیں ' اور ان کے احوال و مقامات کی نسبت لوگوں کو بوجہ قصور فہم دھوکا ہوا تھا - جو علماء وقت ان کی تکفیر و تضلیل کے درپے ہیں سخت غلطی کر رہے ہیں یہ بات بعض علماء دربار پر سخت گراں گذری کیونکہ وہ برابر طائفۂ مہدویہ کے قتل و تعزیر میں کوشاں رہتے تھے ' اور اس دار و گیر میں بڑے بڑے فقراء و اہل اللہ کی اذیت و مصیبت کا باعث ہوئے تھے - جب بعہد سلیم شاہ مولانا عبد اللہ کے ایما و سعی سے شیخ عبد اللہ نیازی اور ان کی جماعت کے فقراء مبتلائے محن ہوئے تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان مظلوموں کا خون عنقریب رنگ لائے گا ' اور ان معاندوں کی حکومت زیادہ عرصے تک باقی نہیں رہیگی - یہ بات مشہور ہوئی تو معاندوں نے حضرت شیخ کو بھی مہدویۃ سے متہم کیا اور بہت کلفت و تعب کا باعث ہوئے یہ حال دیکھکر مولانا جمال الدین نے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں دلائل و شواہد قاطعہ سے ثابت کیا کہ حضرت سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے لیکن ان کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد باطل ہے ' اور ہماری جماعت کو اس اعتقاد باطل سے متہم کرنا مخالفین کا عناد اور منکرین کی شقاوت ہے - اس کتاب کے مطالعہ سے اگرچہ ارباب حق و صلاح کو اطمینان خاطر بہم پہنچا - لیکن معاندوں کا خلاف و عناد اور بڑھ گیا - با ایں ہمہ حق تعالی ناصر و یاور تھا - اس لیے کوئی گزند نہ پہنچا سکے ' اور بالآخر تمام مخالفین کو شرمساری و خواری نصیب ہوئی " انتہی

بہرحال خواہ اکبر کے محضر امامت کا معاملہ ہو ' خواہ اتہام مہدویۃ کا ' یہ دونوں معاملے ایسے ہیں جن کی وجہ سے بلاشبہ شیخ موصوف پر

و عقلیہ میں استاذ وقت تسلیم کیے جاتے تھے - علی الخصوص علوم دینیہ کی تدریس میں اپنا عدیل نہیں رکھتے تھے ۔ درس و تدریس کے ساتھ ارشاد و طریقۃ کا سلسلہ بھی ان سے قائم و جاری تھا ' اور دور دور سے لوگ آ کر فیضیاب صحبت ہوتے تھے - اس زمانے میں دار الحکومت آگرہ تھا - لیکن علم و اصحاب علم کا مرکز ہمیشہ دھلی مرحوم ھی رھی - علی الخصوص وہ علماء حق جو دربار شاھی کے تعلقات کی ابتلاؤں سے بچنا چاھتے تھے اور حرص و طمع دنیا کی آلودگی سے پاک دامن تھے ' اس گوشۂ علم کے سکون کو دار الحکومت کے شور و غوغا پر ترجیح دیتے تھے - حضرت شاہ عبد الحق محدث کہ اسی عہد میں تھے فرماتے ھیں :

حقــا ارگوشــۂ دھلی نــہ نہــم پا بیــرون
خــود گرفتہسم کہ ملــک گجــرانم دادنــد !

لیکن جب خاندان مبارک کو دربار حکومت میں عروج ھوا اور دربار شاھی کی مذھبی حالت دگرگوں نظر آئی ' تو ھندوستان سے قطع تعلق کر کے مکۂ معظمہ چلے گئے - اس سفر کا سبب تذکرۃ الواصلین میں یہ لکھا ھے کہ " جب بعض علماء عصر نے اکبر کے امام وقت ھونے کا محضر تیار کیا اور تمام علماء دار الحکومت نے اس پر مہریں کیں ' تو وہ محضر دھلی میں بھی آیا اور ان سے تصدیق و امضاء کے لیے کہا گیا - لیکن انہوں نے یہ کہکر انکار کردیا کہ جسقدر ھوچکا ھے کافی ھے - ھم فقیروں اور گوشہ نشینوں کو کیوں تکلیف دیجاتی ھے ؟ اگر ایساھی ھے تو تمام علماء ھند سے استصواب کرلیا جائے - اس کے بعد جب علماء مشرق نے پادشاہ کے برخلاف فتوی دیا ' اور لکھا کہ اکبر شریعت سے منحرف ھوگیا ھے تو بعض علماء دھلی کی نسبت دربار حکومت کو شبہ ھوا کہ علماء مشرق سے نامۂ و پیام رکھتے ھیں - انھی میں مولانا موصوف بھی تھے - جب حالات روز بروز متشدد ھونے لگے تو انہوں نے حج کا ارادہ کیا ' اور اپنے تلامذہ و مریدین کی ایک جماعت ساتھ لیکر مکہ معظمہ چلے گئے " انتہی -

سید رفیع الدین شیرازی ثم مدنی کے اعاظم محدثین اور کملائے روزگار
سے هیں، اور یہ تک واسطہ ان کا سلسلہ تلمذ حافظ ابن حجر عسقلانی تک
پہنچتا ہے۔ وہ حافظ شمس الدین سخاوی کے شاگرد هیں۔ حافظ
سخاوی حافظ عسقلانی کے معقولات کی تحصیل خود ملا جلال الدین
دوانی سے کی تھی۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ان کا خاندان شیراز میں
اس درجہ محترم تھا کہ ملا دوانی خود ان کے ہاں آ کر درس دیتے
تھے۔ حافظ سخاوی نے ملاقات سے پہلے تصانیف اکابر کی تحریری اسناد
بھیجدی تھیں، اور لکھا تھا کہ آپ جیسے صاحب کمال کیلئے درس و تلمذ
ضروری ہیں لیکن ان کے شوق علم نے اس پر قناعت نہ کی خود مکہ
پہنچے، اور عرصے تک حافظ موصوف کی خدمت میں رہے۔ حافظ
سخاوی نے ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ان کا مفصل ترجمہ
لکھا ہے اور اخبار الاخیار، منتخب التواریخ، روضۃ العلماء وغیرہ میں بھی
حالات ملتے ہیں۔ سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور
اس کی عقیدت و ارادت اس طرح وابستہ ہوگئی کہ یہیں مقیم ہوگئے۔
سلطان سکندر سے لے کر سلیم شاہ تک تمام شاہان عہد ان کے خدمت گزار
رہے۔ بڑے بڑے علماء وقت نے فن حدیث میں ان کی شاگردی کی
شیخ عبد الحق کے عہد سے پہلے ان اطراف میں فن حدیث کے درس و تدریس
کا جسقدر چرچا ہوا، وہ انہی کے قیام ہند کا فیضان ہے۔ ہمایوں کو جب
شیر شاہ سے شکست ہوئی اور آگرہ آیا تو سید موصوف کے مکان پر جا کر
طالب دعا ہوا۔ تذکرۃ الواقعات میں ہے کہ ایران جانے کا مشورہ سید
موصوف ہی نے دیا تھا۔ ملا مبارک اور شیخ عبد النبی کے معرکوں میں
یہ ملا مبارک کے مددگار رہے اور انہی کی اعانت و یاری سے ملا موصوف
کو آگرہ میں رہنا نصیب ہوا۔ سال وفات سنہ ۹۵۴ ہجری ہے۔

پس اس طرح گویا مولانا جمال الدین بہ دو واسطہ حافظ عسقلانی کے
شاگرد ہیں۔ مولانا موصوف دہلی میں رہتے تھے اور درس علوم نقلیہ

حضرت شیخ جمال الدّین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
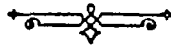
والد مرحوم کے جدی سلسلۂ نسب میں سب سے پہلے جو بزرگ علم و طریقہ میں سر درآوردہ ہوئے ہیں، وہ آپکے دادا حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ ہیں - ان کے والد شیخ محمد محسن مرحوم تھے جن کے حالات آیندہ لکھونگا - لیکن حضرت شاہ محمد افضل کے مادری سلسلہ کے ایک مورث اعلیٰ حضرت مولانا جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی ہیں، جن کے حالات سب سے پہلے لکھتا ہوں - افسوس کہ شیخ موصوف کے تفصیلی حالات مجھے نہیں ملے - والد مرحوم نے بحوالۂ سیر الاصفیاء و مکتوبات حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی و تذکرۃ الطالبین تذکرۃ الصلحاء و الواصلین جو کچھ لکھا ہے، اس میں اصل حالات بہت کم ہیں اور زیادہ تر مناقب و فضائل کا تذکرہ ہے - تذکرۃ الطالبین میرے پیش نظر ہے - لیکن شاہ عبد الحق کے رسائل کا جو مجموعہ ارسال المکاتب و الرسائل کے نام سے مشہور ہے، اس میں شیخ موصوف کے حالات نہیں ہیں - شاید شاہ صاحب کے مکتوبات کا کوئی اور مجموعہ بھی ہو - بہر حال کتب مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وطن دہلی تھا، اور عہد اکبری کے مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک و طریقہ میں سے تھے - سلوک و طریقہ کی تکمیل حضرت شیخ محمد داؤد جھنی وال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کی تھی - اور علوم معقول و منقول میں سید رفیع الدین سلامی الشیرازی کے شاگرد تھے -

بہرحال ایک دوست عزیز کے اصرار سے اپنے خاندانی حالات قلمبند کرتا ہوں - صرف ترتیبی حالات اور بعض نمایاں اور لائق حفظ واقعات کے تذکرہ پر اکتفا کرونگا مفصل حالات کیلیے والد مرحوم کا ایک مستقل رسالہ موجود ہے اور مہلت ملی تو شاید اشاعت کی نوبت آئے -

پہلے والد مرحوم کے اولی سلسلہ کے کچھ حالات لکھتا ہوں - اسکے بعد انکے نانا مولانا منور الدین مرحوم کا حال لکھونگا -
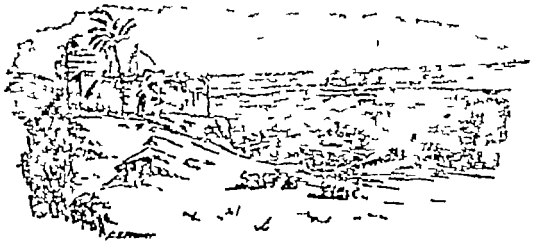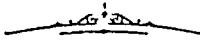
اسکے بعد دیگرے اخلاف تک منتقل ہوتا آیا ہے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ جس کے اخلاف کو حق گوئی و حق پرستی، اور طریق استقامت و عشق حق میں سرفروشی و جاں سپاری، اور مغروراں تاج و تخت و بندگان مال و جاہ کے مقابلے میں بے نیازی و سرگرانی، ہمیشہ اپنے اسلاف کے ورثہ میں ملی ہے - اسی کو اپنا موروثی خزانہ اور اسی کو اپنا خاندانی تاج و تخت سمجھتا ہوں :

ہرچند کہ دست رنگ و بویم
آخر نہ گیاہ باغ اویم !

اگر یہی غرور نسب و خاندان ہے تو اس کے اعتراف میں مجھے کچھ باک نہیں - بلاشبہ اسلاف کے ورثۂ علم و حق پرستی کو دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، اور نہیں چاہتا کہ کبھی اس نشہ سے میرا دماغ خالی ہو :

سنگ رجائے بگذری کہ بس گراں گہرست
متاع من کہ نصیبش مباد ارزانی !

بڑی سی بڑی آرزو جس کو اپنے دل میں رکھہ سکتا ہوں یہی ہے کہ زندگی کی آخری گھڑیوں تک اپنے اسلاف کرام کے طریق صدق و حق پر مستقیم رہنے کی توفیق پاؤں، اور اپنی ساری زندگی اُسی راہ کی نوحہ گردی میں بسر کردوں جسکا نشان سفر وہ اپنی یادگار میں چھوڑ گئے ہیں - خدمت علم و حق کا ایک سرمایۂ سعادت ہے جو مجھہ تہی دست تک پہنچا ہے - میری محرومی ہے اگر اسکو نہ بچا سکا، اور فضل الٰہی کی بخشش ہے اگر اسکی عزت اور نام نیک کو آنے والوں کیلیے محفوظ چھوڑ گیا :

رب ہب لی حکما و الحقنی بالصالحین و اجعل لی لسان صدق فی الآخرین !

احب الصالحین و لست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا !

وطن کے بت کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے پھر جوڑ لیے گئے ' اور نئے نئے بتکدوں میں پھر اسکی پرستش شروع ہوگئی اب بہت کم سر ملینگے جو اس بت باطل سے سرگراں نہوں - الا ما شاء اللہ

پس الحمد للہ کہ نہ اسکی طلب ہے اور نہ اسپر اعتماد ' اور نہ نا اہلوں کے اس فریب عزت اور سراب شرف کی ضرورت طلب جس کو ہر مقصود کی ہے وہ بزدلی عمل ہے' اور اگر کچھ اعتماد ہے تو اپنی عجز و شکستگی اور اسکی نظر کرم کی عاجز نوازیوں پر جہاں کا معاملہ یہ سننے میں آیا ہو نہ " رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ " وہاں اس اساس کو کون پوچھتا ہے ؟ اور اس سے بڑھکر سرگشتۂ نسب و شرافت کون ہوگا جو اس پر ایک لمحہ کیلیے بھی اعتماد کرے ؟

مجنوں محمل شاہي نہ درولایت عشق
گدا نہ دست نشاند و بادشہ گیرد !

البتہ اللہ تعالی کي اُن نعمتوں میں سے جنکے ذریعہ وہ اس دنیا میں اپنے بندوں کو سعادت بخشتا ہے' ایک بڑي نعمت آباء صالحین کیلیے یہ ہے کہ اولاد صالح عطا فرمائے کہ رب ہب لي من الصالحین اور ووہبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ہدینا الخ اور اولاد کیلیے یہ ہے کہ والدین صالح ہوں سورۂ کہف میں صاحب موسی علیہ السلام نے ایک گرتي ہوئی دیوار کو جنکر یتیموں کے دفینہ کي حفاظت کي تو فرمایا وکان ابوہما صالحا ' اور حضرت یوسف کي نسبت آنحضرت نے فرمایا " انما الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم " اور یہ ظاہر ہے کہ کسي خاندان میں عرصے تک علم و صلاح کا باقی و جاري رہنا بغیر اسکے ممکن نہیں کہ ان دونوں نعمتوں سے فیض یاب ہو آباء کو اولاد صالح ' اور اولاد کو آباء صالح نصیب ہوں پس بلاشبہ اسکو اللہ تعالی کا فضل و کرم یقین کرتا ہوں کہ مجھکو ایک ایسے خاندان میں پیدا کیا جسمیں صدیوں سے سلسلۂ علم و ارشاد قائم و جاري ہے " اور جسکے اسلاف کرام کے اعمال صالحہ کا پاک ورثہ

اپنے حسن عمل سے وہ مرتبہ پائے جو شیخ الاسلاموں کی اولاد کو نصیب نہو۔ یہ کل کو ہونے والی بات ہے ' اور آج بھی دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ "عمل" کا فرشتہ کیسے ہی بڑوں کو چھوٹا کرتا ہے اور کیسے ہی چھوٹوں کو بڑا بناتا ہے :

کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست !

بلال حبشی اور صہیب رومی کی نسبت اس سے زیادہ ہم کیا جانتے ہیں کہ مسلمان تھے ؟ اور سلمان فارسی سے جب اُسکے خاندان کا حال پوچھا گیا تو اُس نے کہا " سلمان بن اسلام " بلال سے اللہ کا رسول کہا کرتا تھا " ارحنا یا بلال " اور جب فاروق اعظم کے جنازہ پر نماز کی صفیں کھڑی ہوئیں تو ہزاروں قرشی اور ہاشمی مقتدی تھے اور صہیب رومی امام ! لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی - و الناس کلھم بنو ادم و ادم من تراب !

حسن ز بصرہ ' بلال از حبش ' صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ' این چہ بوالعجبیست ؟

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرتی ترقی اور قدرتی حقوق کے قیام کیلیے نسب و خاندان کے امتیاز باطل سے بڑھکر اور کوئی روک نہیں ہوسکتی -- یہی چیز ہے جو انسان کو اسکی ذاتی قوتوں کے استعمال اور اُنکے ثمرات سے محروم رکھنا چاہتی ہے ' اور اِس خلاف فطرۃ راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ایک شخص کو باوجود عدم استحقاق ذاتی مستحق شرف سمجھا جائے ' اور دوسرے کو باوجود استحقاق ذاتی محروم کردیا جائے - اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور لیس للانسان الا ما سعی کے قانون عام کا اعلان کرکے اسی مہلک انسانیہ روک کو مٹانا چاہا ' اور قرآن نے بتلایا کہ دنیا کی تمام قدیم صداقتیں بھی اسی قانون کی طرف دعوۃ دیتی رہی ہیں - صحف ابراہیم و موسی میں بھی یہی تھا : ان لا تزر وازرۃ وزر اخری اور وان سعیہ سوف یری ! لیکن افسوس کہ غرور نسل و

کی جائے۔ اسلام نے ساری نسبتوں اور امتیازوں کو مٹا کر صرف ایک اپنی نسبت نوع انسانی کو عطا کی، اور اس نسبت سے بڑھکر اور کونسی نسبت ہوسکتی ہے جسکی ایک مسلمان کو تلاش ہو؟ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین؟ انسان کیلئے معیار شرف جوہر ذاتی اور خود حاصل کردہ علم و عمل ہے نہ کہ اسلاف کی روایات تاریخیہ اور نسب پرستی کا غرور باطل۔ ہم کو ایسا ہونا چاہئیے کہ ہماری نسبت سے ہمارے خاندان کو لوگ پہچانیں، نہ یہ کہ اپنی عزت کیلئے خاندان کے حرف زدہ کے محتاج ہوں؟ ارباب ہمت نے ہمیشہ اپنی راہ خود نکالی ہے اور اپنی عظمت و ثروت کی بنیاد صرف اسی سامان سے کی ہے جو خود اپنا بنایا ہوا تھا۔ نپولین کا ایک قول مجھے نہیں بھولتا۔ فتح پروشیا کے بعد جب فریڈرک اعظم کی قبر پر گیا تو دیکھا کہ فریڈرک کی تلوار قبر پر لٹک رہی ہے۔ نپولین نے تلوار اتار کر ایک ساتھی کے حوالے کی اور کہا اسے پیرس کے عجائب خانے کی نذر کردو۔ وہ سنکر جنرل نے کہا "اگر مجھکو ایسی با عظمت اور تاریخی تلوار ملتی تو کبھی کسی دوسرے کو نہ دیتا" نپولین نے کہا "کیا میرے پاس میری تلوار نہیں ہے؟"

پس سچی عظمت کی راہ یہ نہیں ہے کہ فریڈرک کی عظمت نامہ تلوار لوگوں کو دکھلائیں۔ سچی عظمت وہ ہے جو خود ہماری تلوار کو ہماری نسبت سے ملی ہو اور اگر ایسا ہوگیا ہے تو یہ بس کرتا ہے۔ ہم کو اپنی نیام میں صرف اپنی ہی جوہر دار تلوار رکھنی چاہئیے۔ دوسروں کی تلواروں کی نمائش سے اگر دیکھنے والوں کا تعجب و احترام حاصل بھی کرلیا گیا تو اسکے اصلی مالک ہم نہیں ہیں، تلوار کا مالک ہے۔

خاندان کے تفاخر کا بت بھی دنیا کے عہد جاہلیہ کی ایک یادگار مشئوم ہے، اور اسلام نے انسان کے بہت سے بنائے ہوئے بتوں کے ساتھ اسکو بھی توڑ دیا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ کل کو ایک نومسلم چمار

میری والدہ حضرت شیخ محمد بن طاہر وتري مفتي مدینۂ منورہ کی بھانجی تھیں جو گذشتہ دور کے اکثر علماء حجاز کے استاذ حدیث اور شیخ عبد اللہ سراج کے بعد مکہ معظمہ کے آخري محدث تھے - ان کے بعد اس درجے کا کوئی شیخ حدیث حرمین میں پیدا نہیں ہوا -

میرے دادا مولانا محمد هادي دهلي مرحوم کے ایک مشهور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے تھے' جسمیں بہ ایک وقت پانچ پانچ علماء درس و افتاء و اصحاب سلوک و طریقت پیدا ہوے ہیں - .

والد مرحوم کے نانا رکن المدرسین مولانا منور الدین اپنے عہد کے مشاہیر اساتذۂ علم و درس اور اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے' اور ان مخصوص اصحاب کمال میں سے جن کو اللہ تعالی علوم ظاہر و باطن کی جامعیت عطا فرماتا ہے - ان کا شمار حضرت شاہ عبد العزیز کے اجلۂ تلامذہ میں تھا' اور سلطنت مغلیہ کے آخري " رکن المدرسین" تھے - ان کے شاگردوں اور مریدوں میں ایسے ارباب کمال ہوے جو اپنے عہد کے ممتاز بزرگوں میں سے شمار کیے گئے - ان کے والد مولانا رشید الدین صوبۂ لاہور کے قاضي القضاۃ اور احمد شاہ ابدالی کی جانب سے نائب السلطنت پنجاب کے مشیر تھے - اور ان کے والد شیخ صدر الدین ہرات کے مشائخ طریقت میں معدود' اور وہاں کے خاندان قضا کے ایک رکن تھے -

یہ تین مختلف خاندانی سلسلے ہیں جو میرے خاندان میں جمع ہوے ہیں' اور ان میں سے ہر سلسلہ' سلسلۂ علم و ارشاد ہے - اگر خاندان کوئی فخر و شرف کی چیز ہے تو یہ واقعات کچھہ نہ کچھہ وزن ضرور رکھتے ہیں' اور اگر چاہوں تو اس قسم کے الفاظ بول سکتا ہوں' جو عزور نسب و خاندان کے استخوان فروشوں نے اختیار کر رکھے ہیں - لیکن میں نے شرطیہ جملہ استعمال کیا - اسلیے کہ حقیقت اس کے خلاف ہے' اور الحمد للہ اس تمام مدت عمر میں جو گذر چکی ہے' ایک لمحہ کے لیے بھي طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ نسب فروشی کی دکان آراستہ کر کے نقد عزت و شرف کی جستجو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایت از قد آن یار دلنواز کنیم
باین فسانہ مگر عمر خود دراز کنیم

لحمد لله الذي رس مي دىله من احتىاه .ر الصلوة
على حاتم رسله رحمع انبىاه ر العاقبة للمتقين' ولا عدوان
الا على الظالمين -

میرے خاندان میں تین مختلف خاندان جمع ہوئے ہیں
اور تینوں خاندان ہندوستان و حجاز کے ممتاز بیوت علم و فضل
اور اصحاب ارشاد و ہدایت میں سے ہیں - دنیوی عزت و جاہ
کی اگرچہ ان میں سے کسی نے خواہش نہیں کی ' لیکن دنیا
نے اپنی عزتوں اور شوکتوں کو ہمیشہ ان کے سامنے پیش کیا اور کبھی
انہوں نے قبول کیا ' کبھی رد کردیا -

حصّۂ اوّل

فیضی احسنت ازین عشق کہ دوران امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را!

دهلی نے بار بار اسے فوٹو طلب کیا مگر انہوں نے نہ بھیجا سید فضل الرحمن نے اخبار "جمہور" کلکتہ میں انکے فوٹو کا اعلان شائع کیا تھا اسپر وہ سخت برہم ہوے اور بڑا ہی سخت خط انکو لکھا - پھر مجھے لکھا کہ جسقدر کاپیاں انہوں نے طیار کی ہیں میری طرف سے خرید کرکے رکھہ لو اور شائع نہ ہونے دو - پھر جب قاضی عبد الغفار صاحب ایڈیٹر "جمہور" انسے ملنے رانچی گئے تو انسے بھی وعدہ لیا کہ اخبار میں ایک سطر اس مضمون کا درج کردینگے کہ یہ کارروائی بلا انکے علم کے ہوئی ہے' مگر انہوں نے درج نہیں کیا - میں ان تمام موقعوں پر یہی سمجھتا رہا کہ یہ مخالفت یا تو انکسار طبع کی بنا پر ہے' یا انکی طبیعت کے اس عام خاصہ کا نتیجہ ہے کہ جو بات عام طور پر لوگ کررہے ہوں اس سے خود پرہیز کرتے ہیں - لیکن اسکا تو کبھی خیال بھی نہیں ہوا تھا کہ مولانا تصویر کھنچوانے اور رکھنے کو شرعاً نا جائز سمجھتے ہونگے - خود "الہلال" انہوں نے با تصویر نکالا' اور ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی تصویر بھی کھنچوائی' لیکن جب میں نے تصویر کی نسبت کہا تو انہوں نے لکھا کہ "تصویر کا کھنچوانا' رکھنا' شائع کرنا' سب ناجائز ہے - یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوالی تھی اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا - میں اب اس غلطی سے تائب ہوچکا ہوں' میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے - نہ کہ از سرنو انکی تشہیر کرنی چاہیے"

لیکن اس جواب سے میری تشفی تو نہ ہوئی - میں علم شریعت کا ماہر نہیں' اور علی الخصوص مولانا کے فتوے کے مقابلے میں تو مجھے دم مارنے کا وہم بھی نہیں گزر سکتا - لیکن یہ بات میری سمجھہ میں کسی طرح نہیں آتی کہ آجتک مولانا کو شریعت کے اس حکم کی خبر نہ تھی اور جس کام کو علانیہ کرتے رہے ہیں' وہ اب یکایک ناجائز نکل آیا ہے - خود الہلال میں مولانا نے شیخ الاسلام قسطنطنیہ' شیخ محمد عبده مصری' مولانا شبلی نعمانی' اور کتنے ہی علماء و مشائخ کی تصویریں شائع کی ہیں - تعجب ہے کہ شریعت کا حکم ایسے ایسے مشاہیر علماء کو معلوم نہ تھا - بہر حال مولانا کے اس حکم کی میں تعمیل نہ کرسکا اور کتاب کے ساتھہ انکا سب سے آخری فوٹو شائع کررہا ہوں - یہ فوٹو رانچی میں لیا گیا ہے' اور مولانا کی برئیت کیلیے اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ کم سے کم اس کے کھنچوانے میں خود مولانا کے ارادہ کو کچھہ دخل نہ تھا - وہ بالکل مجبور تھے -

کلکتہ

۱۶ - اگست سنہ ۱۹۱۹ ع

فضل الدین احمد

چار بڑے بڑے نوٹس نکالدیے اور بڑے بڑے نوٹ اصل کتاب کے آخر
میں مستقل فصل کے عنوان سے شامل کردیے اسی طرح بعض نوٹ اصل
کتاب میں ملادیے گئے ناظرین یقین کریں کہ ایک ایک دلیل میں مولانا کے قلم
سے نکلی ہوئی تحریر کی جسقدر وقعت و عزت ہوگی ' اُس سے دہ چند
میرے دل میں ہے ' اور میں ہرگز ایسا نہ کرتا اگر سامان طبع کی بیحد
گرانی نے مجھے اختصار پر سخت مجبور نہ کردیا ہوتا نہ جسقدر فصلیں اور
حواشی نکالے گئے ' سب محفوظ ہیں ' اور بعض خود مستقل مضمون کا
حکم رکھتے ہیں انشاء اللہ انکو بھی کسی نہ کسی عنوان سے عنقریب شائع
کردونگا یا بشرط گنجائش دوسری جلد کے آخر میں بطور ضمیمہ کے درج
کردینے کی کوشش کرونگا

جب کتاب پریس میں دی گئی تو ارادہ تھا کہ ایک ہی جلد میں
شائع کی جائیگی ' لیکن کمپوز شروع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ میرا اندازہ
ضخامت کے بارے میں غلط تھا اگر ایک ہی جلد میں کتاب شائع کی
جاتی تو عجب نہیں سات آٹھ سو صفحوں تک ضخامت پہنچ جائے - مجبوراً
کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم کردیا گیا یہ پہلی جلد ہے دوسری جلد کے
پہلے حصے میں مولانا کے خاندانی حالات کا وہ حصہ ہے دوسرے حصے میں
خود مولانا کی سوانح عمری ہے جو خاکسار نے ترتیب دی ہے اور اُسکا بھی
اکثر حصہ سوالات کے جواب میں خود اُنکا لکھا ہوا ہے

مولانا کا فوٹو

آخر میں مجھے ایک خاص معاملہ کی نسبت چند الفاظ کہنے ہیں -
اس کتاب کا ایک ضروری جزو یہ بھی تھا کہ مصنف کی تصویر سے مزین
ہوتی - موجودہ زمانے میں کسی شخص کی سوانح عمری کا بغیر فوٹو کے
شائع کرنا ایک ایسی بے قاعدگی ہے جسکو کوئی خوش مذاق آدمی گوارا
نہیں کرسکتا علاوہ بریں مولانا کے ہزاروں ارادتمند ہیں جنکو بڑی مایوسی
ہوتی اگر کتاب اُنکے فوٹو سے خالی ہوتی اسلیے میں نے کوشش کی کہ
مولانا کا سب سے آخری فوٹو حاصل کر کے درج تذکرہ کروں مجھے معلوم تھا
کہ اپنی تصویر کی اشاعت کی انہوں نے ہمیشہ مخالفت کی ہے " الہلال "
میں دنیا جہان کی تصویریں نکلتی رہیں مگر لوگوں کے سخت اصرار پر
بھی انہوں نے کبھی اپنا فوٹو شائع نہیں کیا - البتہ اعانت نظر بندان

جب نظر ثانی کی طرف سے مایوس ہوگیا تو ارادہ کرلیا کہ خواہ وہ خوش ہوں یا ناراض ، مگر بلا انکے علم کے مسودہ کو اصلی حالت ہی پر شائع کردینا چاہیے - ساتھہ ہی نہ خیال بھی ہوا کہ " نظر ثانی " کا انتظار بھی در اصل اشاعت روکنے کا ایک حیلہ ہے - ورنہ آجتک کسی تحریر پر مصنفوں کے طریقہ کے مطابق انکو نظر ثانی کرتے ہوے نہیں دیکھا گیا - " الہلال " و " البلاغ " میں کیسے کیسے معرکۃ الارا مضامین ہمیشہ نکلتے رہے ؟ لیکن میں نے خود دیکھا ہے کہ ہمیشہ محض قلم برداشتہ لکھے جاتے تھے - ساتھہ ہی ساتھہ کمپوزیٹر کمپوز بھی کرتے جاتے تھے - ایک صفحہ پورا ہوا اور کمپوز کیلیے گیا - البتہ ایک پروف وہ خود دیکھتے تھے ، اور اسمیں کچھہ تبدیلیاں ضرور کردیتے تھے - مگر ظاہر ہے کہ پروف میں کوئی ایسی بڑی تبدیلی نہیں ہوسکتی - زیادہ سے زیادہ بعض الفاظ بدلے جاسکتے ہیں -

بہر حال میں نے کتاب کو خود اپنی نگرانی میں چھپوانا شروع کردیا - کتاب کے ۲۰۴ صفحے چھپ چکے تھے اور مولانا کو اُسکی طباعۃ کا بالکل علم نہ تھا - جب جنوری سنہ ۱۹۱۹ع میں میں نے اخبارات میں ایک ابتدائی اطلاع اسکی نسبت شائع کی تو اُنکو معلوم ہوا ، اور جیسی توقع پیشتر سے تھی ، سخت اصرار کرکے اُنھوں نے چھپائی کا سلسلہ موقوف کرادیا اور لکھا کہ کتاب ہرگز ہرگز شائع نہ کی جاے - تاہم اب مجھے پورا اطمینان تھا کہ جب کام یہاں تک پہنچ چکا ہے تو کسی نہ کسی طرح اُنکو اجازت دینی ہی پڑیگی - پانچ ماہ اسمیں نکل گئے - بالاخر میں رانچی گیا اور مجبوراً اُنکو اشاعت پر راضی ہونا ہی پڑا - میں اُن صدہا شائقین سے جنھوں نے ابتدائی اعلان دیکھتے ہی درخواست بھیجدی تھی ، اس تاخیر کیلیے خواستگار معافی ہوں ، اور یقین دلاتا ہوں کہ اس بارے میں میری مجبوریاں بڑی ہی سخت تھیں -

اصل مسودہ میں میں نے کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی - البتہ مجبوراً کتاب کی ضخامت کو معتدل کرنے کیلیے بعض مقامات سے بعض ٹکڑے نکالدینے پڑے - مولانا کے جوش فکر کا یہ حال ہے کہ جس جانب قلم کی باگ مڑگئی ، پھر اُسکا رکنا مشکل ہے - علاوہ بریں کتاب اسطرح لکھی گئی کہ مسودہ خود اُنکے پیش نظر بھی نہ تھا - دس بارہ صفحے لکھے اور میرے پاس بھیجدے - اُنکو خود اندازہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ کونسا مضمون کتنے صفحوں تک پہنچ چکا ہے ؟ جابجا فٹ نوٹس شروع کردیے تھے اور وہ بیس بیس پچیس پچیس صفحوں تک چلے جاتے تھے - مجبوراً میں نے چار مقام سے تین مفصل اور

صاف کہدیاکہ "محض ہمارے اصرار سے مجبور ہوکر یہ دیتر لکھدیا تھا - یہ مقصود ہي کب تھا کہ کتاب کي شکل میں شائع کیا جائیگا " یا مصر ہیں کہ مسودہ اُنکے حوالے کردیا جائے - فرصت کے وقت درست کردینگے - لیکن چونکہ خوش قسمتي سے میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو اُنکي اصطلاح " وقت فرصت " کے معاني سے اچھي طرح واقف ہیں ' اسلیے میں اسکي تعمیل نہ کرسکا اگرکرتا تو اسکے معاني صرف یہ ہیں کہ برسوں تک کیلیے یہ کتاب بھي اُسي دفترِ نسیاں کے سپرد ہو جاتي جسکا ایک بڑا صندوق " وقت فرصت " کے انتظار میں ہمیشہ اُنکے ہمراہ رہا کرتا ہے !

اسمیں شک نہیں کہ جن اہم تصنیفات کي تکمیل میں وہ آجکل شب و روز مشغول رہتے ہیں مثلاً تفسیر القرآن ' اُنکے مقابلہ میں یہ کتاب چنداں اہمیت نہیں رکھتي تاہم اگر وہ چاہتے تو یقیناً وقت نکال سکتے ہیں اور چند دنوں کے اندر پوري کتاب پر نظر ثاني ہو جاسکتي تھي ہر شخص بلا کسي سامان و مواد کے محض قلم دوات لیکر ایک شب و روز میں پورا ایک رسالہ لکھدے ' اُسکے لیے ایک لکھي ہوئي چیز پر نظر ثاني کردینا کیا مشکل تھا؟ مگر افسوس ہے کہ وہ ہر کام کو اپنے معیار نظر سے جانچتے ہیں دوسروں کي خواہشوں کي اس بارے میں کچھہ پروا نہیں کرتے یہ پوري کتاب محض بطور تفریح دماغ کے انہوں نے قلم برداشتہ لکھدي اپنے خیال میں اسکو محض ایک بے حقیقت چیز سمجھتے رہے یہي وجہ ہے کہ اسکي نظر ثاني و اشاعت کے معاملہ میں اُنکو کوئي دلچسپی نہ ہوئي لیکن کاش اُنکو معلوم ہوتا کہ اُنکا معیار نظر جسقدر بلند ہے ' ہمارا نہیں ہے اُنکي قلم برداشتہ تحریریں ایک طرف ' اور اوروں کي برسوں کي محنت و جانکاهي ایک طرف اسي کتاب کو دیکھہ لیا جائے کہ کس بے سروساماني و بے توجہي کے ساتھہ قلم برداشتہ لکھي گئي ہے - جسقدر اوراق لکھتے جاتے ہیں' میرے پاس بھیجدیتے ہیں' اور آیندہ ربط تحریر کیلیے صرف آخري صفحہ کي آخري سطر یا بعض حالات میں صرف چند الفاظ ایک سادہ صفحہ کي پیشاني پر باقي رہتے ہیں درمیان میں ہفتوں دوسري مصروفیات جاري رہتیں پھر جب کبھي کسي وجہ سے دماغ آرام لینا چاہتا اور تفسیر وغیرہ کا سلسلہ رکتا ' تو دو چار گھنٹے کیلیے اسطرف متوجہ ہو جاتے ہمارے بڑے بڑے مصنف شاید اسطرح ایک خط بھي نہ لکھہ سکیں چہ جائیکہ ایک پوري مرتب کتاب - چھہ سات سو صفحوں سے زیادہ !

معلوم تھا کہ جہاں ایک مرتبہ اس موضوع پر اُنکا قلم اُٹھہ گیا ' پھر کسی تحریک کی ضرورت باقی نہ رہیگی اور اُنکی جوش فکر کا سیلاب کسی کے روکے بھی نہیں رک سکیگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور گو نہایت بے توجہی اور بے مزگی کے ساتھہ وہ سوالات کے جوابات لکھنے پر مستعد ہوے ' لیکن پھر بھی اُن ١٥ - سوالوں کی تحریک نے اُنکے خیالات کو جنبش دیدی ' اور حالات کا ایک معتدبہ حصہ اُنکے قلم سے بے اختیار نکل گیا - سوالات کے جوابات لیکر میں رانچی سے واپس آیا - جہاں تک ممکن تھا ' جابجا خود اُنکی تحریر کو بجنسہ درج کرنے کی کوشش کی - بہت سے حالات میرے ذہن میں محفوظ تھے - اُن سے بھی مدد ملی - اور اس طرح ایک کتاب مرتب ہوگئی - اس کا تو مجھے ابتدا سے اعتراف رہا ہے کہ اُنکے حالات لکھنے کیلیے جیسے دماغ و قلم کی ضرورت ہے ' وہ مجھے کہاں میسر؟ اور اِسی لیے میری ابتدا سے خواہش تھی کہ وہ خود ہی اول سے آخر تک لکھیں اگر ایسا ہوتا تو اسمیں شک نہیں کہ اردو لٹریچر میں ایک یادگار چیز ہوتی - لیکن بہر حال ' نہونے سے ایک مفید کام کا ہو جانا بہتر ہے - ہزاروں انسانوں کی طرح میرا بھی یقین ہے کہ مولانا نے اپنی اس قلیل عمر میں جسقدر علمی و عملی خدمات انجام دی ہیں ' فی الحقیقت یہ اُنکے آنے والے کارناموں کی محض ایک ابتدائی قسط ہے - اللہ تعالی ابھی عرصہ تک اُنکے وجود کو قوم میں قائم رکھیگا ' اور نہیں معلوم کیسی کیسی عظیم الشان خدمتیں اُنکے ہاتھوں انجام پائیں گی ؟ پس وہ وقت قریب ہے جب بڑے بڑے لوگ اُنکے حالات زندگی کی ترتیب پر مستعد ہونگے ' اور ایسے ہاتھوں سے یہ کام انجام پائیگا جو ہر طرح اسکے اہل ہونگے - عجب نہیں کہ میری یہ پہلی اور ناچیز کوشش اُسوقت اُن بزرگوں کے کچھہ کام آجاے ' اور اسطرح میری کئی ماہ کی محنت ضائع نہ جاے -

چند الفاظ اس کتاب کی اشاعت کی نسبت بھی کہنا ضروری ہیں - جسوقت مولانا نے اسکی تصدیق کا وعدہ کیا تو ساتھہ ہی یہ شرط بھی کرالی تھی کہ بلا اُنکی اجازت کے شائع نہ کیا جاے - اُنکا قصد یہ تھا کہ آئندہ کسی فرصت کے موقعہ پر نظر ثانی کرینگے ' اور اسکے بعد کتاب شائع ہوگی - میں نے سال بھر تک اس موقعہ کا انتظار کیا - جب اوائل سنہ ١٩١٧ میں رانچی گیا تو بہت کوشش کی کہ کسی طرح میری موجودگی میں نظر ثانی ہوجاے - لیکن افسوس ہے کہ اُنھوں نے برابر تساہل و اغماض سے کام لیا - بلکہ صاف

میں لکھی گئی ' نہ مسودہ خود اُنکے سامنے تھا - جہاں کہیں کوئی لیا مطلب شروع ہوجاتا تھا " اصل " کا لفظ لکھدیتے تھے اسکے ساتھ نمبر و شمار کی کوئی ترتیب نہ تھی

مگر مجھکو اصلی کاوش خود اُنکے حالات کی تھی - خاندانی حالات کے مسودہ کو دیکھا تو متوسط سائز کے کاغذ پر اصل مسودہ پانچ سو صفحوں سے زیادہ ہوچکا تھا اور نہ تھی اس وجہ سے کہ بار بار اختصار پر زور دیتا رہتا تھا - ورنہ نہیں معلوم اُنکے دماغ کی آمد کہاں کہاں اُنہیں لیجاتی اور کتاب ختم بھی ہوتی یا نہیں ؟ جب انہوں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی ختم کردیے تو اب میں منتظر ہوا کہ حسب وعدہ اپنے حالات لکھنا شروع کرینگے لیکن اسکے بعد بالکل خاموشی رہی - اور کچھہ عرصہ کے بعد پھر وہی عذرات کیے گئے جو پہلے بارہا ہوچکے تھے - جب میں نے پھر لگاتار اصرار شروع کردیا تو بعض میں ایک فصل لکھکر بھیجدی اور لکھا کہ " اس سے زیادہ میں اپنا حال نہیں لکھہ سکتا " یہ فصل اسی حصہ کے آخر میں درج کردی گئی ہے اُسکو دیکھا تو اُس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس پر حالات کا اطلاق ہوسکے البتہ اسے مخصوص طرز میں کچھہ اشارات کیے ہیں ' اور پھر شاعرانہ پیرایہ میں بات ٹال دی ہے اصل میں اُنکو میری درخواست منظور کرنی ہی نہ تھی سخت اصرار دیکھکر چاہا کہ اپنے خاندانی حالات پر اس بہانے ایک کتاب لکھدیں اور جب خود اپنے ذاتی حالات کا موقعہ آے تو کسی نہ کسی طرح ٹال دیں میں نہیں سمجھہ سکتا کہ اسمیں مصلحت کیا ہے ؟ یقیناً اُنکا فیصلہ میرے فیصلہ پر ترجیح پانے کا مستحق ہے - مگر یہ ضرور ہے کہ اتنے انتظار و امید کے بعد یہ مایوسی میرے لیے بہت ہی رنجدہ تھی اور ایسی تھی کہ اگر میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو یقیناً اس کام سے بالکل دست بردار ہو جاتا

اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ میں خود اُنکے حالات قلمبند کروں اسی اثناء میں نکایک وہ نظر بند کردیے گئے اسکی وجہ سے خط و کتابت کی سہولت و آزادی بھی جاتی رہی بالآخر فروری سنہ ۱۹۱۷ میں ایک طویل مہلت اپنے کاموں سے نکالکر رانچی گیا ' اور متصل چھہ ماہ تک اُنکی خدمت میں مقیم رہا میں نے اُنکے حالات زندگی کے متعلق ۱۵ سوال لکھہ لیے تھے سخت سعی و اصرار سے اُنکے جوابات لکھوائے یہ مجھے

رحہ سے حالات کا بڑا حصہ پیش نظر تھا ' اسلیے سمجھتا تھا کہ آنکی بچیس برس کی زندگی میں ایسے ایسے عظیم الشان تغیرات موجود ھیں جو بڑی بڑی طویل زندگیوں میں بھی نہیں پیش آتے ' اور اسلیے آنکا مطالعہ ہزاروں انسانوں کیلیے رہنمائی و ہدایت کا ذریعہ ہوگا -

گو انہوں نے انکار کردیا ' لیکن میں نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا اور برابر اس کیلیے خطوط لکھتا رہا - اپریل سنہ ۱۹۱۶ع میں جب گورنمنٹ بنگال نے بنگال سے باہر چلے جانے کا آرڈر جاری کیا اور وہ رانچی چلے گئے ' تو مئی میں میں آنکی ملاقات کیلیے رانچی گیا - اس واقعہ نے جو اثر تمام ملک پر ڈالا تھا ' اسکا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آنکے حالات زندگی معلوم کرنے کا اشتیاق عام طور پر اور زیادہ ہوگیا تھا - جن جن لوگوں سے اسکا ذکر آیا ' سب نے بالاتفاق کہا کہ کسی نہ کسی طرح آنکے حالات زندگی خود آنھی سے لکھوانے چاھئیں - چنانچہ اس مرتبہ میں نے سخت کوششوں کے بعد آنسے وعدہ لے ھی لیا ' اور ساتھہ ھی یہ شرط بھی کرلی کہ جسقدر وہ لکھتے جائیں بلا انتظار تکمیل مجکو بھیجتے رہیں ' اور کوئی ھفتہ اس سے خالی نہ جاے - البتہ آنکو اصرار تھا کہ بلا آنکے علم کے کتاب شائع نہ کی جاے - اس کے ماننے میں مجھے کوئی تامل نہ ہوا -

اسکے بعد میں رامپور چلا گیا اور دو ھفتہ کے بعد سولہ صفحے انہوں نے لکھکر بھیجدیے - انکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اپنے خاندانی حالات قلمبند کرنا چاھتے ھیں - اسپر مجھے مزید مسرت ہوئی کہ ضمناً ایک مستقل کتاب بزرگان سلف کے حالات میں آنکے قلم سے مرتب ہوجائیگی - لیکن جوں جوں سلسلہ آگے بڑھتا گیا - نئی نئی بحثیں نکلتی آئیں ' اور ہر مبحث کو وہ اپنی عادت کے مطابق تفصیل سے لکھنے لگے - اسپر مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس ضمن میں اصلی مقصد نہ رہجاے - چنانچہ میں نے بار بار اختصار کے لیے اصرار کیا - لیکن انہوں نے لکھا کہ " میری طبیعت میں رکاوٹ پیدا نہ کرو - جو کچھہ بے اختیار قلم سے نکل جاتا ھے بھیجدیتا ہوں - جمع کرتے جاؤ - ہر حال میں فائدہ سے خالی نہوگا "

جون سنہ ۱۹۱۶ سے ۱۷ - اکتوبر سنہ ۱۶ تک اسکا سلسلہ جاری رہا - درمیان میں کبھی کبھی رک جاتا اور پھر مجھے دوچار خط لکھنے پڑتے - جسقدر صفحات وہ لکھتے ' بھیجدیتے - مطالب میں کسی طرح کی قرار دادہ تقسیم و ترتیب نہ تھی - اور ہو بھی نہیں سکتی تھی - کیونکہ نہ تو ایک سلسلے

"الہلال" نکلا تھا اور مسلم یونیورسٹی کے متعلق مسٹر محمد علی نے اُسکی مخالفت میں مضامین لکھے تھے تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہی "الہلال" والی صدا یونیورسٹی کے متعلق انھوں نے بھی بلند کی مسٹر شوکت علی کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے وہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ "ابو الکلام نے ہم کو ایمان کا راستہ بتلا دیا" ڈاکٹر اقبال کا مذہبی عقائد میں تبدیلا حال جو کچھ سنا ہے، اُسکے مقابلہ میں اب انکی فارسی مثنویاں دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوتی ہے "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" فی الحقیقت "الہلال" ہی کی صدائے بازگشت ہیں

خاکسار شاید ان معدودے چند لوگوں میں سے ہے، جو ایڈیٹر "الہلال" سے "الہلال" کی اشاعت کے بعد نہیں، بلکہ پیشتر سے واقفیت رکھنے کا فخر رکھتے ہیں میری اُنسے پہلی ملاقات سنہ ۱۹۰۲ میں ہوئی جب وہ مشغول تعلیم تھے کامل اٹھارہ برس اس واقعہ پر گزر گئے زمانے کے حالات و حوادث نے مجھے ہندوستان کے مختلف گوشوں اور پھر ہندوستان سے باہر پھینکا دیا وہ کلکتہ سے بمبئی اور پھر بخارا و بغداد چلے گئے، اور اس اثناء میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں، لیکن یہ علاقہ بدستور مستحکم رہا، اور میں اس تمام عرصے میں اُنکی زندگی کے تغیرات کا مطالعہ کرتا رہا - سنہ ۱۹۱۴ میں جب "الہلال" کی شہرت کمال درجہ تک پہنچ چکی تھی اور ہر شخص اُس عجیب و غریب شخصیت کے حالات معلوم کرنے کا خواہشمند تھا جس نے یکایک ظاہر ہوکر تمام قوم میں انقلاب عظیم پیدا کردیا، تو مجھے پہلی مرتبہ یہ خیال ہوا کہ اگر اُنکی زندگی کے حالات قلمبند ہوجائیں تو وہ کئی اعتبارسے نہ صرف نہایت دلچسپ بلکہ نہایت نتیجہ خیز و مفید ہونگے چنانچہ میں نے یہ خیال اُن پر ظاہر کیا اور عرض کیا کہ وہ خود اپنے ہی قلم سے اپنے حالات قلمبند کردیں لیکن انھوں نے اول تو کئی بار اپنی عادت کے مطابق مذاق میں بات ٹال دی پھر صاف صاف انکار کردیا اور کہا کہ "کتنی بزرگ اور عظیم الشان زندگیاں ہمارے سامنے ہیں جنکے سوانح و حالات نہیں لکھے گئے اُن کو چھوڑ کر میری زندگی کے حالات مرتب کرنا محض ایک مضحکہ انگیز حرکت ہوگی"

لیکن جس کام کو وہ "مضحکہ انگیز" کہتے تھے (اسکو میری محبت و ارادت کا نتیجہ سمجھا جائے یا حقیقت حال کا) میں ہر طرح اُسکو ایک نہایت ضروری کام سمجھتا تھا، اور چونکہ ایک عرصہ کی واقفیت کی

آگے سر جھکا دیا ' اور آج تمام مسلمانوں پر جو رنگ چھایا ہوا ہے ' خواہ اسکا ظہور سیاسی مباحث میں ہو ' یا کسی دوسری شکل میں ' مگر سب چل رہے ہیں اسی راہ پر !

سب سے زیادہ یادگار اور تعجب انگیز اثر اس نے دو جماعتوں پر ڈالا ' اور یہی دونوں جماعتیں تمام قوم کے لیے بمنزلۂ اصل و بنیاد کے ہیں - یعنی علماؤ مشائخ کا گروہ ' اور انگریزی تعلیم یافتہ جماعت - اگر " الہلال " شائع ہوکر اور کوئی کام نہیں کرتا - صرف ایک عالم ' ایک پیر ' ایک با اثر جدید تعلیم یافتہ شخص کو اس رنگ میں رنگ دیتا جسمیں اس نے تمام قوم کو رنگ دیا ہے ' تو صرف یہی کارنامہ اسکی انقلابی قوت کے اعتراف کیلیے کافی تھا - علماؤ مشائخ کا گروہ جو اپنے مدرسوں اور حجروں سے کبھی جھانک کر بھی دنیا کی حالت پر نظر نہیں ڈالتا تھا ' الہلال نے انکو یکایک نکالکر جد و جہد کے میدانوں میں کھڑا کردیا ' اور ان میں سے ہر شخص نے محسوس کرلیا کہ ہم اپنے اصلی فرض کو آجتک بھولے ہوے تھے - تعلیم یافتہ جماعت کا یہ حال ہوا کہ یا تو یہ گروہ مذہب کے نام سے متوحش تھا ' یا اب ہزاروں سر خدا کے آگے جھک گئے ' اور بعض کا تو یہ حال ہوا کہ بڑے بڑے عابدوں زاہدوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا - شب و روز قرآن کی صدائیں انکی زبانوں سے نکلنے لگیں - اس بارے میں جیسے جیسے عجیب واقعات دیکھے اور سنے گئے ہیں ' اور " الہلال " کے ایک ایک مضمون بلکہ ایک ایک سطر نے جیسے جیسے ہوش ربا اثر لوگوں پر ڈالے ہیں ' انکو اگر بیان کیا جاے تو ایک پورا رسالہ بن جاے -

مثال کے طور پر میں صرف چند محترم ناموں کا ذکر کرونگا - طبقۂ علماء میں سے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا یہ قول خود مولانا ابو الکلام نے ایک مرتبہ مجھسے نقل کیا تھا کہ " ہم سب اصلی کام بھولے ہوے تھے - الہلال نے یاد دلادیا " یہ جملہ انہوں نے اس موقعہ پر کہا تھا جب ایک شخص نے الہلال میں تصویروں کے ہونے کی شکایت کی تھی - تعلیم یافتہ جماعت میں فداے قوم مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی خاں ' اور ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر اقبال کا ذکر کردینا کافی ہے - ان دونوں اسلام پرستوں کو مذہب کی راہ اسی نے دکھلائی ' اور بتدریج اپنے رنگ میں یکقلم رنگ دیا - ورنہ ہم لوگوں کو وہ زمانہ بھی اچھی طرح یاد ہے جب نیا نیا

اُس کي سب سے بڑي يادگار خصوصيت اُسکا سرتاپا مجتہدانہ انداز تھا ' اور اسي نے اُسکو جلد ھفتوں کے اندر وہ معروليت و عزت ديدي جو برسوں میں بھي نہ مشکل نصیب ھوسکتي ہے ' ظاھري وضع و شکل سے لیکر مضامین و مطالب تک ' ھربات میں وہ اپني راہ سب سے الگ رکھتا تھا ' اور اپنے رنگ میں سب سے نرالا تھا ' اُس نے کسي چھوٹي سي چھوٹي اور جزئي سے جزئي بات میں بھي دوسروں کي تقلید نہ کي ' بلکہ تقلید و پیروي کیلیے خود اپنا نمونہ پیش کیا ' مذھبي دعوۃ و تعلیم ' پولیٹکل پالیسي ' علمي و ادبي مباحث ' طرز تحریر و انشاء ' الفاظ و تراکیب ' کوئي بات ایسي نہیں ہے جسمیں اُس نے اپنا مجتہدانہ انداز ھاتھہ سے دیا ھو ' اسي خصوصیت کا نتیجہ ہے کہ تاپک ملک کے تمام پچھلے رنگ مٹ گئے ' اور ھربات میں صرف اُسي کا رنگ غالب آگیا ' لوگ بے اختیار اپني راھیں چھوڑکر اُسي کي راہ اختیار کرنے لگے ' اگرچہ کسي سے بھي آجتک اُسکي ادھوري تقلید بھي بن نہ آئي

عام مذھبي انقلاب

" الہلال " کا سب سے بڑا کارنامہ جو ھمیشہ تاریخ ھند میں یادگار رھیگا ' وہ پائدار مذھبي انقلاب ہے جو یکایک مسلمانوں میں اُسکي دعوۃ حق سے پیدا ھوگیا ' لاکھوں کروروں مسلمان ھمیشہ قرآن شریف پڑھتے پڑھاتے رھتے ھیں مگر قرآن کي تعلیم کي اصلي حقیقت سب سے پہلے اُسي نے آشکارا کی ' اور تاپک سب کے دل میں یہ بات اُترگئي کہ ھماري دیني و دنیوي فلاح و ترقي کي صرف وھي راہ معلوم ھوسکتي ہے جو اُسکي رھنمائي سے کھلي ھو ' رسمي طور پر یہ بات پہلے بھي کہي جاتي تھي' لیکن اس طرح کسي نے نہیں بتلائي تھي کہ جاھل سے لیکر عالم تک ' سب کے دلوں کو مسحور کرلے ' اور سب بے اختیار ھوکر اسکي طرف کھنچ جائیں ' اُس نے نہ صرف اسکي پکار بلند کي' بلکہ قومي زندگي کي ھر بات میں قرآن کي تعلیم دنیا کے آگے پیش بھي کردي ' اور ھر طرف سے ھٹاکر قوم کو صرف مذھب کي سچي راہ پر لگادیا ' سیاست ' معاشرت ' تعلیم ' ساري باتوں کي اصلي بنیاد صرف مذھب اور قرآن کي تعلیم قرار پاگئي ' گو ابتدا میں بہت سے لوگوں نے مخالفتیں بھي کیں' لیکن رفتہ رفتہ سب نے اُسکے

قریب ہے اور مسلمانوں کی نجات کی راہ یہی ہے - سارے کاموں کو حضرۃ امام مہدی کے نکلنے کے انتظار میں ملتوی کردینا چاہیے - اُس وقت ساری دنیا خود بخود مسلمانوں کیلیے خالی ہو جائیگی -

اسمیں شک نہیں کہ مذہب اور قرآن کا ذکر ہمیشہ ان بزرگوں کی زبانوں پر جاری رہتا تھا ' مگر قرآن کو جیسی شکل میں خود انھوں نے دیکھا تھا ' ویسی ہی شکل دوسروں کو بھی دکھلاتے تھے - وہ شکل اس قابل تو ضرور نہی کہ قیمتی کپڑوں میں لپیٹ کر طاق پر رکھدی جاے ' مگر ایسی نہ تھی جو ہمارے دلوں میں گھر کرتی ' اور خدا سے پھرے ہوے سروں کو پھر خدا کے سامنے گرا دیتی !

قوم کے جو بعض سر برآوردہ اشخاص آج نئی قومی زندگی کے بانی سمجھے جاتے ہیں ' خود اُن سب کا بھی یہی حال تھا - "کامریڈ" کلکتہ سے نکل چکا تھا ' اور اُسکی مخصوص انگریزی انشا پردازی نے تمام ملک میں شہرت پیدا کرلی تھی - لیکن پالیسی اور تحریک کے اعتبار سے وہ بھی اُسی پرانی روش کا مقلد تھا اور قوم کیلیے کوئی نیا نصب العین سامنے نہیں رکھتا تھا - وہی کانگرس اور ہندوؤں کی مخالفت اور وہی پالٹکس میں قناعت و توکل کی تعلیم اُسکے صفحات پر بھی نظر آتی تھی -

اسی اثناء میں دہلی دربار ہوا اور تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان کیا گیا - اس واقعہ نے تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر یہ حقیقت روشن کردی کہ اُنکی پولٹیکل پالیسی لائق تبدیلی ہے - لیکن پھر بھی نہ تو کوئی نئی راہ کھلی ' اور نہ کوئی ایسا قدم آگے بڑھا جو مسلمانوں کو دوسری قوموں کی پیروی سے ہٹا کر خود اُنکی اپنی راہ اُنکو دکھلا دیتا -

" الهــلال "

یہ حالت تھی ' کہ یکایک کلکتہ سے " الہلال " نکلا ' اور اِس شان سے نکلا ' کہ تمام ملک کی نظریں بے اختیار اُسکی جانب اُٹھہ گئیں - اُسکی ہر بات انقلاب انگیز تھی اور ہر بات نئی - ظاہری شکل و صورت بھی نئی ' اور باطنی محاسن بھی نئے - ابھی دو چار نمبر ھی نکلے تھے کہ عام و خاص ' ادنی اعلی ' سب کی زبانوں پر اُسی کا نام تھا ' اور ہر گروہ اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اُسکے سوا سب کو بھلا دیا تھا !

کسی کا دلی نقش تھا - نہ کسی نے اسلام کا ثابت کرکے دکھلایا تھا - جو لوگ سچے دل سے اسکو مانتے ہیں ' وہ بھی کبھی اسکی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور اس خدل سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ گو قرآن میں سب کچھ ہے مگر اسکو بڑے بڑے اماموں اور ولیوں کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور نہ اس پر غور کرنے یا عمل کرنے کی تمام مسلمانوں کو ضرورت ہے '

قوم کا سب سے زیادہ محترم طبقہ علماء و مشائخ کا ہے لیکن اس جماعت کا یہ حال تھا کہ گویا اسکو مسلمانوں کی موت و حیات سے کوئی واسطہ ہی نہیں - قوم کا جاہل سے جاہل اور ادنی سے ادنی طبقہ بھی دنیا کے حالات اور مسلمانوں کے قومی زوال کی جتنی خبر رکھتا تھا ' اتنی بھی ہمارے دین و دنیا کے ان پیشواؤں کو نہ تھی دنیا میں کیا انقلابات ہو رہے ہیں ؟ مسلمانان عالم پر کیا گزر رہی ہے ؟ انکی قومی زندگی کس کس طرح فنا کی جا رہی ہے ؟ خود ہندوستان میں ہمارا روز بروز کیا حال ہو رہا ہے ! یہ تمام باتیں اس مقدس گروہ کے نزدیک دنیا اور دنیا داروں کی باتیں تھیں جن کا وہم و گمان بھی ایک عالم دین کیلیے باعث عار تھا قوم قوم پکارنا یا مسلمانوں کی قومی و ملکی حالت کی فکر کرنا ' اور اسکے لیے لوگوں میں تحریک پیدا کرنا بھی ان حضرات کے نزدیک دنیویت میں داخل تھا جس سے ہر متقی پرہیزگار مسلمان کو پناہ مانگنی چاہیے عام طور پر اس گروہ کا اعتقاد یہ تھا کہ ہمارا کام صرف " دین " ہے اور " دین " کا مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ کے مسائل بتلادے جائیں یا کفر کے فتووں پر مہریں کردی جائیں ' یا شاگردوں کو چند کتابیں پڑھا دی جائیں باقی رہی مسلمانوں کی قومی زندگی اور انکی موت و حیات ' تو یہ تمام باتیں " دنیا داری " کی باتیں ہیں ' یا " سیاسی " علماء دین اور مشائخ طریقت کو ان سے کیا واسطہ ؟

رموز مملکت خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اگر ان میں سے کسی بزرگ کو جلد لمحوں کیلیے قوم کی حالت زار پر توجہ بھی ہوئی بھی تو یہ کہکر خود اپنے اور اپنے معتقدوں کے دلوں کو تسکین دیدیتے ہیں کہ اب ہماری تمہاری کوشش سے کیا ہوسکتا ہے ؟ اب تو قیامت

مذهبي حالت جو عام طور پر هو رهي تهي ' علی الخصوص تعلیم یافته جماعت کي ' وه محتاج بیان نهیں - مذهب کے علم و عمل سے سب تک قلم بے بهره تهے ' اور عموماً ایک عام بے پروائي اور بے تعلقي چهائي هوئی تهي - اسلام کا علاقه محض ایک براے نام قومي رشته سمجها جاتا تها ' اور وه بهی بهت سی طبیعتوں پر سخت شاق تها - هزاروں تعلیم یافته نوجوان تهے جو مذهب اور مذهب کے هر خیال کي تحقیر کرنا اور اسکو خلاف عقل و تهذیب بتلانا اپنا قابل فخر کارنامه سمجهتے تهے - یه بات عام طور پر مسلم هوچکی تهی که نئی تعلیم یافته جماعت کو مذهب سے کوئي واسطه نهیں ' اور اسکول و کالج کي تعلیم اور مذهبی زندگی ' دونوں ایک جگه جمع نهیں هوسکتیں - حتی که اگر کوئي شخص ترکي ٹوپی اوڑها هوا نماز پڑهتا نظر آ جاتا ' یا قرآن شریف کی کوئی آیت اسکي زبان و قلم سے نکل جاتی ' تو لوگوں کو ایک نهایت تعجب انگیز اور غیر معمولی واقعه معلوم هوتا - ایک خاص واقعه کی طرح اِسکا ذکر کیا جاتا که فلاں شخص نے کالج میں تعلیم پائی هے اور ساتهه هي نماز بهي پڑهلیا کرتا هے ! یه تعجب بیجا بهی نه تها - جن لوگوں کو مذهب کی ضرورت اور خدا کی هستی میں بهی شک هو ' اُنسے مذهبی معلومات اور نماز روزه کی پابندي کی کیا امید کی جاسکتی هے ؟

غیر انگریزی خواں طبقه اگرچه بظاهر اسقدر مذهب سے بیگانه نه تها ' لیکن مذهب کی حقیقی زندگی اُس میں بهی مفقود تهي ' اور اصلی مقصد کا اُسکو بهی کچهه پته نه تها - یه خیال هر شخص پر چهایا هوا تها که اسلام کی تعلیم اِسکے سوا کچهه نهیں هے که دنیا کو ترک کردو اور صرف نماز روزه اور ورد و وظائف میں زندگی بسر کردو - اگر ایسا نهیں هوسکتا تو خیر لباس اور کهانے پینے رهنے سهنے کے معاملات میں کوئی نئی بات اختیار نه کرو - کسی عالم یا پیرصاحب سے آمد و رفت جاری رکهو ' اور الله الله کرتے دنیا سے چل بسو - اسکے علاوه اور کوئی بات نهیں جسکی اسلام تعلیم دیتا هو اور جسکي ایک مسلماں کو ضرورت هو -

زباں سے اگرچه همیشه کها جاتا تها که دین و دنیا کی کوئی خوبی ایسي نهیں هے جو قرآن شریف نے نه بتلائي هو ' لیکن یه محض ایک خوش اعتقادي کی بات تهي جو رسماً زبان سے کهدي جاتي تهي - نه ولوا سپر

فیضی حسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را !

سنہ ۱۹۱۲ع

سنہ ۱۹۱۲ کا زمانہ بھی ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ ایک یادگار زمانہ رہیگا

یہی زمانہ ہے جب مسلمانان ہند کی مذہبی و سیاسی حالت میں یکایک ایک انقلاب عظیم رونما ہوا ' اور قوموں کی زندگی میں جو تبدیلی بتدریج برسوں کے اندر پیدا ہوسکتی ہے ' وہ بظاہر چند مہینوں کے اندر تمام قوم میں پیدا ہوگئی !

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانان ہند من حیث القوم پولیٹکل جد و جہد سے بالکل الگ تھلگ رہنے کو اپنی قومی پالیسی سمجھتے تھے ' اور ملک کی سیاسی زندگی کا پورا میدان صرف ہندؤں کیلیے چھوڑ دیا گیا تھا
مسلم لیگ قائم ہوچکی تھی مگر اُس کا پالیٹکس بھی صرف یہی تھا کہ ملک کی عام سیاسی ترقی کی روک تھام میں دفتری اقتدار کا ہاتھ بٹاے اور جہاںتک ممکن ہو حرکت اور ترقی کو روکے ۔ اُس نے صاف صاف اعلان کردیا تھا کہ مسلمانوں کا پولیٹکل کام یہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ سے حقوق طلب کریں ' بلکہ صرف یہ ہے کہ ہندؤں کی پولیٹکل جد و جہد کی مخالفت کریں ۔ مسلمانوں میں سے گنتی کے چند افراد جو انڈین نیشنل کانگرس میں شریک ہوتے تھے ' اُنکے سامنے بھی خود اپنی کوئی راہ نہ تھی وہ سمجھتے تھے کہ صرف کانگرس میں شریک ہو جانا ' اور ہندؤں کی دیکھا دیکھی طلب حقوق اور ملکی حالت کی تبدیلی پر زور دینا ' اور ہر کام میں اُنکا نمونہ سامنے رکھنا ' مسلمانوں کیلیے ترقی کی بڑی سے بڑی معراج ہے

تذکرہ

تذکرہ

یعنی مولانا ابوالکلام اور انکے خاندان کے بعض اکابر شیوخ کے سوانح و حالات،

جس کا پہلا حصہ تمامتر انہی کی تصنیف ہے۔

مرتبہ

فضل الدین احمد مرزا۔ بی، اس سی۔

ای، ام ایف، سی اس (یوکو)

البلاغ پریس

کلکتہ
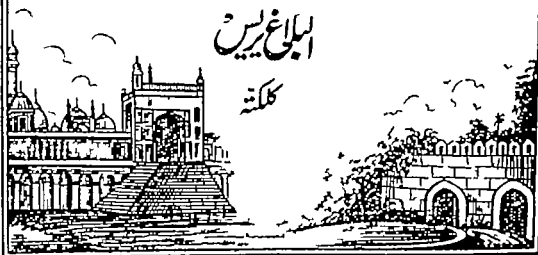
Tazkar - yani Molana Abul Kalam - Aazad aur unke khandan ke sawaneh - O - halat

Ed by

Fazl-uddin Ahmad Mirza